مجاہد ہنگری

تحریر و ترتیب

محمد مقصود احمد

LITHUANIA
KALININGRAD
POMORSKIE
Vilnius
PODLASKIE
POLAND
Warsaw
ŁÓDZKIE
LUBELSKIE
VOLYN
ŚLĄSKIE
CH
LIC
L'VIV
PRESOVSKY
SLOVAKIA
Bratislava
Budapest
HUNGARY
ROMANIA
SERBIA
HERZ.

مجاہد ہنگری

ترتیب و تحریر

محمد مقصود احمد

شاہد۔ ایم اے

مربی سلسلہ احمدیہ

نام کتاب: مجاہد ہنگری
مصنف: محمد مقصود احمد
بارِ اوّل: مئی 2010ء
تعداد: ایک ہزار
ناشر: یحیٰ ایاز۔ کینیڈا
نوٹ: جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔
ملنے کا پتہ: Ayaz, Yahya
14622-68 Ave
Surrrey BC V3s 2B1

انتساب

عظیم مجاہد ہنگری کے عظیم بیٹے مکرم ومحترم محمد یوسف ایاز صاحب کے نام! جن کے تعاون کے بغیر یہ کتاب منظر عام پر نہیں آسکتی تھی۔

مندرجات

باب اوّل

1) تعارف کتاب 1
2) شجرۂ نسب 3
2) سوانح 4
3) حالات زندگی کا اجمالی خاکہ 5
4) خاندان 8
5) والد بزرگوار 8
6) روایات چودھری کرم دین صاحب سکنہ کھاریاں ضلع گجرات 8
7) والدہ محترمہ 11
8) ہمشیرہ محترمہ 11
9) کھاریاں میں مقام 12
10) حاجی احمد خان ایاز بطور مجاہد ہنگری 13
11) ہنگری کے ابتدائی احمدی 14

باب دوم

1) پیدائش اور وجہ تسمیہ 17
2) ابتدائی تعلیم 17
3) بطور استاد 18
4) ایف اے 18
5) ریلوے میں گارڈ 18
6) بی اے۔ ایل ایل بی 18
7) وقفِ زندگی 19
8) پہلی بڑی خدمت یا امتحان 21
9) ایاز اور عشقِ الٰہی 23
10) ایاز اور عشقِ قرآن 24
11) ایاز اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم 29
12) تعارفی کارڈ 31
13) ڈاکٹر برانتھ ہیلر کے ساتھ مباحثہ 31

14) ہنگری کا عظیم گولڈ میڈلسٹ 32
15) تاریخ ہنگری کے نشیب و فراز 33
16) ایک ولی اللہ کا مزار 36
17) ہنگری اور مساجد 37
18) گلیرٹ پہاڑی کا قلعہ اور ایاز صاحب 38
19) اسلام اور ہنگری 39
20) ہنگری میں ورود 42
21) ہنگری میں پہلا دن 44
22) آشیانہ کی تلاش 45
23) مقامی زبان سیکھنے کی کوشش 46
24) ابتدائی تعلقات 47
25) پروفیسر جرمانوس اور ان کے ذریعہ پیدا ہونے والے تعلقات 48
26) شاندار نظارہ کی عینی شہادت 49
27) پریس کے ساتھ روابط 50
28) ہستی باری تعالیٰ پر کامیاب مناظرہ اور اسلام کا نفوذ 51
29) خط و کتابت کا جرأت مند طریق اور اس کا نیک اثر 52
30) ایک خاص نشان، احمدیت کی روشنی میں اسلام 53
31) دیارِ غیر میں فاقے اور عزم صمیم 54
32) رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن 55
33) کامل توکل علی اللہ اور غیبی انتظام 56
34) چیکوسلواکیہ میں گزرا ہوا ایک واقعہ 57
35) ایک فاقہ کی لطیفہ گوئی 61
36) رستہ بھولنے پر انعام الٰہی 62
37) ہنگری کا پہلا احمدی مسلمان 63
38) فاقے ختم لیکن شکرانے کے روزے شروع 63
39) مستقل روزگار کا بندوبست 63
40) دعائیہ خطوط 64
41) رؤیا اور کشوف کے ذریعہ تربیت و راہنمائی 65
42) صدائے قادیان اور ہنگری 67
43) ہنگری کے اخبارات اور قادیان 68
44) لارڈ میئر سے ملاقات 72
45) شب و روز 74

46) ماجر قوم کی دیگر خوبیاں 75
47) تعدد ازدواج اور حقوقِ نسواں 77
48) ہنگری میں دیگر مذاہب 83
49) عیسائیت 83
50) یہودیت 89
51) تورانیت 95
52) اسلام 99
53) ہنگری کو اسلام کا پیغام اور مسیح موعودؑ کی آمد کی خوشخبری 105
54) ہنگری میں جماعت احمدیہ کا قیام 111
55) بوڈاپسٹ میں آخری ایام 115
56) اہلِ ہنگری کی طرف سے الوداع 117
57) ہنگری کا احیا یقینی ہے 120
58) ہنگری کا محافظ تاج اور ایاز صاحب 123
59) وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے 125
60) پولینڈ میں ورود 128
61) پولینڈ کا پریس 129
62) پولینڈ کے سب سے مؤقر اور مشہور روزنامہ میں تصویر اور ذکر 131
63) وارسا دارالسلطنت پولینڈ میں احمدی مجاہد 135
64) پولینڈ کے سب سے پرانے اخبار میں ذکر 136
65) وارسا میں احمدیت کے متعلق کامیاب لیکچر 137
66) تعارفی کارڈ 139
67) حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ پولینڈ میں 140
68) بوڈاپسٹ، وارسا اور چیکوسلواکیہ سے خطوط 145
69) قادیان واپسی 150
70) قادیان دارالامان 151

باب سوم

i) عائلی زندگی

ا) پہلی شادی 153
ب) دوسری شادی 161
ج) تیسری شادی 161
ii) تربیت اولاد بذریعہ خطوط 162

باب چہارم

بعض اہم خطوط 175

i) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا خط 176

ii) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے سیکریٹری توران سوسائٹی ہنگری کو خط 178

iii) حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے خطوط 180

iv) ہنگیرین ایمبیسی اسلام آباد پاکستان میں متعین ایمبیسیڈر کا ایاز صاحب کے نام خط 187

v) ایاز صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک خط 206

باب پنجم

تأثرات 207

i) حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا خط 208

ii) مکرم ومحترم میر محمد احمد صاحب ناصر پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ 209

iii) حضرت سید میر مسعود احمد صاحب 210

iii) مکرم ومحترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر خدمت درویشاں صدر انجمن احمدیہ ربوہ 212

iv) مکرم ومحترم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد برائے دعوت الیٰ اللہ 215

v) مکرم چودھری شبیر احمد صاحب وکیل المال اول تحریک جدید ربوہ 216

vi) صوفی محمد اسحٰق صاحب بانی احمدیہ مشن لائبیریا مشرقی افریقہ 218

vii) مولوی محمد اسماعیل منیر صاحب ناظر تعلیم القرآن ووقفِ عارضی 220

viii) محمد مقصود احمد۔ مربی سلسلہ مصنف کتاب ہٰذا 221

ix) مکرم عبدالغفار ڈار صاحب 656/F سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی 224

x) جناب محمد یعقوب امجد صاحب گجرات 227

xi) مکرم فیروز الدین صاحب امرتسری 229

xii) مکرم حمید اختر صاحب جرمنی 231

xiii) مکرم پروفیسر محمد سمیع طاہر۔ کینیڈا 235

xiv) مکرم محمد احسان اے چوہدری صاحب چیف ایڈیٹر فریڈم 237

xv) مکرم ہادی علی صاحب چودھری ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن 241

xvi) مکرم پروفیسر ناصر احمد پروازی صاحب 242

xvii) جناب Gyorgy Lederer 254

xviii) ابن آدم راولپنڈی 263

xviv) چودھری بشارت احمد ایڈووکیٹ کھاریاں 266

xvv) حکیم افتخار الدین اُلفت کھاریاں 272

کیپٹن حاجی احمد خان ایاز بی۔ اے۔ ایل ایل بی (1909ء تا 2001ء)

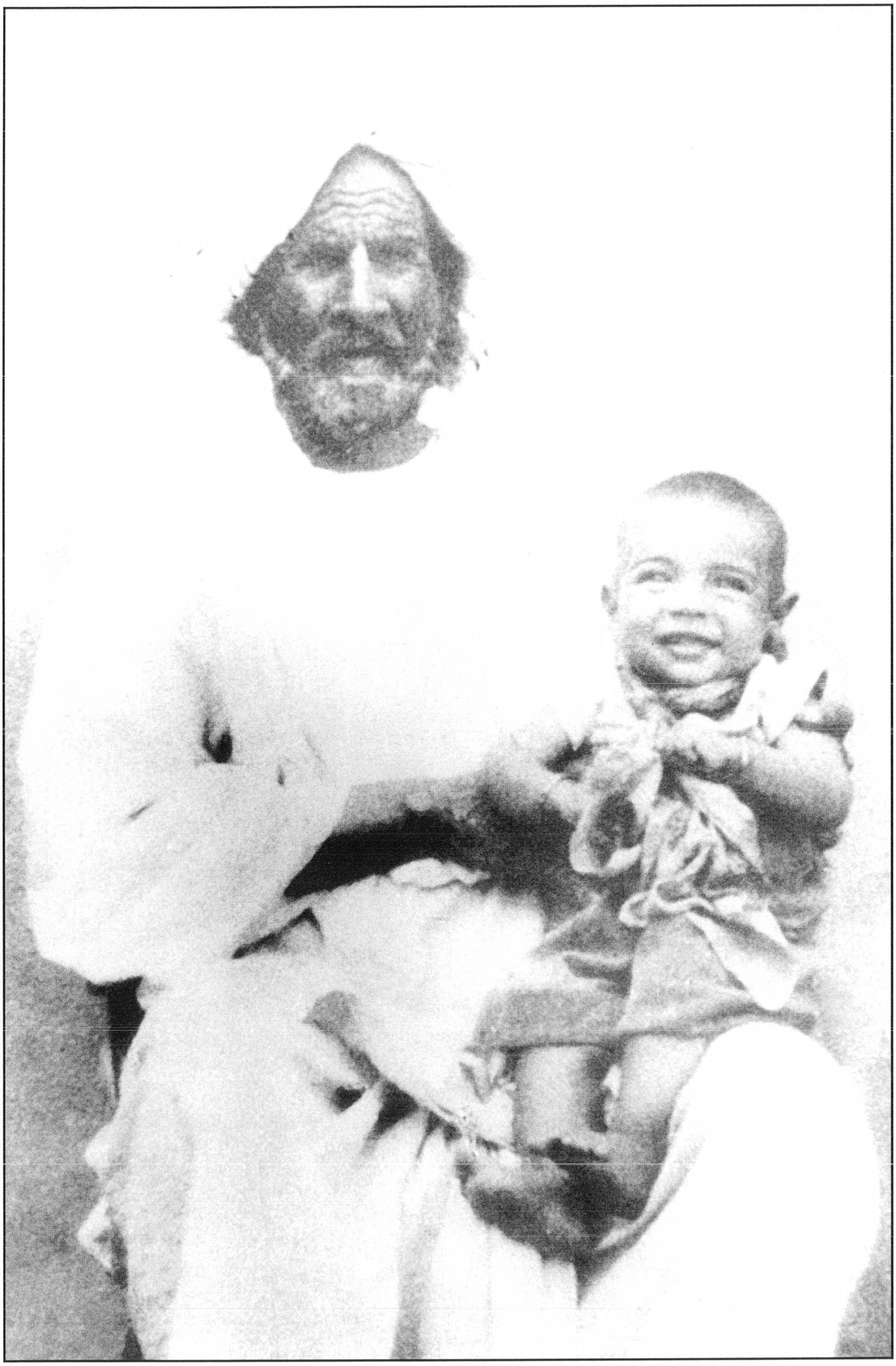

حضرت چودھری کرم دین صاحب کسانہؓ (رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

باب اوّل

تعارف کتاب

جب خاکسار کی ملاقات مکرم ایاز صاحب سے ہوئی تو اس وقت آپ کی عمر 90 سال تھی۔ عمر کے لحاظ سے آپ کا بدن کچھ فربہی مائل ضرور تھا لیکن آپ اپنے مکمل حواس میں تھے۔ میں نے کوشش کی کہ میرا آپ کے ساتھ مستقل رابطہ رہے اور میں آپ کے حالات مکمل طور پر سننے اور قلم بند کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ میں نے اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کیا۔ بڑی خوش دِلی سے اس مجاہد نے مجھے خوش آمدید کہا۔ میری مصروفیت کی بنا پر ملاقات میں ایک آدھ دن کا وقفہ ہو جاتا جو آہستہ آہستہ بڑھتا گیا۔ میری کوشش تھی کہ **1936**ء سے پہلے اور **1938**ء کے بعد کے حالات نیز پولینڈ میں جو آپ پر بیتی اور بعد ازاں چیکوسلواکیا کے حالات بھی زیادہ سے زیادہ قلم بند کرسکوں کیونکہ **1936**ء تا **1938**ء کے جان دار حالات زندگی آپ کی خودنوشت مجاہد ہنگری میں آچکے ہیں۔ چنانچہ زیادہ بہتر یہی تھا کہ اس کتاب کو شامل کرلیا جائے۔ لہٰذا میں نے زبان و بیان کے اعتبار سے چند ایک تبدیلیوں کی اجازت لے لی اور اس کتاب کو اس نئے ایڈیشن میں شامل کرلیا یوں ایک لحاظ سے یہ کتاب دراصل مجاہدِ ہنگری کا ہی دوسرا ایڈیشن ہے۔

اس کتاب کی تیاری کے لیے ایاز صاحب کے ساتھ کام کرنے والوں، آپ کے ہم عصر احباب یا آپ کو دیکھنے والوں سے آپ کے بارہ میں معلومات اکٹھی کی گئیں۔ اس مقصد کے لیے ایک خط آپ کے ذاتی پیڈ پر تیار کر کے آپ کے بڑے صاحبزادے مکرم محمد یوسف ایاز صاحب کی طرف سے چیدہ چیدہ دوستوں کو بھجوایا گیا اور معلومات اکٹھی کی گئیں۔ الحمدللہ بہت سے بزرگان نے اپنے دست قلم سے اپنے اس فدائی بھائی کے بارہ میں لکھا۔ یہ مضامین اور خطوط باب نمبر 9 میں درج کیے گئے ہیں۔ بعض غیر از جماعت دوستوں نے بھی خطوط لکھے اور اس نابغۂ روزگار شخصیت کی مخفی صفات سے پردہ اُٹھایا جنہیں پڑھ کر جہاں آپ کے اخلاقِ حسنہ کا پتہ چلتا ہے وہاں ایمان تازہ ہوتا اور دل ایک نئے جوش اور ولولہ سے بھر جاتا ہے۔

میرا مشورہ اور خیال یہی تھا کہ مجاہد ہنگری کو من وعن دوبارہ شائع کرنے کی بجائے اس میں کچھ عائلی، ذاتی اور دیگر سماجی و سیاسی حوالے بھی آجائیں تا کہ ایک جامع سوانح عمری اور سیرت کے بیش قیمت نمونے تفصیل کے ساتھ اس میں جمع ہو جائیں۔ چنانچہ یہ کوشش خاکسار نے مجاہد ہنگری و پولینڈ کی زندگی میں ہی شروع کردی تھی

اور آہستہ آہستہ اس کی تکمیل کی طرف بڑھتا رہا۔ کتاب کی تیاری کے دوران مکرم ایاز صاحب کی تمام تاریخی تصاویر کو خاکسار نے سکین (Scan) کر لیا تا کہ ان کو بھی کتاب میں محفوظ کیا جاسکے اور یہ قیمتی اور نادر تصاویر تاریخ کا حصہ بن سکیں نیز میرے پاس کمپیوٹر میں بھی محفوظ رہیں۔ ان تصاویر کی ایک سی ڈی تیار کر کے مکرم محمد یوسف ایاز صاحب کو دے دی تا کہ ان کے پاس بھی محفوظ رہیں۔

مجاہد ہنگری کے بڑے بیٹے مکرم محمد یوسف ایاز صاحب نے میرے ساتھ اس قدر تعاون اور محبت کا سلوک کیا کہ جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے۔ مکرم محمد یوسف صاحب ایاز کے احسانوں کا تذکرہ کرنا ان کے احسانوں کی وُقعت اور قدر و منزلت کم کرنے کا باعث ہوگا۔ مَیں اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں ہمیشہ دعا گو ہوں۔

یہاں اگر مجاہد ہنگری کے پوتے مکرم محمد یحییٰ ایاز صاحب کے پیار اور محبت بھرے سلوک کا ذکر نہ کروں تو یہ بھی درست نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

2003ء میں مکرم محمد یوسف صاحب جب کینیڈا گئے تو لندن کے جلسہ سالانہ میں یوں شامل ہوئے کہ پاکستان سے سیدھے انگلستان اور پھر وہاں سے کینیڈا۔ انگلستان میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی تو میرے لیے بھی حضور رحمہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی درخواست کی اور باقاعدہ مجھے خط لکھ کر بتایا کہ جو کام آپ نے میرے ذمہ لگایا تھا میں نے وہ انجام دے دیا ہے۔ پھر کینیڈا پہنچ کر بھی مجھ سے باقاعدہ خطوط، فون اور ای میل کے ذریعہ رابطہ رکھا اور ضروری مواد بھجواتے رہے۔ آج جب یہ کتاب تیار ہو چکی ہے تو میں اللہ تعالیٰ کا بہت شکر گزار ہوں کہ اُس نے مجھے ایک عظیم مجاہد کے بارہ میں کچھ لکھنے کی سعادت عطا فرمائی۔ ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست۔

خاکسار
محمد مقصود احمد
مربی سلسلہ
01-05-2010

شجرۂ نسب

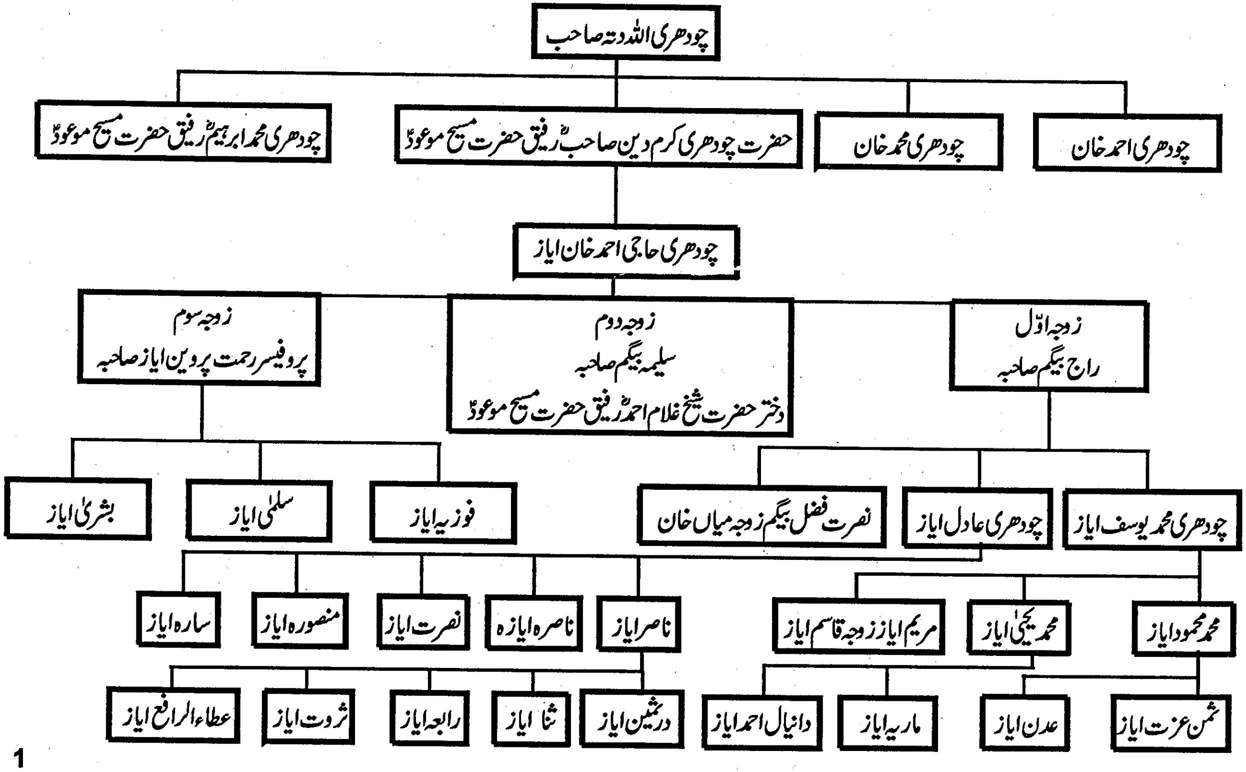
چودھری اللہ دتہ صاحب
چودھری احمد خان
چودھری محمد خان
حضرت چودھری کرم دین صاحبؓ رفیق حضرت مسیح موعودؑ
چودھری محمد ابرہیمؓ رفیق حضرت مسیح موعودؑ
چودھری حاجی احمد خان ایاز
زوجہ اوّل
راج بیگم صاحبہ
زوجہ دوم
سلیمہ بیگم صاحبہ
دختر حضرت شیخ غلام احمدؓ رفیق حضرت مسیح موعودؑ
زوجہ سوم
پروفیسر رحمت پروین ایاز صاحبہ
چودھری محمد یوسف ایاز
چودھری عادل ایاز
نصرت فضل بیگم زوجہ میاں خان
فوزیہ ایاز
سلمیٰ ایاز
بشریٰ ایاز
محمد محمود ایاز
محمد یحییٰ ایاز
مریم ایاز زوجہ قاسم ایاز
ناصر ایاز
ناصرہ ایازہ
نصرت ایاز
منصورہ ایاز
سارہ ایاز
ثمن عزت ایاز
عدن ایاز
ماریہ ایاز
دانیال احمد ایاز
درثمین ایاز
ثنا ایاز
رابعہ ایاز
ثروت ایاز
عطاء الرافع ایاز

1

سوانح

مکرم ایاز صاحب خوبصورت شخصیت کے حامل ایک نہایت سادہ، بے تکلف، مرنجاں مرنج اور عاجزی سے بھرپور وجود تھے۔ شفقت علیٰ خلق اللہ کا مادہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، ہر ایک کے ساتھ بڑی خوش خلقی، نرم رُوئی اور محبت سے پیش آتے تھے۔

کھاریاں میں ایک نوجوان عزیزم مکرم عطاء الرحمٰن صاحب ولد مکرم و محترم صوبیدار (ر) محمد شریف صاحب نے بتایا کہ ان کا مکرم ایاز صاحب کے ساتھ بہت پرانا تعلق ہے۔ باوجود عمروں کے تفاوت کے دوستانہ تعلق ایسا اچھا رہا کہ کبھی بھی مکرم ایاز صاحب کے مزاج میں برہمی، سختی یا اُکتاہٹ محسوس نہیں ہوئی۔ بہت سادہ طبیعت اور غریب پرور تھے، دوسروں کی مشکلات کا سن کر بے چین ہو جایا کرتے اور آنکھیں بھر آتی تھیں اور فوراً ان کی تکالیف دُور کرنے پہنچ جاتے، سچائی ہمیشہ آپ کا طرہ امتیاز رہی، پابند صوم وصلوٰۃ تھے جس کی گواہی تو غیر از جماعت احباب بھی دیتے ہیں جیسا کہ اخبار **Freedom** کے چیف نیوز ایڈیٹر چودھری احسان صاحب نے خط میں بتایا۔ (یہ خط آگے درج کیا گیا ہے)

مکرم عطاء الرحمٰن صاحب عیدین کے موقع پر کچھ چیزیں بنا کر ایاز باغ لے جایا کرتے اور محترم ایاز صاحب بالضرور وہ اشیا کھاتے اور خاص طور پر پکوڑیاں بہت شوق سے کھاتے۔ خاکسار بھی دوران تقرر عیدین کے موقع پر ایاز صاحب کے گھر حاضر ہوتا، تحائف کا تبادلہ بھی ہوتا تھا اور بات چیت بھی چلتی۔ بہت ملنسار اور بے حد مہمان نواز تھے۔

اپنے پوتے یحییٰ ایاز کی شادی پر بہت خوش دکھائی دیتے تھے، وہیل چیئر پر دعاؤں کے ساتھ بارات کو رخصت کیا۔ خاکسار بھی اس شادی میں شامل تھا۔ بارات اسلام آباد گئی جہاں مکرم عادل ایاز صاحب کی بیٹی سے یحییٰ کی شادی ہو رہی تھی۔ بے حد خوش تھے اور بے شمار دعائیں کر رہے تھے۔

آخری عمر میں بھی خاکسار نے ان کی آنکھوں میں جوانی کی چمک دیکھی۔ اپنی زندگی کو بہت اچھے طریق پر استعمال کیا اور بھرپور زندگی کی اور کبھی افسوس میں مبتلا نہیں دیکھے گئے کہ میں بے کار ہو گیا ہوں۔ بس ہر حال میں راضی بہ رضا رہتے تھے اور ہر ایک کا خیال رکھتے۔ ایاز صاحب کی دوستانہ طبیعت کی وجہ سے سب چھوٹے بڑے آپ کے نہ صرف واقف بن جاتے بلکہ آپ کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔

درمیانہ قامت کے سرخ وسپید اور رُعب دار چہرے اور چمکدار آنکھوں والے یہ بزرگ قیامت خیز اور انقلاب انگیز زندگی گزار کر بالآخر 29/اپریل 2001ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حالات زندگی کا اجمالی خاکہ

1909ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت چودھری کرم دین صاحب رضی اللہ عنہ کسانہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے سے نوازا۔ یہ بچہ چونکہ حج کے روز پیدا ہوا اس لیے جب ان کے والد نے جماعت احمدیہ کھاریاں کے جید عالم حضرت مولوی فضل دین صاحب رضی اللہ عنہ (جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین سو تیرہ رُفقا میں سے تھے) سے اس بچے کا نام رکھنے کی درخواست کی تو انہوں نے اس مبارک دن کی نسبت سے ان کا نام ”حاجی احمد خان“ رکھا۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کے مصداق یہ بچہ غیر معمولی طور پر ذہین اور عقلمند ثابت ہوا۔ اوائل عمری میں ہی پڑھائی لکھائی سے غیر معمولی وابستگی ہوگئی اور بی اے کا امتحان دیا تو کامیابی پر کھاریاں کے سب سے پہلے گریجوایٹ ہونے کا اعزاز بھی انہی کو حاصل ہوا۔

1934ء میں لاء کالج دہلی (Law College Dehli) سے قانون کی ڈگری لی۔ ابھی امتحان سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے نوجوانوں کو زندگی وقف کرنے کی تحریک کی۔ ایاز صاحب نے فوراً اس تحریک پر لبیک کہا۔ یوں آپ تحریک جدید کے ابتدائی واقفین زندگی میں سے ایک بن گئے۔ قادیان پہنچنے کا حکم ہوا تو فوراً قادیان حاضر ہوگئے۔ ایاز صاحب کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے بے پناہ عشق تھا اِسی لیے اپنا تخلص ایازؔ رکھ لیا اور حضرت محمود کی نسبت سے آپ ان کے ایازؔ بن گئے۔

قادیان میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آپ کو **1935**ء میں نیشنل لیگ کور (National League Core) کا سالارِ جیش مقرر فرمایا اور پھر خطبات جمعہ میں آپ کے کام پر خوشنودی کا اظہار بھی فرمایا اور آپ کی خدمت کو بے حد سراہا۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خطبہ جمعہ فرمودہ 6 دسمبر 1935ء، الفضل 12 دسمبر 1935ء)

15 جنوری **1936**ء کو دعوت الی اللہ کے لیے ہنگری روانہ ہوئے۔ وقف کے اس تین سالہ دور میں ہنگری، پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں دعوت الیٰ اللہ کا کام کیا اور جماعتی مراکز قائم کرنے کی توفیق پائی۔ الحمد للہ

1938ء میں وقف کی میعاد پوری کر کے قادیان واپس آئے تو حضرت مصلح موعودؓ نے ایازؔ صاحب سے

فرمایا کہ اب آپ گجرات جا کر وکالت شروع کر دیں یوں واپس آ کر مکرم ایاز صاحب نے وکالت شروع کی۔

کھاریاں واپس آ کر فوج میں کمیشن لے لیا اور جلد ہی کیپٹن کے عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ پھر فوج سے سول سروس کے لیے منتخب کر لیے گئے جس کے بعد آپ نے محکمہ ایمپلائمنٹ ایکسچینج وزارتِ محنت میں جنرل مینیجر کے طور پر تقریباً دس سال ملک وقوم کی خدمت کی۔ اسی عرصہ میں آپ کو گورنمنٹ آف پاکستان کی طرف سے بہ سلسلہ ملازمت چٹا گانگ بھی بھیجا گیا جہاں پر تقریباً تین سال مقیم رہے۔

1955ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر گجرات میں وکالت شروع کر دی بعد ازاں ہائی کورٹ لاہور اور اس کے بعد راولپنڈی میں بطور ایڈووکیٹ پریکٹس کرتے رہے۔ 1971ء میں وطن مالوف کھاریاں میں آکر وکالت شروع کر دی۔

1974ء میں جب جماعت احمدیہ کے خلاف ملکی سطح پر ہنگامہ آرائی ہوئی تو اُس نازک وقت میں آپ کھاریاں کے امیر جماعت تھے۔ چنانچہ آپ نے بڑی حکمت اور پامردی سے حالات کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک جماعت احمدیہ کھاریاں کے امیر رہے۔

1985ء میں جلسہ سالانہ لنڈن میں شرکت کے لیے لندن گئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پرانی یادیں تازہ کرنے کے لیے دوبارہ ہنگری اور پولینڈ جا کر احمدیوں سے روابط کے لیے ارشاد فرمایا۔ حکم کی تعمیل کی اور ان ممالک سے لندن واپس آ کر حضور رحمہ اللہ کی اجازت سے پاکستان آ گئے۔

1986ء میں دوبارہ لندن گئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اب آپ رُوس کی تیاری رکھیں اور وہاں جانے کا عزم کریں۔ لندن سے واپس آتے ہی روس جانے کی تیاری میں لگ گئے۔ رُوسی سفارت خانہ سے رابطہ کیا۔ بنیادی معلومات لیں اور کچھ لٹریچر بھی خریدا۔ اُس وقت رُوس جانے کے تمام راستے بند تھے۔ آخر دم تک رُوس نہ جا سکنے کی خلش دل میں رہی کیونکہ جب راستے کھلے تو مکرم ایاز صاحب صاحبِ فراش تھے۔

جنوری 2001ء سے تو مسلسل صاحب فراش تھے۔ دل کے تو پہلے سے ہی مریض تھے لیکن آخری دو تین سالوں میں بطور خاص ٹانگوں کی کمزوری بڑھ گئی تھی لیکن تا دمِ واپسیں اپنے ہوش وحواس میں رہے۔ عیادت کے لیے آنے جانے والوں کو پہچان لیتے اور گفتگو کرتے۔

جب میری تعیناتی بطور مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کھاریاں میں دسمبر 1999ء میں ہوئی تو ملاقاتوں کا طویل اور غیر منقطع سلسلہ شروع ہوا۔ میں نے دیکھا کہ جب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسم گرامی یا تذکرہ آتا تو بے اختیار آنکھوں سے آنسوں رواں ہو جاتے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوتا تو مضطرب ہو جاتے۔

اُس وقت صحت اچھی تھی لیکن چلنے پھرنے سے قاصر تھے لہٰذا اُن کے بڑے بیٹے مکرم یوسف ایاز صاحب وہیل چیئر پر بٹھا کر انہیں بیت الحمد میں نماز جمعہ یا عید پر لایا کرتے تھے۔ بعدازاں حالت زیادہ بگڑنے پر یہ سلسلہ بھی بند ہوگیا۔

فروری 2001ء میں امریکہ سے مکرم ایاز صاحب کی بیٹی سلمیٰ صاحبہ نے فون پر بتایا کہ میں آرہی ہوں تو ان سے کہنے لگے کہ میں تو 30 کو چلا جاؤں گا۔ 29/اپریل کو فوت ہوئے اور 30/اپریل 2001ء کو آپ کی میت ربوہ لائی گئی۔ چونکہ بفضلہٖ تعالیٰ موصی ہونے کا شرف حاصل تھا اس لیے بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

وفات سے کچھ عرصہ قبل ایک کشفی نظارہ سنایا کہ

> :''میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ آسمان پر موجود ہیں کہ حضرت محمود رضی اللہ عنہ مجھ سے کہتے ہیں کہ ایاز اب تم بھی آجاؤ۔''

یوں یہ ایاز اپنے آقا محمودؓ کے پاس 29/اپریل 2001ء کو رات ساڑھے نو بجے پہنچ گیا۔

مکرم ایاز صاحب کو کھاریاں شہر کے پہلے گریجوایٹ، وکیل اور کمیشنڈ آفیسر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ چنانچہ کی وفات پر وُکلا برادری نے اسی نسبت سے خاص طور پر سوگ منایا اور اس دن عدالتیں بند رہیں۔ یوں آپ کے پسماندگان کے ساتھ وُکلا برادری اور اہالیان شہر نے گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کیا اور اس دُکھ میں برابر کے شریک ہوئے۔ مقامی اخبار کھاریاں ٹائمز میں بھی آپ کے بارہ میں مضامین شائع ہوئے۔

بلاشبہ مکرم ایاز صاحب مرحوم ایک نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔ سادہ مزاج اور ملنسار۔ آپ کی ساری زندگی سادگی اور نفاست، علم سیکھنے اور سکھانے، تہذیبی و سماجی ورثہ کی حفاظت میں گزری۔ غالبؔ نے ایسے ہی انسانوں کے لیے لکھا ہے:

؎ سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

29/اپریل 2001ء کو وفات ہوئی اور 30/اپریل کو آپ بہشتی مقبرہ میں پیوند خاک ہوگئے۔ پس یہی حقیقت ہے:

؎ بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

خاندان

مکرم ایاز صاحب کھاریاں کے ایک معروف اور معزز زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ گوجروں کی ایک معروف لڑی کسانہ کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد محترم حضرت چودھری کرم دین صاحب کسانہ رضی اللہ عنہ اور والدہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ ایک نیک سیرت اور پاک دامن جوڑی تھی اور دونوں صاحب رؤیا و کشوف بزرگ تھے۔ آپ کے والد کل چار بھائی تھے۔ ایاز صاحب کے دادا کا نام میاں اللہ دتہ کسانہ تھا۔

والد بزرگوار

ایاز صاحب کے والد مکرم حضرت چودھری کرم دین صاحب کسانہ رضی اللہ عنہ نے 52 سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر اس وقت بیعت کی جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لائے۔ بیعت کے سارے واقعات رجسٹر روایات نمبر 8 میں درج ہیں۔ ذیل میں وہ حالات من و عن درج کئے جاتے ہیں۔

"روایات چوہدری کرم دین صاحب سکنہ کھاریاں ضلع گجرات

تحریر کردہ: چوہدری حاجی ایاز احمد خان بی۔ اے، ایل ایل بی پسر صحابی مذکور از چیکوسلواکیہ:

"جب حضرت صاحب علیہ السلام کے جہلم آنے کے متعلق افواہ تھی اُس وقت تمہاری والدہ (حسین بی بی) کو خواب میں اللہ تعالیٰ سے معلوم ہوا کہ یہ جو شخص جہلم آنے والا ہے اور لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ سچا ہے۔ چنانچہ صبح کو تمہاری والدہ نے مجھے کہا کہ یہ بڑی خوش قسمتی ہوگی اگر تم اس پاک مرد (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی زیارت کرو اور بیعت کرو۔ چنانچہ جس دن حضرت صاحب جہلم پہنچے اُس دن کھاریاں اور دوسرے سٹیشنوں پر اِس قدر ہجوم ایک دن پہلے جمع ہو رہا تھا کہ حضور کو دیکھنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اِس لیے مقدمہ کی تاریخ کے دن تمہاری والدہ نے سحری کے وقت مجھے تازہ روٹی پکا کر دی اور میں کھا کر پیدل جہلم چلا گیا اور کچہری کے احاطہ تک مشکل سے پہنچا۔ چونکہ لوگ کئی کئی حیلے کر کے حضرت صاحب کی شکل مبارک دیکھنے کے لیے ترس رہے تھے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کی کوٹھی پر بہت خوبصورت ڈاڑھیوں والے مولوی لوگ وعظ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

"او خلقتے خدا دیئے! او سچا مہدی او سچا مسیح او بڑی اُڈیکاں والا مسیح! او آ گیا ہے من لو

تے ویلا جے“۔

یعنی اے مخلوق خدا! وہ سچا مسیح موعود اور مہدی مسعود جس کی مدتوں سے انتظار تھی وہ آ گیا ہے۔ اب وقت ہے اس پر ایمان لاؤ۔ ہمارے کھاریاں کے احمدی کچھ دن پہلے جہلم چلے گئے ہوئے تھے کیونکہ وہاں لنگر اور پہرے کا انتظام کرنا تھا۔ حضرت صاحبؑ جب ڈپٹی کی کچہری میں داخل ہوئے تو ایک دو منٹ بعد ہی کمرہ سے باہر آ گئے اور دھوم مچ گئی کہ آپؑ بری ہو گئے ہیں اور بگھی میں بیٹھ کر حضور سٹیشن کو چلے گئے ہیں۔ میں حیران تھا کہ حضور علیہ السلام تک کس طرح رسائی ہو اور بیعت کس طرح کروں؟ چنانچہ معلوم نہیں حضور شہر کی جانب سے ہو کر سٹیشن کو گئے یا دوسرے راستہ کی سڑک سے لیکن میں دوڑ کر سیدھا سٹیشن پہنچا۔ حضور گاڑی میں بیٹھ گئے اور پولیس نے سب آدمیوں کو سٹیشن سے باہر کر دیا۔ جنگلے کے پار جدھر دیکھوں، جہاں تک نظر جاتی تھی آدم ہی آدم نظر آتا تھا۔ جب پولیس نے ہمیں پلیٹ فارم سے باہر نکالنا چاہا تو میری نظر ایک کانٹے والے یعنی ریلوے پوائنٹس مین (Points Man) پر جا پڑی جس کا نام عبداللہ تھا اور وہ موضع بوڑے جنگل کا رہنے والا تھا اور کبڈی اور کشتی لڑنے میں مشہور تھا اور میرا واقف تھا، اُس کو میں نے کہا کہ کوئی تدبیر کرو کہ مجھے پولیس باہر نہ نکالے۔ میں نے قریب ہو کر مرزا صاحب کی زیارت کرنی ہے۔ چنانچہ عبداللہ کانٹے والے نے میرے ہاتھ میں ایک ریلوے جھنڈی دے دی۔ ایک اس کے ہاتھ میں تھی اور دوسری میرے ہاتھ میں اور ہم دونوں اس طرح ٹہلنے لگے جیسے کہ میں بھی ریلوے میں ملازم ہوں۔ اب صرف چند آدمی باقی تھے اور باقی مخلوق جنگلے سے باہر۔ میں نے جھنڈی وہیں پھینکی اور جس ڈبہ میں حضرت صاحب تھے اس کی طرف بڑھا۔ حضرت صاحب نے جیب سے گھڑی نکالی اور فرمایا:

”ابھی تو دس منٹ باقی ہیں آواز دو جس نے بیعت کرنی ہے کر لے“ بیعت کا لفظ حضور کے منہ تھا کہ میں کھڑکی کے پائیدان پر موجود اور آگے بڑھا۔ ایک مولوی صاحب نے باہر نکل کر بیعت کے لیے لوگوں کو آواز دی اور ابھی آواز کے لیے باہر نکلے تھے کہ میں نے ذرا اور آگے سر جھکایا تو حضرت صاحبؑ نے میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا: ”بیعت کرنی ہے“۔ میں نے عرض کیا ”جی صاحب میرے“۔ چنانچہ حضورؑ نے میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے لیا اور کلمہ شہادت پڑھایا اور کئی باتیں جیسے شرک نہیں کروں گا، سچ بولوں گا وغیرہ جواب مجھے یاد نہیں......... مگر جب حضورؑ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ادھر سے ایک مولوی صاحب کی آواز بیعت کے لیے نکلی تو جو لوگ سٹیشن کے برآمدہ میں تھے یا جنگلہ سے باہر وہ سب ٹوٹ پڑے اور جنگلہ پھاند کر ایک آن میں پلیٹ فارم پُر کر دیا اور حضورؑ نے فرمایا ”ان کے بازو پر ہاتھ رکھو“ مگر پہلے تو چار پانچ آدمیوں نے

ہی میری کہنی اور بازو پر ہاتھ رکھے تھے اور اب تو ہجوم تھا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ”اس کے کندھوں اور بازوؤں پر“۔ پس میرا ہاتھ حضرت صاحب کے ہاتھ میں تھا اور باقی نہ معلوم کہاں تک پیچھے کو کندھوں پر ہاتھ رکھنے کا سلسلہ تھا۔

حضرت صاحبؑ نے میرا ہاتھ خوب مضبوط پکڑا ہوا تھا اور آنکھیں تقریباً بند تھیں۔ حضورؑ کی پگڑی برف کی طرح سفید تھی اور سفید پگڑی کے نیچے کلاہ نہیں تھا۔ بلکہ رُومی ٹوپی کی طرح کچھ تھا اور پھندنا بھی سیاہ رنگ کا پگڑی سے باہر کو نکل کر لٹک رہا تھا جو بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔ جب بیعت لے چکے تو حضور نے گھڑی نکال کر دیکھتے ہوئے فرمایا کہ ایک منٹ باقی ہے دوستوں کو گاڑی سے علیحدہ کرنا چاہئے کہ کوئی حادثہ نہ ہو (یہ حضرت اقدسؑ کے اصل الفاظ تو نہیں مگر مفہوم یہ تھا لفظ آگے پیچھے ہوں تو ہوں)۔ چنانچہ لوگ تھوڑے سے گاڑی سے ہٹ گئے لیکن میں نے دروازہ کا ڈنڈا پکڑے رکھا اور گاڑی نہایت آہستگی سے حرکت میں آئی اور میں نے حسرت بھری نگاہوں سے حضور کو دیکھا تو حضورؑ نے ذرا آگے جھک کر میری پشت پر تھپکی دی اور فرمایا ”اچھا خدا نگہبان“۔ (میں نے والد صاحب سے پوچھا کہ یہ لفظ خدا حافظ تھا یا خدا نگہبان۔ تو والد صاحب نے فرمایا کہ خدا نگہبان ہی تھا)۔ چنانچہ حضورؑ کے اتنا فرمانے پر میں پائیدان سے نیچے اتر آیا اور بس کیا سناؤں عجب ہی رنگ اور عجیب ہی سماں تھا! اِس قدر مخلوق قیامت کو ہی نظر آئے تو آئے ورنہ کیا درخت اور کیا زمین مخلوق سے لدے ہوئے تھے“۔

فقط بیعت کے وقت والد صاحب کی عمر 52 سال تھی اِس وقت اُٹھاسی (88) سال ہے۔“

خاکسار

محتاج دعا

حاجی احمد خان ایاز بی۔ اے، ایل ایل بی

مجاہد (تحریک جدید) چیکوسلواکیہ“

(از رجسٹر روایات نمبر 8 صفحہ 80 تا 83)

اس طرح یہ نور اِس گھرانے میں منتقل ہوا۔ لازم تھا کہ آگے یہ نور پھیلتا جس کا انتظام یوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بیعت کے بعد بہت تسلی دی۔ دل میں خواہش تھی کہ کوئی بیٹا ہو کیونکہ پہلے بیٹیاں ہی تھیں بیٹا کوئی نہ تھا جو دین کی خدمت کرتا اور علم و عمل کے نور کو پھیلاتا اور اُس سے آگے نسل در نسل احمدیت پھیلتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کے بعد یہ بیٹا عطا فرمایا جس کا نام حاجی احمد خان رکھا گیا۔ الحمدللہ

والدہ محترمہ

مکرم ایاز صاحب اپنے والدین کی اکلوتی نرینہ اولاد تھے اور اولاد بھی ایسی ذہین وفطین کہ دنیا میں بھی اور دین میں بھی قابل فخر اور لائق رشک۔ والدین بھی سعادت مند اور بیٹا اس سعادت مندی کا مظہر اور دلیل۔ مکرم ایاز صاحب کی والدہ کا نام حسین بی بی تھا آپ بہت بزرگ خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا ایک زندہ تعلق تھا۔ گو اس قدر پڑھی لکھی نہ تھیں لیکن خط لکھ پڑھ لیتی تھیں۔ آپ نے اس عظیم بیٹے کی عظیم والدہ ہونے کا ایک عظیم کردار نبھایا۔ 4 سال کی عمر میں ایاز صاحب کی تعلیم وتربیت کا بندوبست کیا اور پھر اس بات پر نظر بھی رکھی کہ ایاز صاحب کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی ہو، آپ کے دوست احباب صاف ستھرے اور اچھے ہوں، آپ کو اچھا ماحول میسر آئے اور آپ خاندان اور شہر والوں کی نیک نامی کا باعث بنیں اور ایک اعلیٰ، نفیس اور شاندار شخصیت بن کر اُبھریں، آپ کا ایک نام ہو اور نمایاں مقام ہو اور بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ کی والدہ کی یہ خواہش بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

ہمشیرہ محترمہ

دوران تحقیق خاکسار کو مکرم ایاز صاحب کے نام آپ کی ہمشیرہ محترمہ نور بیگم صاحبہ کا ایک خط بھی ملا۔ ایاز صاحب کی والدہ محترمہ کی وفات کے بعد انہوں نے اپنی زندگی اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے لیے وقف کر دی تھی اور حاجی احمد صاحب سمیت سب بہن بھائیوں کو ماں کی طرح پالا پوسا۔ اس خط سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بھائی کی پامردی میں بڑی بہن کا کتنا عمل دخل اور دعائیں تھیں کہ جاری وساری تھیں۔ مکرم ایاز صاحب کو جب پولینڈ سے بھی نکال دیا گیا اور چیکوسلواکیہ میں عارضی پناہ لینا پڑی تو لازماً گھر میں بھی پریشانی ہوئی کیونکہ اخبار الفضل قادیان میں چھپ گیا تھا کہ حاجی احمد خان ایاز کو پولینڈ سے نکال دیا گیا ہے۔ ایسے حالات میں بہن کے دل پر کیا بیتی۔ آپ لکھتی ہیں:

> ”عزیزم حاجی احمد سلامت رہو
>
> السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
>
> آج آپ کا خط ملا بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ کیونکہ پہلے ہم لوگ اخبار میں پڑھ چکے تھے کہ پولینڈ والے لوگوں نے حاجی احمد کو نکال دیا ہے۔ اس واسطے ہم لوگ بڑے غم میں تھے کہ خدا جانے ان لوگوں نے آپ کو کیا تکلیف دی ہوگی یا حاجی احمد کو کتنا رنج پہنچا ہوگا۔ اس غم میں دن رات تھے کہ

> آپ کا خط آ گیا۔ شکر ہے خدا کا کہ آپ راضی خوشی ہیں۔ خدا آپ کو ہمیشہ راضی اور خوشی ہی رکھے اور ہمیشہ کامیابی حاصل کریں اور آپ اپنا سب حال لکھیں تا کہ دل کو تسلی ہو اور ہم تو سب کے سب آپ کے لیے دعا ہی دعا کرتے رہتے ہیں۔ خدا ہماری دعا قبول کرے۔ آپ جس بستی میں جائیں اس بستی کو خدا آپ پر مہربان کرے۔ جس حکومت میں جاؤ اس حکومت کو آپ پر مہربان کرے۔
>
> ہم لوگ تو ہر وقت حاجی احمد کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ غلام احمد آپ کو السلام علیکم کہتا ہے۔ سب برادری کی طرف سے السلام علیکم اور محمد یوسف سکول جاتا ہے۔ یوسف اور عادل کی طرف سے آپ کو درجہ بدرجہ السلام علیکم قبول ہو اور راج بیگم کی طرف سے السلام علیکم۔ میری اور والد صاحب کی طرف سے دعا قبول ہو۔“

اس خط کے اُوپر تاریخ درج نہیں لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ یہ خط مئی یا جون 1938ء کا ہے۔ جبکہ مجاہد ہنگری، پولینڈ سے زبردستی نکال دیئے جانے کے بعد چیکوسلواکیہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے اور پھر ویزہ کی مدت نہ بڑھنے اور جنگ عظیم دوم شروع ہو جانے کی وجہ سے تبلیغ کام کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ چنانچہ 1938ء کو بحکم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مکرم ایاز صاحب واپس قادیان پہنچ گئے۔

کھاریاں میں مقام

مکرم حاجی احمد خان صاحب کو کھاریاں میں ایک نمایاں مقام حاصل تھا کیونکہ آپ علاقہ بھر کے پہلے گریجوایٹ اور ایل ایل بی تھے۔

آپ کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ کھاریاں میں عدالتوں کا قیام بھی آپ ہی کی کوششوں سے عمل میں آیا۔ مشرقی محلّہ میں ایاز باغ کے قریب آپ نے ہی سب سے اوّل اپنی اراضی پر عمارت تعمیر کروا کر عدالت کا کام جاری کروایا تھا۔ بعد میں حکومت کی طرف سے جگہ ملی تو جی ٹی روڈ کے کنارے عدالتوں اور چیمبرز کا ایک سلسلہ قائم ہوا لیکن اس کی ابتدا بہر حال آپ نے ہی کی۔

آپ اس قدر غریب نواز تھے کہ کوئی بھی غریب آپ کے پاس آتا تو اس کی مدد ضرور کرتے۔ نہ یہ دیکھتے کہ اپنے پاس کچھ رہ جائے گا یا نہیں اور نہ یہ سوچتے کہ امداد کے لیے آنے والا دوست ہے یا دشمن۔

رات کو سوتے وقت اپنی جیبیں خالی رکھتے اور کہا کرتے کہ رات کو سوتے وقت میری جیب میں کوئی رقم موجود نہیں ہونی چاہئے کیونکہ مجھے یہ احساس رہتا ہے کہ جیسے کسی غریب کو کچھ نہیں دیا اور میں نے خود اپنے ہی پاس سب کچھ رکھ لیا ہے۔ یہ عادت وفات تک قائم رہی۔

ہر سماجی کام کے لیے ایاز باغ کے احاطے وقف رہتے۔ کسی کی شادی ہوتی یا وفات تو لوگ یہ جگہ استعمال کرتے۔

آپ کی ساری اولاد اور آگے ان کی اولاد ایک مثالی اولاد کے اوصاف نمایاں اپنے اندر رکھتی ہے اور اپنے بزرگوں کی صفات حسنہ کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

حاجی احمد خان ایاز بطور مجاہد ہنگری

خلافتِ ثانیہ کا تیئسواں سال جا رہا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یورپ میں احمدیہ مشنز کی ابتدا فرمائی اور سب سے پہلے ہنگری میں مبلغ بھجوایا۔ چودھری حاجی احمد خان صاحب ایاز بی۔ اے، ایل ایل بی ہنگری کے پہلے مبلغ تھے جو حضرت مصلح موعودؓ کے حکم سے 16 جنوری 1936ء کو اس مقدس مشن پر قادیان سے روانہ ہوئے اور 21 فروری 1937ء کو ہنگری کے دارالحکومت بوڈاپسٹ پہنچے۔ روانگی سے ایک روز قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے دستِ مبارک سے مندرجہ ذیل الفاظ لکھ دیئے:

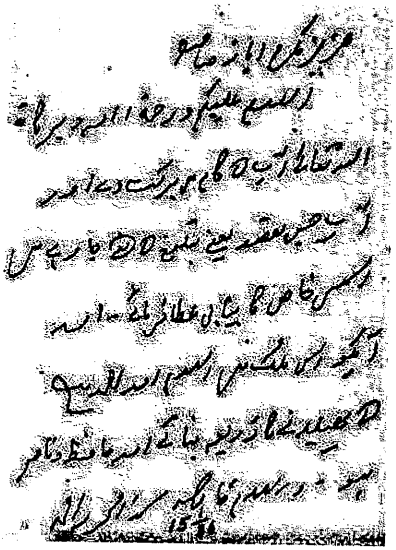

”عزیزم مکرم ایاز صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ آپ کے کام میں برکت دے اور آپ جس مقصد یعنی تبلیغ کے لیے جا رہے ہیں اس میں خاص کامیابی عطا فرمائے اور آپ کو اس ملک میں اسلام اور احمدیت کے پھیلانے کا ذریعہ بنائے

اور حافظ و ناصر ہو۔ والسلام

خاکسار۔ مرزا محمود احمد 15.1.36‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور حاجی احمد خان صاحب ایاز کو ہنگری میں نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔ چنانچہ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ:

> ’’آپ کی تبلیغی سرگرمیاں بہت خوش کن ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی بلند ہمتی میں اَور اضافہ کرے اور خدمت دین کے لیے بیش از بیش خدمات کا موقع دے‘‘۔

(الفضل 31 جنوری 1937ء، صفحہ 8 کالم 1)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید و نصرت اور افضال کی بارش ہوئی تو ہنگری کے پریس میں شور مچ گیا۔ اخبارات میں زور شور سے حاجی احمد خان ایاز صاحب اور اسلام کا چرچا ہونے لگا جس کا بعد کے صفحات میں تفصیلی ذکر آئے گا۔

چنانچہ وہاں کے ایک رسالہ Szekelyseg نے
’’مسلم ڈیلیگیٹ کے نام ایک کھلی چٹھی‘‘
شائع کی جس میں لکھا کہ:

> ’’ہمیں مذہب سے کوئی سروکار نہیں اور ہم اسلامی پراپیگنڈہ کا اس قدر شور برداشت نہیں کر سکتے‘‘۔

اس کے جواب میں ایاز صاحب نے ہنگری کے تین لیڈروں سے اس رسالہ کے ایڈیٹر کے نام چٹھیاں لکھوائیں اور اپنے مضامین کی چند کاپیاں دیگر اخبارات میں بھی بھجوا دیں۔ اس پر رسالہ کے ایڈیٹر نے ایاز صاحب کے پاس اپنا نمائندہ بھیجا کہ دراصل ہم بھی اسلام کے حامی ہیں ہم تو صرف آپ کی توجہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

(ملخص از الفضل 21 جنوری 1937ء صفحہ 8 کالم 4)

ہنگری کے ابتدائی احمدی

ایاز صاحب نے لیکچرز، انفرادی رابطے، لٹریچر، دعوت و مباحثات، سوال و جواب کے ذریعہ نیز مضامین شائع کر کے ہنگری کے طول و عرض میں اسلام احمدیت کا پیغام باحسن پہنچایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دعاؤں کی تاثیر سے ایک سال کے قلیل عرصہ میں ہنگری میں ایک نومسلم احمدی جماعت قائم ہوگئی جن میں سے چیدہ چیدہ

نام یہ ہیں:

۱- 10/اپریل 1936ء کو Juluis Avar نامی کیتھولک عیسائی ڈاکٹر احمدی ہوئے۔ جن کا اسلامی نام ''محمد احمد ظفر'' رکھا گیا۔

۲- محمد قاسم بن ابوزیدہ دمشقی جو عرب فوج کے ایک افسر تھے۔

۳- خالد سٹیفن پونگو جو جماعت احمدیہ بوڈاپسٹ کے پہلے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔

۴- مسٹر Foyta Istvan بمعہ اہل وعیال احمدی ہوگئے۔ یہ ہنگری کی سب سے منظم سوسائٹی Turan Unim کے جنرل سیکرٹری تھے۔

۵- بوسنیا ہرزوگوینا کے سابق گورنر کی بیٹی میڈم Aramluna Kulajta احمدی ہوئیں۔

۶- Kostyal خاندان کے اہم افراد جو فوج میں لیفٹینٹ کرنل تھے Nafiy Lajos اور Nagy Hassan احمدی ہوئے جو کوآپریٹو سوسائٹی کے انسپکٹر بھی تھے۔

۷- Orban Balajn جن کا اسلامی نام مصطفیٰ رکھا گیا ایک پُر جوش احمدی ثابت ہوئے۔

۸- مولوی محمد اسماعیل صاحب جو مسلمانانِ ہنگری کے نائب مفتی تھے، احمدی ہوئے۔

۹- Mr. Kalla Istran Habibe جو فرانس میں حکومت ہنگری کے سابق ریڈیو ڈائریکٹر تھے احمدی ہوئے۔

۱۰- سیّد گل آغا احمد صاحب تاجر اور آوڑنج عبداللہ صاحب سوداگر لیڈر مسلمانان ہنگری احمدی ہوئے۔

ایک سال کے عرصہ میں ایاز صاحب نے بڑی جاں فشانی سے کام کر کے لوگوں کے دلوں میں انقلاب پیدا کیا اور ہنگری میں وہ خدمات سرانجام دیں کہ ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

باب دوم

پیدائش اور وجہ تسمیہ

کیپٹن حاجی احمد خان صاحب ایاز 1909ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے ایک صحابی حضرت چودھری کرم دینؓ صاحب کسانہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ چونکہ حج کا روز تھا تو کھاریاں کے سب سے پہلے احمدی حضرت مولوی فضل دینؓ صاحب نے فرمایا کہ ''یہ تو اپنا نام خود لے کر آیا ہے۔'' چنانچہ آپ کا نام ''حاجی احمد خان'' رکھا گیا۔

حضرت مولوی فضل دین صاحبؓ ایک متبحر عالم، حافظ قرآن اور بہت بزرگ عالم باعمل انسان تھے۔ سارا شہران کے علم وفضل کو جانتا اور مانتا تھا، بہت عبادت گزار تھے، زیادہ وقت مسجد میں ہی گزارتے تھے۔ انتہائی بچپن میں ہی ایاز صاحب کی والدہ انہیں مسجد بھیج دیا کرتی تھیں۔ آپ حضرت مولوی فضل دین صاحبؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر نوافل اور نمازیں پڑھا کرتے اور حضرت مولوی صاحبؓ کی اہلیہ حضرت بی بی زینب بیگم صاحبہ آپ کو قرآن کریم پڑھاتی تھیں۔ آپ نے قرآن کریم کا پنجابی ترجمہ بھی انہی سے پڑھا۔

ابتدائی تعلیم

ایک استاد عالم شاہ صاحب نامی بھی اسی محلّہ میں رہائش پذیر تھے جو خالصہ سکول میں پڑھاتے تھے۔ ایاز صاحب کی والدہ نے ان سے کہا کہ اس بچہ کو بھی سکول لے جایا کریں۔ چنانچہ جب ایاز صاحب سکول جانے کے قابل ہوئے تو شاہ صاحب ان کو سکول لے جاتے۔ ان کی والدہ شاہ صاحب کو دودھ اور لسی بھجوا دیتی تھیں اور کبھی پراٹھا بھی بھیج دیتی تھیں۔ مکرم ایاز صاحب بیان کرتے ہیں کہ:-

> ''میں پانچ سال کا تھا تو شاہ صاحب مجھے گھر سے سکول ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک روز میں سکول نہ گیا تو وہ سکول سے ہمارے گھر آئے اور مجھے چھڑی سے ہلکا سا مارا اور ساتھ لے گئے۔ اس کے بعد میں نے کبھی سکول سے ناغہ نہیں کیا۔ یوں مجھے بلاناغہ سکول جانے کی عادت ہوگئی''۔

ایاز صاحب کے والد حضرت چودھری کرم دین صاحبؓ اپنے اکلوتے بیٹے کی سکول سے غیر حاضری پسند نہ کرتے تھے بلکہ سکول سے واپسی پر ان کے ایک ہندو استاد خزاں چند صاحب سے پڑھائی کے بارہ میں رپورٹ بھی لیا کرتے تھے۔ ایاز صاحب نے بتایا کہ:-

> ''چودھری فضل الٰہی صاحب سابق صدر پاکستان مجھ سے بڑے تھے اور اُس وقت نویں

جماعت میں پڑھتے تھے۔“

ایاز صاحب شروع میں حساب میں کمزور تھے لیکن الجبرا اور جیومیٹری میں ٹھیک تھے۔ اس بارہ میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ:-

> ”میں حساب میں کمزور تھا۔ حساب کے ٹیچر ماسٹر سراج الدین غوری صاحب نے مجھے ایک دن مارا اور میری پسلی پر سخت ضرب آئی۔ میں رو پڑا اور ان سے کہنے لگا کہ مجھے نہ ماراکریں کیونکہ میرا الجبرا اور جیومیٹری اچھی ہے۔ جب انہوں نے میرے کہنے پر ٹسٹ (Test) لیا تو واقعتاً یہی بات تھی جس پر انہوں نے مجھے مارنا ترک کر دیا۔“

بہ طور استاد

میٹرک کرنے کے بعد خالصہ سکول میں ہی ابتدائی طور پر ایاز صاحب کو استاد کی نوکری مل گئی۔ وہاں آپ نے منشی فاضل کا کورس ایک استاد ماسٹر محمد خان ولایتی صاحب کے ساتھ مل کر پڑھا لیکن دیکھا کہ بعض اساتذہ ایف اے کی تیاریاں کر رہے تھے تو ایاز صاحب نے بھی ایف اے کی تیاری شروع کر دی۔

ایف۔ اے

ایاز صاحب نے پرائیویٹ ایف۔ اے کر لیا۔ چونکہ ایف۔ اے اچھے نمبروں سے کیا تھا اس لیے اچھی نوکری کی اُمید پیدا ہو گئی۔

ریلوے میں گارڈ

آپ کو کہیں سے معلوم ہو گیا کہ ریلوے گارڈ کی بھرتی کے لیے انٹرویو ہو رہے ہیں۔ آپ نے وہاں انٹرویو دینے کا فیصلہ کیا۔ انٹرویو دیا اور دو امیدوار منتخب ہوئے، ایک ”کپور سنگھ“ نامی سکھ تھا اور دوسرے ایاز صاحب۔ ابھی آخری انٹرویو ہونا باقی تھا۔ چنانچہ لاہور میں فائنل انٹرویو میں پاس ہونے پر آپ یورپین گریڈ گارڈ منتخب ہو گئے۔ اس دوران ایاز صاحب کے بہنوئی کرم خان صاحب، جو پولیس سارجنٹ تھے، نے آپ کو پولیس میں بھرتی ہونے کا مشورہ دیا۔ آپ کو یہ محکمہ پسند نہ تھا اس لیے آپ ادھر نہ گئے اور ریلوے گارڈ بھرتی ہو گئے۔

بی اے۔ ایل ایل بی

دوران ملازمت آپ نے بی اے کا پرائیویٹ امتحان بھی دیا جو خدا کے فضل سے اچھے نمبروں سے پاس

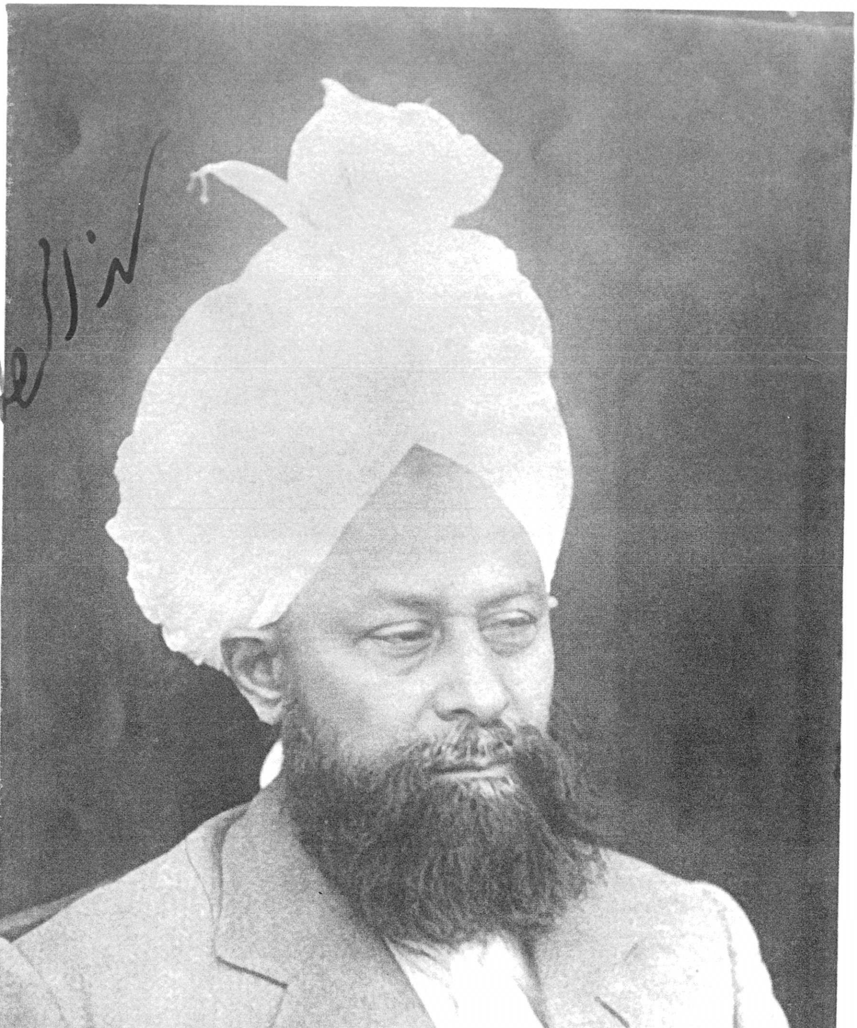

حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسیح الثانی

کرکے ایل ایل بی میں داخلہ کے لیے لاہور گئے۔ اس وقت داخلہ کی تاریخ گزر چکی تھی چنانچہ آپ دہلی چلے گئے اور وہاں داخلہ لے لیا۔ اخراجات برداشت نہ کر سکتے تھے اس لیے کہ والد صاحب تو زمیندار تھے لیکن والد صاحب نے فرمایا کہ ایل ایل بی ضرور کرنا ہے۔ چنانچہ ایاز صاحب بیان کرتے ہیں کہ:-

> ”دہلی میں بابو اعجاز حسین صاحب، جو امیر جماعت احمدیہ تھے، سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا میرے پاس کوارٹر تو ہے لیکن ہے سینما کے پاس اور آپ نے پڑھائی کرنا ہوتی ہے دیکھ لیں۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں میں رہ لوں گا۔ وہاں سے کالج تین میل کے فاصلہ پر تھا لیکن میں پیدل کالج جاتا تھا۔ کالج میں ہمارے تین پروفیسر تھے، پرنسپل ایم۔ ایس شاہانی، خواجہ سرور حق صاحب اور **Mr. K.M. Monjhi** اور 60 طلبا تھے۔ میں نے وہاں سے تعلیم شروع کی اور لائبریری سے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ دوران تعلیم ایک کتاب بھی لکھی جو قانون میں تعلیم حاصل کرنے والوں کے لیے بڑی ممد ومعاون ثابت ہو سکتی تھی۔ چنانچہ ایک پریس والے سے بات کی اور وہ اسے کوٹ کرنے پر تیار ہو گیا۔ اس کی اشاعت سے جہاں میری شہرت ہوئی وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے اخراجات کا بھی بندوبست ہو گیا“۔

یوں بھرپور محنت، توجہ اور اخلاص کے ساتھ پڑھائی جاری رہی اور ایل ایل بی کا آخری امتحان بھی دے دیا۔ اسی دوران آپ امیر صاحب دہلی کی کوٹھی پر، جو نواب لوہارو کی کوٹھی کے نام سے مشہور تھی، جمعہ ادا کرنے جایا کرتے تھے۔ دہلی کے تمام احمدی احباب وہیں جمعہ کے لیے اکٹھے ہوا کرتے تھے یوں سب احمدیوں سے ملاقات ہو جاتی اور مرکز سے آمدہ تازہ ترین اطلاعات اور حالات سے بھی آگاہی ہو جاتی۔

وقفِ زندگی

جن دنوں ایاز صاحب دہلی لاء کالج میں ایل ایل بی کر رہے تھے تو آپ مکرم حضرت بابو اعجاز حسینؓ صاحب کے گھر جمعۃ المبارک ادا کرنے گئے۔ حضرت بابوؓ صاحب نے اس دن خطبہ جمعہ کے طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک خطبہ جمعہ الفضل سے پڑھ کر سنایا جس میں حضورؓ نے فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ (سورۃ الجمعہ) کی تفسیر کرتے ہوئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو زندگیاں وقف کرنے کی تحریک فرمائی۔ نیز والدین کو تحریک فرمائی کہ اپنے بچے وقف کریں۔ 1934ء کے احراری فتنہ کے مقابل پر آپؓ نے تحریک جدید کا اجراء فرمایا اور یہ تحریک پیش فرمائی کہ:-

> ”میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے“۔

محمود کے اس ایاز نے جیسے جیسے یہ خطبہ سنا دل کی دنیا اور ہوتی گئی۔ باوجود دینی تعلیم کم ہونے کے آپ یہ مصمم ارادہ کر چکے تھے کہ اس تحریک میں خود کو پیش گویا کر ہی دیں۔ ایاز صاحب نے فوراً حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں وقف زندگی کا خط لکھ دیا۔ ابتدا میں وقف تین سال کی مدت کا تھا۔ وقف کے لیے آپ نے 13/اکتوبر 1934ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں خط لکھا کہ:

> ‘‘میرا نام بھی واقفین زندگی میں لکھ لیا جائے اور جس وقت اور جس خدمت کے لیے مجھے بلایا جائے گا میں انشاء اللہ جان قربان کرنے کے لیے حاضر ہو جاؤں گا’’۔ (مجاہد ہنگری صـ 2)

آپ کی درخواست قبولیت کا شرف پا گئی اور یہ ایازِ محمود سرشار ہو گیا کہ اب بلاوا آیا کہ اب آیا۔ الحمد للہ ان کا وقف قبول ہوا۔ وقف کی منظوری کے فوراً بعد ایاز صاحب حضرت مصلح موعودؓ کی زیارت کے لیے قادیان حاضر ہوئے اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔

مئی 1935ء میں وکالت کا آخری امتحان دیتے ہی ریلوے میں بطور گارڈ دوبارہ نوکری شروع کر دی۔ ساتھ ساتھ انتظار بھی تھا بلاوے کا کہ جیسے ہی بلاوا آئے گا دل و جان حاضر کر دیئے جائیں گے۔ چند دن بعد ہی حکم آ گیا کہ فوراً قادیان آ جاؤ۔ اس مطیع و فرمانبردار نے فوراً ملازمت سے استعفیٰ دیا اور بہ دل و جان قادیان حاضر ہو گیا۔

قادیان میں آپ کو عربی اور حکمت کی ایک کتاب کے چند اسباق پڑھنے کے مواقع میسر آئے۔ وہیں 17 جون 1935ء کو آپ کا ایل ایل بی کا نتیجہ بھی آ گیا۔ اللہ کے فضل اور حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی دعاؤں سے آپ نے یہ امتحان پاس کر لیا۔ اب آپ ایک وکیل تھے۔ آپ اپنے والدین کی اکلوتی نرینہ اولاد تھے اور ابھی تک اپنے وقف زندگی کے بارہ میں ان کو بتایا نہ تھا مبادا انہیں کوئی پریشانی ہو۔ قادیان میں قیام کے دوران بیمار پڑ گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی اجازت سے واپس کھاریاں تشریف لائے۔ تپ محرقہ بڑھ گئی حتیٰ کہ بات مایوسی تک پہنچ گئی۔ سارے کھاریاں میں صرف آپ ہی اس وقت ایل ایل بی بھی تھے۔ سارے کھاریاں کو دُکھ تھا کہ ایک پڑھا لکھا نوجوان اس کسمپرسی کی حالت میں پڑا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ آج وقت تھا کہ وہ عقدہ جو ایاز نے ابھی تک عقدہ رکھا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے وَاللّٰہُ مُخْرِجٌ مَّا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ کے تحت کھول کر آشکار کر دیا۔ چنانچہ ایاز صاحب نے ایک لمبی وصیت لکھوائی۔ آپ نے لکھوایا کہ:-

> ‘‘میں نے تمام زندگی دین کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔ خواہش تھی کہ میں یورپ جا کر تبلیغ کرتا اور خیر اب بھی خدا کی طاقتوں پر ایمان ہے وہ قادر جو کچھ کرے کر سکتا ہے۔’’ (مجاہد ہنگری صـ 3)

اس وصیت سے تمام اہل خانہ کو معلوم ہو گیا کہ آپ زندگی وقف ہیں۔ اس بیماری سے معجزانہ شفا ملی تو

آپ نے اپنی اہلیہ اور والد محترم کو ان الفاظ سے وقف زندگی کے متعلق اٹوٹ فیصلہ سنا دیا کہ:-

> ”میری بیماری جاتی رہی اور خدا تعالیٰ نے مجھے دوبارہ زندگی اس لیے عطا کی ہے کہ میں اس نئی زندگی کو اس کے خلیفہ کی اطاعت اور دین کی اشاعت کے لیے صرف کر دوں۔ وہ تمہارا حاجی احمد تو مر گیا بس اب ایاز باقی رہ گیا ہے۔ اب مجھے زندگی وقف کرنے سے کوئی نہ روکے۔“ (مجاہد ہنگری صـ 4)

اس شدید بیماری نے کمزور ضرور کر دیا تھا لیکن یہ جسمانی کمزوری ایمانی قوت کو کمزور اور جذبہ خدمت کو سرد نہ کر سکی اور ایاز کے دل میں یہ جوت جگی ہوئی تھی کہ اے کاش! مجھ میں قوتِ پرواز ہو تو میں اُڑتے ہوئے اپنے محمود تک جا پہنچوں۔ 10/اگست تک یہ بیماری رخصت ہو چکی تھی اور تحریک جدید قادیان کے انچارج کا حکم نامہ پہنچ چکا تھا کہ 11/اگست کو قادیان دارالامان میں حاضری دی جائے۔ ایاز کو محمود تک پہنچنے کا پروانہ بہانہ ہی تو چاہیے تھا اُڑتے ہوئے پہنچا اور قادیان میں ضروری تربیت میں مشغول ہو گیا۔ اسی تربیت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے درس قرآن سب سے اہم چیز تھے۔ جن سے ایاز صاحب نے قرآنِ کریم سے محبت کی ایک نئی لو اپنے دل میں لگتی ہوئی اور ایک نئی بے قرار شمع اپنی روح میں جلتی ہوئی محسوس کی۔ یہ وہی لو اور شمع تھی جس نے بعد میں ہنگری کے ظلمات میں اُجالے کرنے تھے۔

پہلی بڑی خدمت یا امتحان

13/نومبر 1935ء کا سورج ایاز صاحب کے لیے نئے اُفق کے دریچے وا کرتا ہوا طلوع ہوا۔ اس اطاعت گزار، فرمانبردار اور طبعاً تابع فرمان نوجوان ایاز نے زندگی وقف کر کے اپنے اوپر برکات کے دروازے اور فیوض و انوار کے چشمے جاری کروا لیے تھے۔ صدر نیشنل لیگ کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایاز صاحب کی خدمات نیشنل لیگ کے سپرد کر دیں۔ گو یہ کام مستعار تھا لیکن ایاز صاحب نے اسے خوب نبھایا۔

نیشنل لیگ میں انتھک، دن رات جانفشانی سے کام کر کے ایک کور قائم کی اور ایک مرتبہ تو چار دن رات مسلسل باوردی کام کرتے ہوئے جاگ کر گزارے اور اس کا صلہ موقع پر ہی اللہ تعالیٰ نے یوں دیا کہ نیشنل لیگ کور کا کور کمانڈر یعنی سالارِ جیش اور نگران اعلیٰ بھی ایاز صاحب کو ہی مقرر کر دیا گیا۔ آپ کے سپرد رضا کاروں کی تربیت، دستوں کی قیادت، کیمپوں اور پہروں کی نگرانی و معائنہ اور مقاماتِ مقدسہ و شعائر اللہ کی حفاظت تھی۔ ان سات سو رضا کاروں میں ہر ایک اپنے کور کمانڈر کے حکم کے ماتحت تھا لیکن ساتھ ہی اپنے جذبۂ ایمانی کی وجہ سے اپنی جان ہتھیلی پر لیے ہوئے تھا۔

13/اکتوبر 1935ء سے 8 دسمبر 1935ء تک کے قلیل عرصہ میں اس پچیس سالہ نوجوان نے انتھک

محنت اور ذمہ داری سے فرائض کی انجام دہی کر کے اپنے آقا کے دل میں جگہ بنالی تھی۔ 6/دسمبر 1935ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت محمودؓ نے اپنے ایاز کی نسبت یوں فرمایا:۔

> ”ہماری مساجد کے سارے پریذیڈنٹوں کو نیشنل لیگ کے ایک سالارِ جیش نے شکست دے دی اور ساتھ ہی اس احمدی لڑکے نے ثابت کر دکھایا ہے کہ جماعت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے نوجوان موجود ہیں کہ جب کام کا وقت آئے تو خواہ حالات کچھ ہوں وہ کام پورا کر کے دکھا سکتے ہیں۔ مجھے اس امر کا خیال کر کے کہ ہمارے نوجوانوں میں وہ روح موجود ہے کہ اگر اسے اُبھارا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان میں ایسے افراد موجود ہیں جو ہر قربانی کر کے کام پورا کر دیں گے۔ اِس قدر خوشی ہوئی ہے جیسے کہتے ہیں کہ فلاں کو بادشاہت مل گئی۔ یہ ایک مثال ہے ورنہ بادشاہت اُس رُتبہ کے مقابل پر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔ حقیقتاً میرا دل اُس نوجوان کے کام سے اتنا خوش ہے کہ باوجود اِس کے کہ اُس سے غلطیاں ہوئیں اور بیسیوں شکایات میرے پاس پہنچیں پھر بھی میرا دل خوشی سے اتنا بھرا ہوا تھا کہ مجھ پر اِن شکایات نے کوئی اثر نہیں کیا۔

(الفضل 12 دسمبر 1935ء)

یہ وہ غیر معمولی اعتماد تھا جس کا اظہار محمود نے ایاز پر کیا اور ایاز کو اس قابل بنادیا کہ دین کی راہ میں مشکل ترین حالات سے مردانہ وار گزر جانے اور مخالفتوں کے پہاڑوں سے ٹکرا جانے کا حوصلہ اور عزم صمیم اپنے اندر پیدا کر لیتا۔ سو ایسا ہی ہوا۔ بعد کے حالات نے بتادیا کہ کس طرح ایاز صاحب نے اپنی عالی حوصلگی، محنت، لگن اور دعاؤں سے اشاعت اسلام کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے تبلیغ اور اشاعت اسلام احمدیت کے نت نئے راستے وضع کئے اور نئی منازل تعمیر کیں۔ آپ نے ہر موڑ پر اسلام احمدیت کے دامن سے ایسی دلی وابستگی رکھی کہ نہ صرف خود کو ساری عمر کے لیے خدمت دین کی راہ وقف کر دیا اور ہر دم وقف رکھا بلکہ اپنی اولاد کو بھی اسی منزل کے راستے دکھائے اور یہ ثابت کر دیا کہ:

کون کہتا ہے مسافر کی کوئی منزل ہے
ہم تو ہر گام پہ منزل ہی نئی بوتے ہیں
(منیبؔ)

ایاز اور عشق الٰہی

جس نے الٰہی عشق کا مزا نہ چکھا ہو وہ اپنی زندگی وقف نہیں کر سکتا۔ ایاز صاحب کی زندگی میں متعدد مقامات ایسے آتے ہیں جہاں کہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کو اپنے لیے خالص کر کے آزمایا، کہیں اس کو اپنی محبت دے کر آزمایا، کہیں بھوک سے آزمایا، کہیں جانوں اور مال کی کمی سے آزمایا۔ لیکن ہر جگہ ایاز صاحب نے:۔

حَسْبُنَا اللّٰہُ، حَسْبُنَا اللّٰہُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ

کا نعرۂ دلربا لگایا اور کبھی کسی تکبر، انا اور خود غرضی کو دین اسلام کی اشاعت کی راہ میں روک نہ بننے دیا۔ آگے سے آگے بڑھتا ہوا یہ سالارِ جیش اب سالار بھی خود تھا اور جیش بھی خود ہی۔

تپ محرقہ جیسی مہلک بیماری کے حالات میں اللہ تعالیٰ کی طاقتوں پر کامل ایمان رکھنا اور پھر اس یقین کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا آپ کو معجزانہ طور پر اچانک شفا بخش دینا، اپنے والد صاحب کا اکلوتا بیٹا ہونے کے ناطے ان کو تسلی دیتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مثال دے کر کہنا کہ:۔

> ”دیکھئے! اولاد مر بھی جاتی ہے اور بعض کے لڑکے کسی جرم کے ارتکاب کی وجہ سے کالے پانی چلے جاتے ہیں یا تین چار سال قید ہی ہو جاتے ہیں۔ مگر کیا ہی خوش قسمت ہے وہ باپ جو اپنے اکلوتے لڑکے کو خدا کے حوالے کر دے کیونکہ خدا کی راہ میں گیا ہوا لڑکا اس دنیا میں نہ ملے تو اگلے جہان میں ضرور مل جاتا ہے“۔ (مجاہد ہنگری صہ 7)

یہ وہ غیر متزلزل یقین تھا جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایاز صاحب کو تھا۔ پھر ہنگری کے رستہ میں اور ہنگری میں پہنچ کر بھی عشق الٰہی کی وہ داستانیں ایاز صاحب نے رقم کیں جو بڑی دل نشین اور تقویتِ ایمان و ازدیادِ یقین کا باعث ہیں جس کی ایک مثال بڑی ہی خوبصورت ہے۔ ہوا یوں کہ گورنمنٹ ہنگری کا روزنامہ سرکاری آرگن **Fugetlenseng** کے **14** جون **1936**ء کے سنڈے ایڈیشن **(Sunday Edition)** میں آپ کی تصویر کے ساتھ ایک طویل مقالہ احمدیت کی تائید میں شائع ہوا جس میں اخبار کے ایڈیٹروں نے انٹرویو کرتے ہوئے ایک سوال بھی پوچھا۔ وہ سوال اور جواب ملاحظہ ہو:

> ”سوال: اخباروں نے لکھا ہے کہ تم سارے ہنگری کو مسلمان بنانا چاہتے ہو۔ کیا یہ ایک مشکل مہم اور دُشوار اقدام نہ ہوگا؟ ہم نے سوال کیا۔
>
> جواب: نہیں یہ کوئی بڑی بات نہیں۔“ اس نے جواباً کہا: ”میں بھی ایک خدا پر ایمان رکھنے والا مجاہد ہوں اور ماجر لوگ بھی ایک ہی خدا کو مانتے ہیں اس لیے ملک مجرستان کا اسلام قبول کر لینا

بعید از قیاس نہیں۔''

(Fugetlenseg۔14 جون 1936ء)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایاز صاحب کا عشق الٰہی کا ہتھیار بہت کارگر رہا۔ پھر ایاز صاحب نے ہنگری کے قومی ترانہ کی بات کرتے ہوئے اخبار کو بتایا کہ اس میں بھی ایک خدا کا ذکر ہے۔

Hiszek Egy Istenben!

Hiszek Egy Hazaban!

Hiszek Egy Isteni Orko Igozsagban

Hiszek Magyarorszag Fdtomadroaban, Amen.

ترجمہ: ''میں ایک خدا پر یقین رکھتا ہوں۔ میں ایک وطن پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں اس واحد خدا کے ازلی ابدی انصاف پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں مجرستان کے دوبارہ احیاء و عروج پر یقین رکھتا ہوں۔ آمین''

(Fugetlenseg - 16 June 1936)

خود تو ایاز صاحب عشق الٰہی سے مخمور تھے ہی لیکن ماجر قوم کی دُکھتی رگ پر بھی آپ نے ہاتھ رکھا اور ایک ماہر نباض کی طرح ان کی بیماری تشخیص کر لی اور ان کے دل جیت لیے۔ گویا عشق الٰہی وہ بنیادی بات ٹھہری جس نے ماجر قوم کو اس نوجوان کا گرویدہ کر دیا۔

ایاز اور عشقِ قرآن

عاجزی اور انکسار کو نوجوانی میں اپنا کر اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کرنے والے ایاز صاحب نے قرآن کریم سے بے پناہ محبت کی اور ہر موقع پر راہنمائی اسی سے حاصل کرتے تھے۔ ان کے روزنامچے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں جگہ جگہ قرآن کریم کی مختلف آیات لکھی ہوئی ہیں۔ لگتا ہے کہ جب قرآن کریم کی کسی آیت پر غور کرتے تو اسے روزنامچہ میں بھی درج کر لیتے تھے اور اس کے بارہ میں گہرے تدبر سے کام لے کر لوگوں تک اس آیت کا پیغام آسان کر کے پہنچاتے بھی تھے۔ لیکن عاجزی ایسی کہ لکھتے ہیں:-

> ''......قادیان حاضر ہو کر تبلیغی ٹریننگ حاصل کرنے میں مصروف ہو گیا لیکن اصل چیز جو میں نے اِس عرصہ میں سیکھی وہ یہ تھی کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ (حضرت مصلح موعودؓ۔ ناقل) نے جو درس قرآن کے دیئے ان کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے کسی قدر فہم قرآن عطا فرما دیا اور

غور و تدبر کی عادت ہو گئی"۔ (مجاہد ہنگری صہ 7)

1936ء کے روزنامچے میرے سامنے کھلے پڑے ہیں۔ ان میں مختلف دعائیں لکھی ہوئی ہیں۔ ابتدائی صفحات پر:

– رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ

– رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ

پھر ایک اور صفحہ پر لکھتے ہیں "وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ"

اس کا انگریزی ترجمہ بھی ساتھ ہی لکھا ہے۔

"Certainly we have made the Quran easy for remembrance, is there anyone who will ...... "

پھر لکھا ہے "اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ.

پھر لکھا ہے "اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰهِ وَمَا اَنْزَلَ مِنَ الْحَقِّ".

پھر نمبروار یہ آیات درج ہیں:

۱۔ هٰذِهٖ تَذْکِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلاً

۲۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ

۳۔ فَتَذَکَّرُوْا فَتَدَبَّرُوْا یَااُولِی الْاَلْبَابِ

۴۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ........

۵۔ وَنَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ

۶۔ فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ (قٓ: پارہ 26)

۷۔ وَلَقَدْ تَرَکْنَا اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِر

۸۔ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرُ

۹۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

پھر ایک دعا لکھی ہے "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمَ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ. قُلْنَا یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا".

دوسری ڈائری جو 1936ء کی ہی ہے اس میں سورۃ فاتحہ کے تفسیری نوٹس بھی خاص دلچسپی کا باعث ہیں۔ ڈائریاں چونکہ انگلش، اُردو اور ہنگری زبان میں لکھی ہوئی ہیں س لیے نوٹس والا حصہ آخری ہے۔ لکھا ہے:

سورۃ فاتحہ

فاتحہ اس خدا کی رحمتوں کا دروازہ کھلا

اُمُّ الْقُرْآن یعنی مرکزِ قرآن اس کے گرد تمام مطالب چکر لگاتے ہیں۔ ہر اعتراض کا ردّ۔ لوطؑ و ابراہیمؑ پر اعتراض کا ردّ۔ وہ تو ہمارے بندے تھے۔

اُمُّ الْکِتَابِ شریعتوں کا مرکز۔ تمام مذاہب کی اصولی باتیں موجود ہیں۔ مذاہب باطلہ کا ردّ موجود ہے۔

قرآن عظیم بوجہ فضیلت مضامین ....تمام سورتوں کے

سُوْرَۃُ شِفَا وہم و شبہات کی مرض سے بچنے کے لیے۔

اَسَاسُ الْقُرْآنِ کیونکہ تمام کمالات رکھتی ہیں۔ تمام دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ کوئی ضرورت ایسی نہیں جو سورۃ فاتحہ میں نہ آ جاتی ہو۔

یہ دعا ہر مذہب و ملت کا آدمی مانگ سکتا ہے۔ سکھایا کہ تمام مذاہب سے آزاد ہو کر دعا مانگے۔ جو بھی سچائی ہو اسے قبول کرے۔ ایسا کرنے والا شخص ضرور ہدایت پا جاتا ہے۔ اس دعا کا سارے کا سارا قرآن کریم جواب ہے۔ جیسا کہ الٓمّ علیم کہ تم روحانی بیماریوں سے پریشان نہ ہو۔ آؤ میں کائنات و قلوب کے اثرات کا واقف ہوں۔ علاج یا حکیم ذٰلِکَ الْکِتَابُ یہ نسخہ ہے۔ بے ضرر اور مفید بھی۔

قرآن کو سمجھنے کے لیے ضروری باتیں:

۱۔ قلب کی حالت متاثرہ۔ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ۔ انسان یقین کرے کہ یہ خدائی کتاب ہے۔

۲۔ قرآن عمل کے لیے ہے۔ اس کا نام ذکر ہے۔ ہر معارف پر اگر عمل نہ کیا جاوے تو زنگ لگ جاتا ہے۔

۳۔ نئے معارف۔ شیکسپیئر کی مثال۔ لغت کی طرف بھی توجہ ہو۔ عربی وسیع زبان ہے۔

۴۔ ظاہری طہارت اور آداب۔ ظاہر کا باطن پر بہت اثر ہوتا ہے۔

۵۔ تفسیر قرآن نبی کی بہتر ہے: مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی باقی لوگ ہوا سے بولتے ہیں۔

۶۔ استعارے بھی اور محکمات بھی ہیں، دونوں کا خیال رکھا جاوے۔

۷۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفاسیر کا خیال رکھا جاوے۔

۸۔ عقل ایک سواری ہے جو وقت کے مطابق استعمال کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ سواریوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ مثلاً ”محبوب کی مجلس میں“۔

پھر جگہ جگہ آپ کی ڈائریوں میں قرآن کریم کی آیات، ان پر انگریزی، ہنگری اور اردو کے تراجم اور

تفسیری حواشی ملتے ہیں جو آپ کی قرآن کریم سے محبت کی آئینہ دار ہیں کہ ہر ایک راہنمائی آپ قرآن کریم سے ہی لیتے تھے۔ پھر سورۂ فاتحہ کی تفسیر بھی ایک جگہ نوٹس کی صورت میں درج ہے:

”بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔
بِسۡمِ اللّٰہِ میں دو صفات جن میں ہر وقت الگ معانی ہیں۔
یہ ہر سورہ کا حصہ ہے۔ ہر بِسۡمِ اللّٰہِ میں خاص رحمت کا اشارہ ہے۔
ہر سورہ سے پہلے رکھا کہ ہر چیز کی ابتدا اور پیدائش خیر اور نیکی ہے۔
خدا نے کوئی بدی پیدا نہیں کی۔ جب بِسۡمِ اللّٰہِ کو چھوڑ دیا جاتا ہے تب بدی پیدا ہوتی ہے۔
اخلاقی نقطہ سے الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم ہر چیز کا منبع خیر ہے۔
استثناء باب 18 آیت 19 میں ایک پیشگوئی تھی:

”اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا وہ نہ سنے گا میں اس سے اس کا حساب لوں گا“

صرف اللہ عربی زبان میں ہے۔ یہ مرکب نہیں۔

الرَّحۡمٰنِ - وسعت رحمت کی دلیل۔ بے انتہا رحمت والا۔ ہر چیز مدارج رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ پہاڑ بھی یکدم نہیں بنے۔ ہر درجہ پر ترقی کی نئی ضرورت۔ ہر منزل کے لیے نئی ضروریات۔ انسان کی نشوونما۔ پھر اولاد پیدا کرنا۔ دماغ تھکے تو نئے Cell۔ روحانیات معدنیات سب ضرورتیں۔ مطلب یہ کہ اگر ضرورت ہے تو سامان موجود ہے۔ رحمانیت پہلے ہے یعنی بن مانگے جمادات نباتات دے دیں۔ رَحِیۡمِیَّت بعد میں کہ نتیجہ۔

الرَّحِیۡم - وسعت اجر کی دلیل ہے۔ انسان ہر زمانہ کے اعمال ختم کر کے نئے اعمال میں لگتا اور پہلے کو بھول جاتا ہے اور اگرچہ اعمال ختم نہیں ہوتے مگر وہ نتیجہ اتنا دے دیتا ہے جتنا عمل کے پورا ہونے کا۔ پہلا نیک کام انسان کو یاد نہیں ہوتا مگر خدا اسے بیج کے طور پر بڑھا کر زیادہ اجر دیتا ہے“۔

پھر لکھتے ہیں:-

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ - حمد میں جھوٹ یا مبالغہ نہیں ہوتا۔ رَبّ یعنی بتدریج کمال تک پہنچانے والا خالق قیوم۔ موت بھی ترقی کا ذریعہ ہے جو بندہ کو خدا سے ملاتی ہے۔ موت ایک نقاب ہے جس کے اُٹھنے کے بعد خدا ملتا ہے ورنہ جدوجہد و روحانی قربانی کی وہاں بھی ضرورت ہے۔ یہاں جنت دوزخ برابر چلتی ہیں وہاں صرف جنت۔ دنیا کی ترقی کے ساتھ ہی خوشی ہو نہ کہ صرف ذاتی ترقی کے ساتھ۔ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ سے ثابت ہوا، تمام ملکوں میں نبی آئے۔ تمام دنیا کی ترقی ایک کلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ سب ضرورتیں بنی نوع انسان کی اسی

سے پوری ہوں گی۔ مثلاً ماں باپ کو وراثت صرف اسلام دلاتا ہے۔ یہ ہر طبقہ کے مناسب حال ہے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - رحمانیت اور رحیمیت کے دور کی طرف اشارہ ہے۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ - دین معنی شریعت۔ یوم وقت اور دن جزا سزا کا وقت۔ نبی کی آمد۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنَ- شرک کا ردّ۔ عبودیت کا اظہار۔ طلب اعانت۔

عبادت واطاعت، رعب وکمزوری۔ دوسروں کو تبلیغ۔ نماز با جماعت

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ - ہدایت۔ راستہ بتانا یا خواہش مذہب۔ رستہ دکھانا یا تفصیلات۔ رستہ پر چلائے جانا یا قرب الٰہی کا حصول۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہر انسان کی طرح ہدایت کی ضرورت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے مقابلے میں سمندر سے چڑیا کی چونچ کے برابر پانی کیا حیثیت رکھتا ہے۔ **Shortcut** چھوٹا رستہ۔ دو لفظوں کے درمیان۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ - سیدھا اور چھوٹا رستہ بھی پر مصائب ہو سکتا ہے۔ قریب کی تلاش میں دور نکل جانے کا اندیشہ۔ زیادہ قربانی کے وساوس کی ٹھوکر یا پاگل ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اچھی عبادت وہ جس میں مداومت اختیار کی جائے۔ عمل صالح وہ جو مناسب حال ہو۔ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ جن کو ہر قدم پر تسلی ملی۔ نقد بہ نقد انعام ملا۔ الہام الٰہی روحانی انعام ہے جو اصل انعام ہے۔ اَنْعَمَ اللّٰهُ مِنَ النَّبِيّٖنَ (سورہ نساء) میں مسلمانوں کو بحیثیت جماعت نبوت کا مقام دینے کا وعدہ ہے۔ تب ہی کہا یہ دعا مانگو۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ - یہود: چونکہ امت مثل یہود و نصاریٰ ہو جائے گی اس لیے فرمایا:

وَلَا الضَّآلِّيْنَ - نصاریٰ: یہود کی اصلاح کرنے والا مسیح نصاریٰ کی اصلاح کرنے والا محمدؐ۔ یعنی بروز مسیح و بروز محمد کی پیشگوئی ہے۔ مسیح اور مہدی سے یہی مطلب ہے کہ بگاڑ کی اصلاح کرے گا۔ آنے والا دو ناموں والا ہوگا۔ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ سورۂ فاتحہ میں تمام مذاہب کی تاریخ ہے۔ مسلمانوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ صرف حضرت مسیح موعودؑ نے پیش کیا ہے۔

پھر 1938ء کی ڈائری کی ابتدا اس آیت سے ہوتی ہے کہ

”كٓهٰيٰعٓصٓ ...... ڈائری ایاز مجاہد وسطی یورپ 1938ء 17 مئی

”اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب: ۷ ع)“۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایاز صاحب کو قرآن کریم سے کس قدر محبت تھی کہ ڈائری کا آغاز آیات قرآنیہ سے کرتے ہیں۔

ایاز اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ڈائریوں میں جا بجا ایسی آیات بھی درج ہیں جن سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ پھر اس ڈائری کا اختتام بھی آیات قرآنیہ پر ہی ہوتا ہے جو مختلف عناوین کے تحت لکھی گئی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

نادار مؤمن: وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ (براءت: ۱۰ع)

– وَاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (ع ۱۲)

چندہ دینے کا قصد: وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ

–خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ

– وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ.

بیرون ہند کے مجاہد: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِّنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَفْقَهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ o

اوّل ایمان پھر ثمرات: ”اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ O دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَ اٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ O (يونس: ۱ ع)

عمل اور غرض پیدائش: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ o ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ o (یونس:۲ع)

– خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

– وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰىO (النجم)

– وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ لِسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ.

– اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد)

– وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ.

- اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَۃً لَّھَا لِنَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الکھف)
- کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ وَ نَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَۃً وَّاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ (ع ۳)

عورت اور مرد دونوں کی سوشل ازم

وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِیْ الرِّزْقِ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فضلوا برادی رزقھم علی ماملکت ایمانھم فھم فیہ سواء افبنعمۃ اللہ یجحدون.

خواصِ انسانی

خُلِقَ الْاِنْسَانُ ھَلُوْعًا

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ

اولاد اور مرد و عورت کے بیماریوں سے نجات کی دعا

- رَبِّ لَا تَذَرْ نِیْ فَرْدًا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ - (انبیاء:۶ ع)
- فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ یَحْیٰ وَ اَصْلَحْنَا لَہٗ زَوْجَہٗ اَنَّھُمْ کَانُوْا یُسَارِعُوْنَ فِیْ الْخَیْرَاتِ وَ یَدْعُوْنَا رَغْبًا وَّ رَھْبًا وَّ کَانُوْا لَنَا خَاشِعِیْنَ۔ سبقت خیرات امید و خوف و خشیت۔

مصائب سے نجات کی دعا

۱۔ رَبِّ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ (حضرت ایوبؑ کی دعا)

۲۔ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ (حضرت یونسؑ کی دعا)

۳۔ رَبِّ لَا تَذَرْ نِیْ فَرْدًا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ - (انبیاء:۶ ع)

اصل زندگی

وَمَا ھٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا لَھْوٌ وَّ لَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔

تعارفی کارڈ

مکرم ایاز صاحب نے ہنگری میں قیام کے دوران بڑا ہی سادہ اور مختصر سا ایک تعارفی کارڈ (Visiting Card) بھی بنوایا تھا۔ اس کارڈ سے بھی آپ کے عشق قرآن پر روشنی پڑتی ہے۔ اس کارڈ کا نقشہ حسب ذیل ہے:

H.A.K. Ayaz
B.A, L.L.B
India

اس کارڈ پر بھی دونوں طرف آیات قرآن کریم تحریر ہیں۔ آیات درج ذیل ہیں۔

ا۔ یَکَادُ زَیْتُہٗ یُضِیٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ

۲۔ قُلْ جَآءَ کُمْ نُوْرًا مِّنَ اللّٰہِ فَلَا تَکْفُرُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

۳۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُبَارَکًا حَیْثُمَا کُنْت

اور کارڈ کی پشت پر دیگر دعاؤں کے جلو میں یہ آیات قرآنیہ درج ہیں۔

ا۔ اِنَّ رَبِّیْ مَعِیْ سَیَھْدِیْنِ

۲۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی

ڈاکٹر برانتھ ہیلر کے ساتھ مباحثہ

ایاز صاحب کے ساتھ جہاں بھی کسی کا کوئی مباحثہ ہوتا یا مناظرہ ہوتا تو آپ بے دریغ قرآن کریم کی آیات پیش فرما کر ان کو غور کرنے کا موقع دیتے اور کہتے کہ اب تم اپنی کوئی دلیل ان کے مقابل پر لاؤ! لیکن وہ لوگ ان دلائل کے سامنے کب بول سکتے تھے۔ ہوا یوں کہ نومبر 1935ء میں ایک روز **Cultural Friend Society** کے صدر کی طرف سے ایاز صاحب کو اطلاع پہنچی کہ ان کی سوسائٹی کے زیر اہتمام ایک علمی نشست کا اہتمام ہو رہا ہے جس میں یہودیوں کے ہنگری میں سب سے بڑے عالم ''ڈاکٹر برانتھ ہیلر'' کا لیکچر بھی رکھا گیا ہے۔ ایاز صاحب بھی ہنگری کے نومسلم اور جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ ہنگری مسٹر خالد پونگو کے ساتھ لیکچر سننے پہنچ گئے۔ لیکچر کا عنوان تھا:

"The Prophets of the Bible"

یعنی بائبل کے انبیا۔ لیکچر کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ ایاز صاحب نے یہودی عالم سے بہت اہم سوال کیے جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

”سوال: بائبل کے نبیوں کا دوسرے انبیاء علیہم السلام سے کیا تعلق ہے؟

جواب: میں آپ کا سوال نہیں سمجھا۔ کیا تعلق اور کیسے دیگر انبیاء؟

سوال: کسی قسم کا تعلق۔ روحانی یا جسمانی اور ہر ملک ہر زمانہ اور ہر قوم کے انبیاء کا تعلق دریافت کرتا ہوں۔

جواب: بڑا پیچیدہ سوال ہے آپ ہی بتائیں۔

ایاز: تمام انبیا ایک ہی وحدت اور راستی کی تعلیم دینے کے لیے ایک ہی رب العالمین کی طرف سے مختلف زمانوں میں، مختلف اقوام اور ممالک میں بھیجے گئے اور بھیجے جائیں گے اور ہر نبی پہلے انبیاء کی تصدیق کر کے اپنا روحانی تعلق قائم کرتا رہا۔ چنانچہ اسلام نے نبیوں کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ کُلًّا هَدَيْنَا. كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ. وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِيْنَ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. پس وہ تمام انبیاء ایک ہی صحیح راستہ پر چلنے والے اور چلانے والے تھے! یہ ہے ان کا آپس میں تعلق۔“

(مجاہد ہنگری ص95)

ہنگری کا عظیم گولڈ میڈلسٹ

ایاز صاحب کو علم تھا کہ جس ملک میں وہ خدمت اسلام کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ ہنگری کا محل وقوع، موسمی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی و معاشی حالات جب تک نہ جان لیں تب تک کام کرنا انتہائی دشوار ہوگا۔ چنانچہ بڑی جانفشانی سے انہوں نے نہ صرف اس ملک سے تفصیلی واقفیت پیدا کی بلکہ ملک کو باقی دنیا میں متعارف کروانے کا سہرا بھی انہی کے سر ہے۔ اس کا اعتراف کرتے ہوئے بوڈاپسٹ کے میئر نے ایک بہت بڑی تقریب میں ان کو ”گولڈ میڈل“ سے سرفراز کرتے ہوئے ”ہنگری کا عظیم دوست“ قرار دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان تھا کہ اجنبی سرزمین پر ایک احمدی مسلم نے یہ اعزاز حاصل کیا۔

پندرہ روزہ فریڈم لاہور اور روزنامہ حیاتِ نو لاہور نے لکھا:-

”1956ء میں روسی فوجوں کے ظلم و ستم کے بعد لاکھوں ہنگیرین باشندے مغرب اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں ہجرت کر کے چلے گئے جنہوں نے اپنی ایک ورلڈ فیڈریشن آف ہنگرین کے

نام سے تنظیم بنائی۔ جس کا صدر دفتر آسٹریا (ویانا) میں تھا۔ جس کے مرکزی صدر ڈاکٹر انڈ منڈ ملناشی نامزد ہوئے۔ اس تنظیم نے ایشیا میں نمائندگی کے لیے جناب کیپٹن حاجی ایاز احمد خان صاحب کو اپنا نمائندہ (سفیر Ambassador) نامزد کیا۔ کیپٹن صاحب نے اقوام متحدہ اور دوسرے ممالک کے لیڈروں کی توجہ ہنگری پر روسی غاصبانہ قبضہ کے خلاف بذریعہ خطوط مبذول کروائی اور اخبارات میں، پریس کانفرنسوں کے ذریعہ لوگوں کو ہنگری کی آزادی کی تگ و دو میں ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے دن رات کام کیا۔ بالآخر ہنگری کے عوام کو گزشتہ سالوں میں اپنی مرضی کی حکومت بنانے کا اختیار مل گیا اور آج ہنگری ایک آزاد خودمختار ملک کی حیثیت سے باوقار طریقہ پر دنیا میں اپنا مقام رکھتا ہے"۔

(مکتوب بنام محمد یوسف ایاز صاحب)

ان ساری خوبیوں کے حامل ایاز صاحب کی عقابی نگاہ اور دوراندیش ذہن نے دیکھ لیا تھا کہ ابتدائی طور پر ہنگری کے عوام کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اور اپنا مقصد پانے کے لیے ہنگری کا تعارف ضروری ہے۔

تاریخ ہنگری کے نشیب و فراز

کوہ ایلپس اور کارپاتھیا پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع میدان ہے جس میں عمدہ جھیلیں اور ڈینیوب جیسے دریا بھی ہیں۔ یہ سرسبز اور زرخیز خطۂ زمین ازل سے ہی ظاہری اور باطنی خوبصورتی رکھتا ہے۔ دنیا کے ہر بڑے مذہب اور ہر بڑی قوم کا اس ملک پر کسی نہ کسی طرح حملہ ضرور ہوا ہے اور ابھی تک بعض اثرات باقی ہیں۔ رُومیوں نے ۵۴۔۴۱ء میں اس میدان کو فتح کیا تھا۔ رُومیوں نے جو پل دریائے ڈینیوب پر بنایا تھا اس کے کھنڈرات ابھی تک پائے جاتے ہیں۔ پھر بعض جرمن قبیلوں نے ہنگری کے کچھ حصہ پر قبضہ جمائے رکھا۔ پھر تورانی النسل Hun (ہُن) قوم نے ایشیا سے آ کر اس میدان پر قبضہ کیا۔ اسی وجہ سے اس ملک کا نام "ہنگاری" یا "ہنگاریا" پڑ گیا اور انگریزی تلفظ ہنگری ہم تک پہنچا۔ اس قوم کے مشہور بادشاہ Attila نے فرانس تک اپنی بہادری کی دھاک بٹھا دی مگر 455ء میں اس کی وفات کے بعد شاہ اٹیلا کے لڑکوں میں خانہ جنگیاں ہو کر سلطنت کمزور ہو گئی اور عاور اور جرمن اقوام نے ملک پر قبضہ کر لیا۔ جس کی خبر سن کر "ہن" قوم کے قریبی قبیلہ Magyer (ماجر) کے شہزادہ Arpad (آہرپاد) نے اور بھی سات قبیلوں کو (جو وسط ایشیا میں تھے) ساتھ ملا کر ہنگری پر 896ء میں چڑھائی کی۔ شہزادہ آہرپاد کے ساتھ اکثر ماجر قوم اور ترک تاتار و فن اور اُوگر لوگ تھے جو سب تورانی تھے۔ ماجروں کی کثرت کی وجہ سے اس ملک کا نام Magyer Orszag (ماگراورساگ) یعنی ماجروں کا ملک یا مجرستان پڑ گیا۔ عربی میں

اسے بلادِ مجریہ کہتے ہیں۔ Dr. V. Hevesi اور دیگر ماہرین کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ماجر قبیلہ کا اصل وطن شمالی ہند ہے اور لکڑی کا کام اور گل کاری جو دروازوں پر مور کی آنکھوں کی طرح ہوتی ہے یہ فن سوائے ہندوستان اور ماجر ماہرین کے اَور کسی قوم میں نہیں ملتا۔ پروفیسر Zaiti نے ان عادات واَطوار اور شکل وشباہت کے مقابلہ سے بھی یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ماجر لوگوں کا اصل وطن شمالی ہند ہے۔ ان دنوں جرمن لوگ عیسائیت پھیلانے کے لیے خوب تلواریں چلاتے اور آگ برساتے تھے لیکن ماجر بڑی جنگجو اور بہادر قوم تھی اور پوپ اور عیسائی قومیں شاہ ایتلا (Attila) کے وقت سے ہی ان ماجروں سے خم کھاتے تھے۔ آہر پاد کے لڑکے Gaze نامی کو جرمنوں نے عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا۔ شاہ Gaze کے لڑکے سٹیفن Istvan کی تخت نشینی کے وقت پوپ سلواسٹر ثانی نے اسے ایک موتیوں کا تاج بھجوایا جو کہ ”تاج مقدس“ کے نام سے مشہور ہے اور آج تک سب سے بڑا قومی خزانہ سمجھا جاتا ہے۔ آج کل ہنگری کا کوئی بادشاہ نہیں صرف تاج ہے اور تاج مقدس کے لیے دو محافظ عمر بھر کے لیے منتخب ہوتے ہیں اور ایک ریجنیٹ کا بھی پارلیمنٹ انتخاب کرتی ہے۔

شاہ سٹیفن St. Istvan ہنگری کا پہلا عیسائی بادشاہ تصور کیا جاتا ہے۔ ماجر قوم نے اس کے عیسائی ہونے پر کئی بغاوتیں برپا کیں کیونکہ تورانی عیسائیت قبول کرنے میں اپنی ہتک محسوس کرتے تھے۔ ہزاروں ماجروں کو عیسائیت نہ قبول کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔ Kupany اور دیگر کئی ماجر سرداروں کو جلایا گیا بلکہ Tunazolea اور اس کی عورت کو زندہ زمین میں دفن کر دیا گیا اس وقت ماجروں کا پرانا تورانی مذہب تھا۔ کچھ دیوتاؤں کو بھی مانتے تھے اور سفید گھوڑے کی قربانی بھی دیا کرتے تھے۔ بہر حال وہ خدا پر ایمان رکھتے اور نہیں چاہتے تھے کہ ان کا بادشاہ St. Istvan کسی پولیٹکل فائدہ کے لیے عیسائیت قبول کرے۔ یہ مشرقی تمدن کی قوم تھی اور کیتھولک کے اندھیروں سے دُور رہنا چاہتی تھی مگر اکیلی شرقی قوم وسط یورپ میں آ کر مغربی مذہب سے علیحدہ رہ کر اپنی ہستی کو قائم نہ رکھ سکنے کے ڈر سے دَب گئے اور شاہ سٹیفن نے بھی اسی میں خیر سمجھی کہ پوپ کا بھیجا ہوا تاج پہنے۔

ایک ماجر واعظ Julianus نامی ہنگری سے بھاگ کر مشرق میں آیا اور ترکستان اور شمالی ہند میں ہن اور ماجر قوم کے تورانیوں کو دیکھ کر واپس ہنگری گیا اور اس نے شاہ سٹیفن کو جا کر کہا کہ تم نے عیسائیت قبول کرنے میں غلطی کی ہے ہماری قوم مشرق میں موجود ہے ہم ان سے امداد لے کر سارے عیسائی یورپ کو شکست دے سکتے تھے مگر اب کچھ نہ ہو سکتا تھا اس لیے مجبوراً ماجر قوم عیسائی ہو گئی اور بعدہٗ اپنے ترک بھائیوں کے خلاف بہادری کے جوہر دکھاتی رہی۔ یہ تورانی قوم خدا اور مذہب کے لیے قربانیاں کرتی رہی مگر ان کی روح اور دل مغربیت اور عیسائیت سے ابھی تک اجنبی ہے۔ تورانی روح کو زندہ رکھنے کے لیے بعض تورانیت کے دلدادہ لوگ آج کل بھی

ان شہدا کی قبروں پر 2 مئی کے دن سالانہ جلسے کرتے ہیں۔

1241ء میں تاتاریوں نے ہنگری پر حملہ کیا۔ شاہ بیلا Bela IV ملک چھوڑ کر چلا گیا اور باتو خان ملک کو تہ وبالا کر کے واپس چلا گیا۔ پھر ماجروں نے جلد ہی خود کو منظّم کر لیا اور اب بادشاہت انتخاب سے ہونے لگی۔ چنانچہ 1387ء میں ماجروں نے Zigmund قیصر جرمنی وشاہ بوہیمیا کو ہنگری کا بادشاہ منتخب کر لیا۔ پندرھویں صدی میں ترکوں نے یورپ کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ 1444ء میں Varna کی لڑائی میں ہنگری کا بادشاہ Ladislar مارا گیا۔ ترکوں کو زبردست فتح ہوئی لیکن پھر 1456ء میں ماجر جرنیل Hunyadi نے بلگریڈ کے مقام پر شاہ سلیمان کے لشکر کو شکست فاش دی۔ جنرل ہنیدی کا لڑکا Mathia بادشاہ مانا گیا جس نے وسط یورپ کے کئی اَور علاقے بھی فتح کیے اور وی آنا کو اپنا دارالحکومت بنایا اور ہنگری میں یونیورسٹیاں قائم کیں، علم وادب کو بہت ترقی دی۔ اسی شاہ ہنگری یعنی ماتھیا کی ایک چچازاد بہن سے ترکی کے سلطان مراد نے شادی کی تھی جس کے بطن سے دو شہزادے پیدا ہوئے ایک کا نام ضیغم (Zegim) تھا۔ چنانچہ شہزادہ ضیغم اپنے ننھیالی ملک ہنگری کی طرف آ رہا تھا کہ کیتھولک پادریوں نے اسے راستہ میں ہی قتل کروا دیا کہ کہیں اس کے اثر سے شاہِ ہنگری ماتھیا مسلمان ہی نہ ہو جائے کیونکہ ماتھیا بڑا دلیر اور منصف مزاج انسان تھا۔ اس واقعہ کی خبر سن کر شاہِ ماتھیا نے پوپ کے نمائندہ کو اپنے دربار سے باہر نکال دیا اور کئی سال تک عیسائی پادریوں کو منہ نہ لگایا آخر پوپ نے بڑی مشکل سے اسے راضی کیا۔

1526ء میں ترکوں نے ایک بار پھر ہنگری پر حملہ کیا۔ عثمانی لشکر نے Mohacs کے مقام پر ہنگری کو شکست دی۔ شاہ لوئیس بھی لڑائی میں کام آیا اور 1541ء میں ترکوں نے Buda کا مشہور قلعہ فتح کر کے بوڈاپسٹ تک تمام میدانی علاقہ پر اسلامی جھنڈا لہرا دیا اور ڈیڑھ صدی کے عرصہ تک ماجر لوگ اسلامی حکومت کے ماتحت رہے۔ ترکوں سے پہلے ہنگری کے لوگ کیتھولک عیسائی تھے ترکوں نے ان کو مذہبی آزادی دے دی۔ عیسائیت کے دوسرے فرقوں نے بھی اپنا پرچار شروع کر دیا۔ چنانچہ اکثر لوگ پراٹسٹنٹ اور یونیٹیرین ہو گئے۔ ترک اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت نہیں کرتے تھے اس لیے بہت کم لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

ٹرانسلوانیا کا علاقہ یعنی شرقی ہنگری خود ماجروں کے قبضہ میں تھا انہوں نے ترکوں کی مذہبی آزادی کے اصول کو دیکھتے ہوئے اپنے علاقہ میں بھی 1557ء میں مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا۔

ہنگری کے غربی علاقہ پر ہابسبرگ قابض تھے جو کیتھولک تھے اس لیے آئندہ صدیوں میں بھی ٹرانسلوانیا کے ماجر نوابوں اور کیتھولک ہابسبرگ بادشاہوں کے مابین مذہبی لڑائیاں ہوتی رہیں نیز پروٹسٹنٹ اور کیتھولک لوگوں کی بھی باہمی جنگیں ہوتی رہیں، کئی بغاوتیں ہوئیں، خون کی بڑی بڑی قربانیاں دی گئیں۔ کیتھولک پوپ

(Pius II) پئوس ثانی نے تمام عیسائی یورپ سے اپیل کی اور مقدس لیگ بنائی تا کہ ہنگری کو مسلمانوں سے واپس لیا جائے۔ چنانچہ قیصر جرمنی، شاہ پولینڈ و دیگران نے مسلسل سولہ سال ترکوں سے لڑائی جاری رکھی بالآخر 1683ء میں ترکوں کو وی آنا چھوڑنا پڑا۔ 1686ء میں بوڈا کا قلعہ بھی ماجروں کے ہاتھ آیا ان دنوں بوڈا کا پاشا یعنی گورنر عبد عبدالرحمٰن تھا جب دشمن نے قلعہ کا محاصرہ کیا تو ترک فوج کے دستہ نے ہتھیار ڈالنے چاہے مگر عبد عبدالرحمٰن نے کہا کہ دشمن کی اکثریت سے ڈر کر مؤمن ہتھیار نہیں ڈالا کرتے، گنتی بھیڑ بکریوں کی ہوا کرتی ہے مگر مؤمنوں کی طاقت کا اندازہ ان کے ایمان سے ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کئی دن تک قلعہ کے دروازہ پر تلوار سے خود مقابلہ کرتا رہا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کی بہادری کی داد دشمن نے بھی دی اور بہادر ماجروں نے اس کی نعش کو احترام کے ساتھ اسی قلعہ میں قبر کھود کر دفن کر دیا اس کی قبر اب تک موجود ہے"۔

(الفضل 29/اگست 1936ء)

ایک ولی اللہ کا مزار

بوڈا کی پہاڑی پر ایک اور ولی اللہ گل بابا صاحب "Gul Baba" کا بھی مزار ہے۔ یہ بزرگ اسلامی حکومت کی طرف سے غالباً واعظ یا قاضی تھے ماجر لوگوں کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ اب بھی مزار گل بابا کی زیارت کے لیے بیسیوں مرد وزن وہاں جاتے ہیں اور کچھ نذر و نیاز بھی چڑھاتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ گل بابا والی پہاڑی پر گلاب کے پھول ہوا کرتے تھے جس لڑکے لڑکی کی منگنی ہوتی تھی وہ گل بابا (Gul Baba) سے تبرک کے طور پر پھول حاصل کرنے جاتے تھے۔ ممکن ہے یہ بھی سچ ہو۔ ہمارے پنجاب میں بھی جب دولہا کی بارات تیار ہونے لگتی ہے تو دولہا سہرا باندھ کر کسی خانقاہ پر سلام کرنے جاتا ہے اور عورتیں بھی ساتھ ہی مزار کی طرف یہ گاتی ہوئی جاتی ہیں:

؎ آیا پیرا تیرے چا
پیرا ساڈی آس پہنچا

مکرم ایاز صاحب جب وہاں پہنچے تو آپ نے بھی اس پہاڑی کی زیارت کی۔ آپ اس بارہ میں لکھتے ہیں:

> "میں بھی 11 مارچ 1936ء کے دن مزار گل بابا صاحب پر گیا تھا۔ وہاں پر ایک رجسٹر بھی ہے جس میں غیر ممالک کے زائرین اپنا نام و پتہ درج کرتے ہیں۔ میں جب دستخط کرنے لگا تو مجھے القا ہوا کہ "حضرت گل بابا صاحب بھی ایک مجاہد اسلام ہی تھے اور وہ تبلیغ ہی کی غرض سے بوڈاپسٹ آئے

تھے" اس پر مجھے بہت خوشی ہوئی اور میں نے اس رجسٹر پر اُردو زبان میں ایک دعا لکھی جو مختصراً یہ تھی کہ "اے مولا! تیرے خلیفۂ وقت کا غلام ہوں اور تبلیغ کے لیے بھیجا گیا ہوں مجھے بھی گل بابا صاحب کی طرح کامیابی عطا فرما۔" چنانچہ میری اس دُعا کو اللہ تعالیٰ نے لفظ بلفظ پورا کر دیا اور بوڈاپسٹ کے مشہور روزانہ اخبار Magyer Hirlap میں 12 جولائی 1936ء کو ڈاکٹر برنارڈ کے قلم سے ایک طویل مضمون بدیں عنوان شائع ہوا کہ "ایاز خان بوڈاپسٹ میں اسلام کا سورج چمکانا چاہتا ہے" اس انٹرویو کے پہلے پیراگراف میں ڈاکٹر موصوف نے لکھا کہ:-

"بوڈاپسٹ ڈینیوب کی ملکہ ہے اس کی تخت گاہ میں عموماً زائرین آ کر آداب بجالاتے ہی ہیں لیکن ایاز خان جو ہندوستان کی یونیورسٹیوں سے قانون اور آرٹ کی ڈگریاں لیے ہوئے ہے اور دینیات کا بھی ماہر ہے وہ خاص الخاص زائرین میں سے ایک ہے۔ اس کی عمدہ شباہت اور دلکش پگڑی ہمارے شہر میں ایسی ہی مشہور عام ہے جیسی کہ گل بابا کی یاد بوجہ "پھولوں کا باپ" ہونے کے ہے مگر ایاز خان اپنے غیر معمولی ارادوں کی وجہ سے ہمارے قلوب پر حاوی ہے وہ بوڈاپسٹ کی ملکہ کو سلام کرنے نہیں آیا بلکہ اسے فتح کرنے آیا ہے کیونکہ وہ ہنگری کو اسلام قبول کرانا چاہتا ہے۔"

(الفضل 29/ اگست 1936ء)

ہنگری اور مساجد

عجائب گھر میں رکھے گئے ایک قدیم نقشہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہنگری کی اسلامی تاریخ کی یادگار کچھ مسجدیں بھی ہیں۔ کسی زمانہ میں صرف بوڈا شہر میں ہی چالیس مسجدیں تھیں۔ بوڈا کا سب سے بڑا گرجا جب مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو انہوں نے اس خوبصورت عمارت سے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریوں اور ماجر بادشاہوں کے بتوں کو نکال دیا اور بطور مسجد کے اسے استعمال کرتے رہے آج کل یہ گرجا پھر گرجا ہے۔ Edger اور Pecs کے شہروں میں ترکوں کے وقت کے بلند ترین میناروں والی مسجدیں اب بھی موجود ہیں لیکن ان کے میناروں پر اب صلیب لگی ہوئی ہے۔

ہنگری کے تورانیوں نے ایاز صاحب کو بھی دعوت دی کہ آپ آئیں اور ہمیں مسلمان بنائیں اور ہم دوبارہ مساجد کو آباد کریں۔

دوران سیر تبلیغ اور مزید تاریخ

گلیرٹ پہاڑی کا قلعہ اور ایاز صاحب

ایاز صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

”عبد عبدالرحمٰن پاشا آخری باحمیت مسلمان گورنر تھا جس نے اس قلعہ کے دروازے پر جان دی تھی۔ جس پہاڑی پر وہ قلعہ واقع ہے اس کا نام آج کل **Gellert** گلیرٹ پہاڑی ہے۔ پہاڑی کے نیچے دریائے ڈینیوب بہتا ہے، دراصل گلیرٹ ایک کیتھولک پادری تھا جو ماجروں کو کیتھولک بنانے آیا تھا، انہوں نے اس کے ہاتھ پاؤں رسہ سے باندھ کر اس پہاڑی کے اوپر سے لڑھکا دیا جس کے نتیجہ میں وہ دریا میں گر کر مر گیا۔ بعد میں کیتھولک عیسائی بادشاہوں نے اس پہاڑی کو اندر سے کھود کر ایک چرچ بنا دیا۔ اندر اور بھی غاریں ہیں ایک طرف ایک قبر بنی ہوئی ہے جس میں یسوع مسیح مردہ حالت میں پڑا ہوا ہے۔ ایاز صاحب اس پہاڑی اور چرچ کو دیکھنے گئے تو آپ کے ساتھ ایک نوجوان عیسائی لیفٹیننٹ مسٹر **Teglas** تھے۔ وہ جب ایاز صاحب کو چرچ کا اندر والا حصہ دکھا رہے تھے تو ایاز صاحب نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ (نعوذ باللہ)

”یہ خدا ہے اس وقت مرا ہوا ہے پھر زندہ ہوگا۔“

ایاز صاحب نے کہا کیا خدا مرے ہوئے آدمی کی طرح ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں ایاز تم نہیں سمجھ سکتے یہ خدائی باتیں ہیں ہمارا پادری تم کو سمجھا دے گا۔“

ایاز صاحب مزید بتاتے ہیں کہ:۔

”جب ہم آگے بڑھے تو محراب میں یسوع کی تصویر تھی۔ سب عورتیں اور مرد جو اندر آتے تھے وہ اس کے سامنے دونوں گھٹنے ٹیک دیتے تھے، مجھے یہ پہلا موقعہ تھا ایسے حالات دیکھنے کا، میں نے مسٹر موصوف کو تبلیغ شروع کر دی۔ باہر نکلے تو مریمؑ کا بت تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ مسٹر **Teglas** نے جواب دیا کہ (نعوذ باللہ)

"It is the mother of God"

یعنی یہ خدا کی ماں ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جب تمہارا خدا مر گیا تھا تو کیا یہ بھی روئی تھی یا نہیں؟ انہوں نے ہنس کر ٹال دیا اور پھر **St. Gellert** کے حالات سنانا شروع کر دیئے۔ گلیرٹ گو

ایک عیسائی پادری تھا لیکن مجھے اس کی قربانی پر رشک آتا تھا۔ آج اس کا مجسمہ اسی جگہ نصب ہے جہاں سے اسے گرایا گیا تھا اور اس کے ہاتھ میں بڑی لمبی صلیب تھی۔ مجھے شرم آئی اور دعا کی کہ اے مولا! ہمیں بھی یا تو توفیق دے کہ اسی طرح قربانیاں کر کے یکسر الصلیب والی حدیث پوری کریں یا پھر اپنے ہی ہاتھ سے کفر و شرک کو مٹا دے۔ آمین۔

اس گلیرٹ پہاڑی کی چوٹی پر وہ قلعہ ہے جہاں عبد عبدالرحمٰن پاشا مدفون ہے۔ اس جگہ اب بھی کئی گاردیں اور فوجی رہتے ہیں۔ میں نے چوٹی پر پہنچ کر ارد گرد کے بیس بیس میل کا جائزہ لیا۔ شہر بوڈا پسٹ میرے قدموں کے نیچے تھا مگر میں بے بس تھا۔ عبد عبدالرحمٰن کی بلندیٔ درجات کے لیے دعا کی نیز خدا تعالیٰ سے عرض کی کہ اس شہر اور اس ملک کے رہنے والوں کو پیغام حق پہنچانے کے لیے تیرے خلیفہ نے مجھے بھیجا ہے لیکن اب تو ہی بتا کہ میں کیا کروں؟ میں نے وہیں کھڑے ہو کر اذان دی شاید فرشتوں نے اور ترکوں کی روحوں نے سنی ہوگی۔"

اسلام اور ہنگری

اگرچہ 1886ء سے اس علاقہ میں ترکی حکومت تمام ہو چکی تھی لیکن ہنگری میں مسلمانوں کی ڈیڑھ سو سال تک حکومت کی وجہ سے ہر ایک کو یہ خیال ضرور ہے کہ بوڈاپسٹ یورپ میں اسلام کی آخری چوکی ہے۔ ایاز صاحب جب بوڈاپسٹ گئے تو حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے بھی آپ کو خطوط لکھے جن سے اس بات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ جماعت کے دیگر بزرگان کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ ایاز صاحب ایک اہم مشن کی تکمیل کے لیے ہنگری میں وارد ہوئے اور ان کی ہمت بڑھاتے رہنا اور ان کے کام کی اہمیت کا ان کو بتاتے رہنا کس قدر ضروری ہے خود ایاز صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"چنانچہ محترم و معظم چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ایک خط میں مجھے لکھا تھا کہ آپ بہت خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بالکل نئے میدان میں خدمت دین کا موقع دیا یہ میدان اس لحاظ سے ایک خصوصیت رکھتا ہے کہ ایک زمانہ میں یہ علاقہ اسلامی جھنڈے کے ماتحت تھا وہ محض دنیاوی اطاعت تھی اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ آپ اس ملک کو اسلام کے روحانی جھنڈے کے نیچے لا کھڑا کرنے والے ثابت ہوں آمین۔"

بلکہ نومبر 1936ء میں ہنگری کے انگریزی دان حلقہ کی مشہور سوسائٹی الموسوم بہ English Speeking Circle of Hungary میں جب برطانوی قونصل مسٹر Septimus Breacher کا لیکچر

ہوا تو وہاں جرمنی کا شہزادہ چارلس ہوہنز لولو بھی موجود تھا۔ قونصل مذکور اور شاہزادہ صاحب موصوف کو میں نے احمدیت کے حالات وغیرہ بھی سنائے اور ان دونوں سے لمبی گفتگو ہوئی جس کی تفصیل اخبار الفضل مورخہ 3 جنوری میں درج ہے، اس مضمون سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عیسائیوں اور احمدیوں کا ہنگری کے متعلق اسلامی نظریہ کیا ہے؟ اس مضمون کا ایک پیراگراف درج ذیل ہے:

> ”شہزادہ صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ ہنگری تو سب سے زیادہ کٹر عیسائی ملک ہے اس سے آگے تو ترک مسلمان بھی نہ بڑھ سکے آپ اِدھر کہاں آ گئے؟ میں نے عرض کیا جناب آج کل جو خلیفۂ اسلام ہیں انہوں نے پرانے ریکارڈ مات کر دیئے ہیں انہوں نے سب سے پہلے انگلستان، امریکہ، افریقہ، جزائر و چین و جاپان و روس میں اسلامی مشن قائم کئے کیونکہ قرون اولیٰ میں اسلام کا نام وہاں تک نہ پہنچا تھا اور اب ہنگری و ہسپانیہ میں مبلغ بھیج دیئے ہیں تا کہ جہاں سے اسلام کی ترقی ختم ہوئی تھی وہاں سے شروع کر کے دنیا کے سامنے قرآن پاک کی پیشگوئی متعلقہ غلبۂ اسلام کو پورا کر کے دکھایا جائے اور ہر مسلمان جو احمد مسیح موعودؑ پر ایمان لا کر اس پیشگوئی کو پورا کرنا اپنا نصب العین قرار دیتا ہے اس کو احمدی کہتے ہیں۔

ہنگری سے ترکوں کے نکالنے جانے کے بعد قیصر جرمنی لوپولڈ ہابسبرگ نے جرمنوں کو ہنگری میں بسانا شروع کر دیا اور کیتھولک کے سوا سب مذاہب پر پابندیاں لگا دیں۔ ماجروں نے پھر بغاوت کی اور فرانس کی مدد سے ماجر شہزادہ Ferece Rekoczy II نے ہابسبرگ لوگوں کو شکست دی اور ماجروں کو آزادی ہوئی۔ تاریخ ہنگری میں یہ واقعہ مسولینی کی March on Rome کی طرح ہوا اور جہاں ہنگری کے قومی شاعر Petofi Sandor نے ملک میں ماجروں کو اُبھارا وہاں ان کے ڈیوک Kossuth Lajos نے تمام ممالک یورپ، امریکہ وغیرہ میں پھر کر ہابسبرگوں کے خلاف لیکچر دئے اور قوم کو آزاد کرانے کے لیے اس کا نام تاریخ ہنگری میں خصوصیت رکھتا ہے۔

فرانسس جوزف شہنشاہ آسٹریا (1848ء تا 1916ء) کے وقت میں بھی گو ہنگری کو سیلف گورنمنٹ ملی ہوئی تھی مگر قیصر ماجروں کو پسند نہیں کرتا تھا۔ ہنگری کے قومی لیڈروں نے اس عرصہ میں ہنگری کو ہابسبرگوں سے آزادی حاصل کرنے اور ترقی کے میدان میں یورپین اقوام کے دوش بدوش چلنے کے قابل بنا دیا۔ 1896ء میں ماجروں نے اپنی سلطنت کی ہزار سالہ جوبلی منائی۔ پارلیمنٹ کے ہر دو ایوانوں میں قومی جذبہ ترقی کر گیا۔ جنگ عظیم میں ہنگری نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ ہابسبرگ خاندان کا

چوہدری حاجی احمد خاں ایاز۔
سالارِ جیش قادیان
1935

سالارِ جیش قادیان

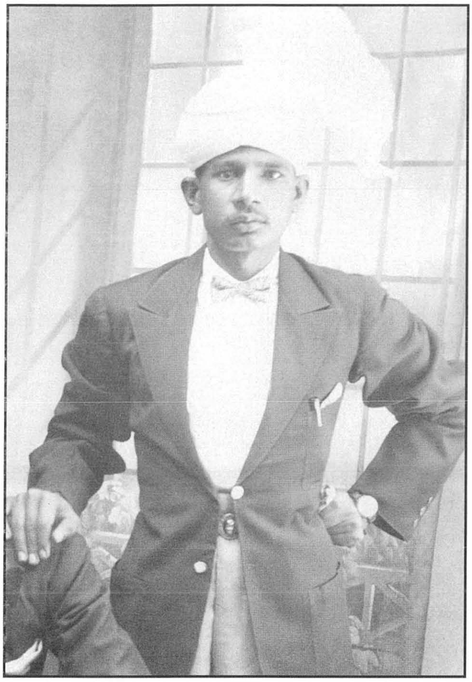

مجاہد ہنگری

بہشتی مقبرہ قادیان دارالامان

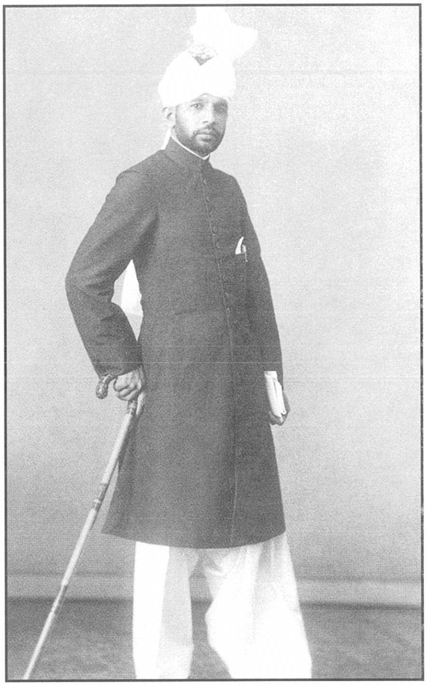

مجاہد ہنگری

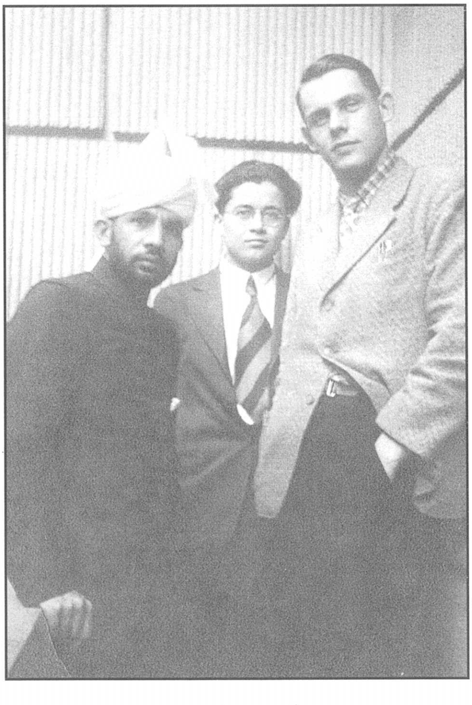

مسٹر خالد پونگو اور ڈاکٹر کلوف ووم ہوف

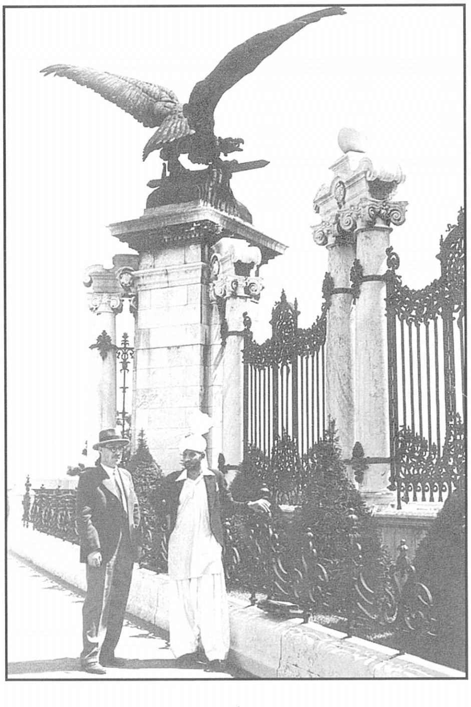

مجاہد ہنگری

ہنگری کے سکاؤٹ دستہ کے ساتھ

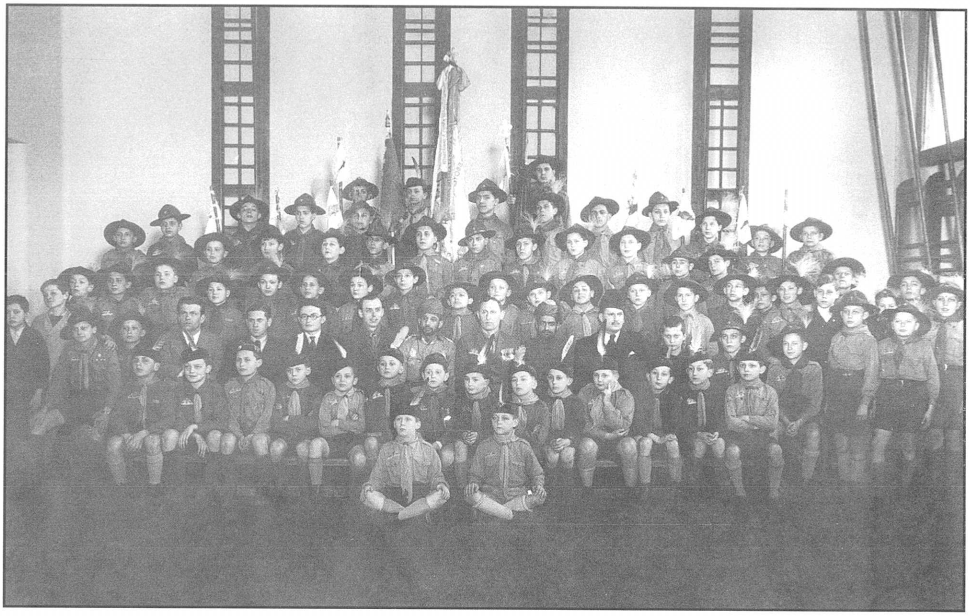

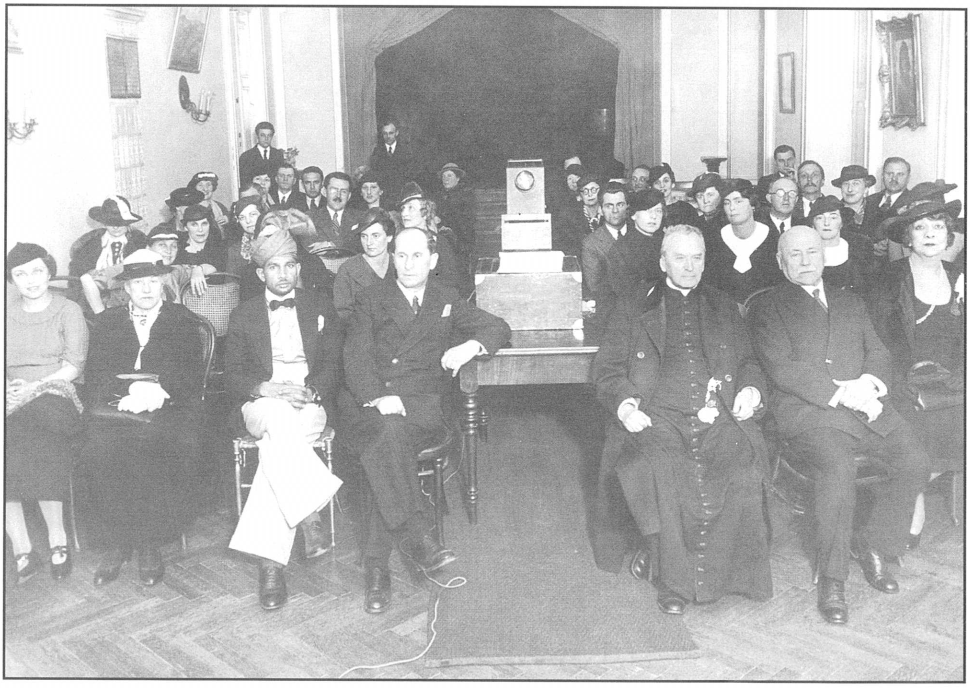

ایک چرچ میں خطاب سے پہلے کی ایک تصویر 1936ء

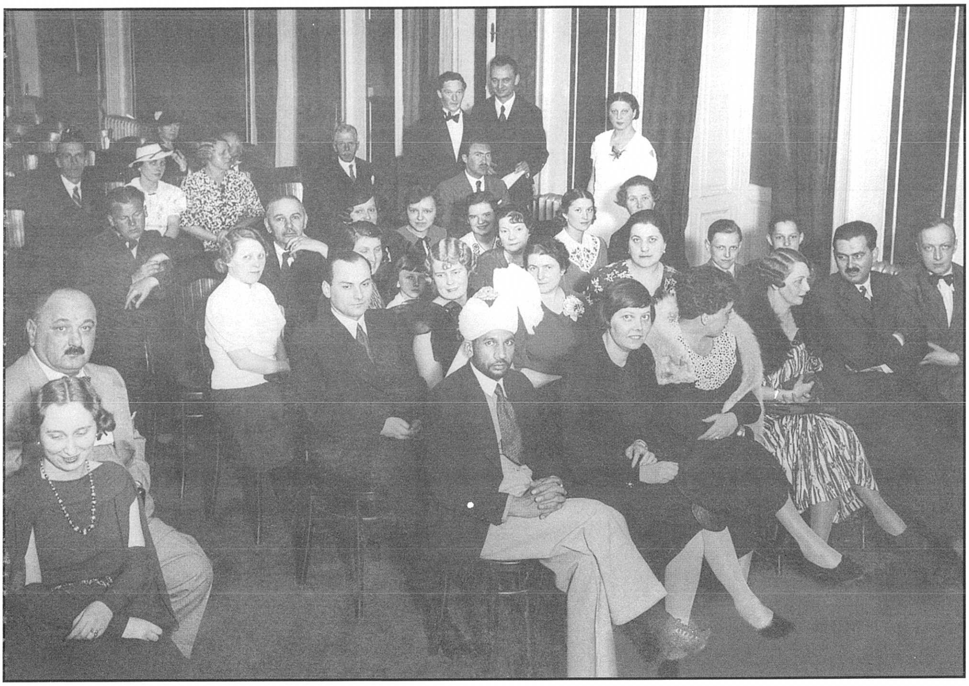

6 جولائی 1936ء کی ایک یادگار تصویر

ہنگری کے سکاؤٹ دستہ کے ساتھ

ہنگری کے سکاؤٹ دستہ کے ساتھ

ہنگری سے خاتمہ ہوگیا۔ ولی عہد Otto بھاگ کر سپین چلا گیا۔ اتحادیوں نے ہنگری کے ٹکڑے کر کے کچھ علاقہ صلح نامہ Trianon کی رُو سے یوگوسلاویہ، رومانیہ اور چیکوسلواکیہ کے حوالے کر دیا۔ یہ مجموعاً ہنگری کے 2/3 حصہ کا نقصان تھا۔ ملک میں بغاوت ہوگئی، امیر البحر نکلسن ہارتی (Admiral Harthy) نے ملک میں امن وامان قائم کر کے گورنمنٹ قائم کی۔ (1920ء) کے بعد وہی ملک کا ریجنٹ منتخب ہوا۔ جنگ عظیم میں اہل ہنگری اور جرمنی اور ترک سب اکٹھے اتحادیوں کے خلاف لڑتے رہے اس لیے اب ماجروں اور ترکوں کی پرانی عداوت کم ہوگئی بلکہ ہنگری کی حکومت نے 1921ء میں ایک قانون کی رُو سے اسلام کو بھی منظور شدہ مذہب قرار دیا اس سے پہلے حکومت آسٹریا کا ہی ہنگری میں بھی سوٹا چلتا تھا اور مذہبی آزادی نہ تھی اب بھی ہنگری کی 70 فیصد آبادی کیتھولک عیسائی ہے، 24 فیصد پروٹسٹنٹ ہیں، 5 فیصد یہودی ہیں جو عموماً بڑے شہروں میں رہتے ہیں۔ ہر مرد جس کی عمر 24 سال سے کم نہ ہو اور ہر عورت جس کی عمر 30 سال سے کم نہ ہو وہ ووٹ دے سکتے ہیں۔ مذہبی آزادی ہے، ڈھونڈنے سے کئی صد مسلمان بھی مل سکتے ہیں جو ترک النسل تھے اب خلط ملط ہوگئے ہیں اور ان کو اب معلوم بھی نہیں کہ وہ مسلمان ہیں یا کیا ہیں؟

ہنگری کے بعض عیسائی اکابرین نے ایک Gul Baba Committee گل بابا کمیٹی چند سال سے بوڈاپسٹ میں قائم کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ بوڈاپسٹ میں ایک مسجد قائم کی جائے تاکہ مشرق سے تعلقات بڑھیں۔ ایک ممبر کمیٹی کا خط میری قادیان سے روانگی کے دن صبح ٹی پارٹی کے وقت محترم حضرت مفتی محمد صاحب صاحب پرائیویٹ سیکرٹری نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حضور پیش کیا جس پر حضور نے چند ہدایات خاکسار کو فرمائیں تھیں۔ مولوی عبدالحکیم صاحب شملوی کے ایک خط سے جو مجھے ہنگری میں ملا تھا معلوم ہوا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے 1932ء میں ایک خواب دیکھا تھا کہ ناروے، فن لینڈ اور ہنگری کے لوگ احمدیت کا انتظار کر رہے ہیں۔

1933-34ء میں بوڈاپسٹ یونیورسٹی کے پروفیسر جرمانوس صاحب سیاحت کی غرض سے قادیان آئے تو انہوں نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہنگری کے حالات سنائے اور چونکہ جنگ عظیم کے بعد صلح نامہ Trianon کی رُو سے ہنگری کا 2/3 حصہ غیروں کے قبضہ میں چلا گیا تھا اس لیے پروفیسر جرمانوس نے حضرتِ اقدس سے دعا کی درخواست کی اور حضور نے ہنگری کے دوبارہ عروج کے لیے دعا فرمائی۔ پروفیسر موصوف نے اس

واقعہ کا ذکر اپنی تصنیف "Allah-Akbar" نامی میں کیا ہے۔ چنانچہ اسی ملک ہنگری میں پیغام حق پہنچانے کے لیے حضرت امیر المؤمنین نے اس عاجز کو مقرر فرمایا۔

وہ بوجھ اُٹھا نہ سکے جس کو آسمان و زمیں
اُسے اُٹھانے کو آیا ہوں کیا عجیب ہوں میں

(مجاہد ہنگری)

ہنگری میں ورود

بے بال و پر، بے بس ایاز، اپنے محمود کے اشارے پر گرتا پڑتا، مشکلات کا شکار ہوتا ہوا کسی نہ کسی طرح بوڈاپسٹ ہنگری پہنچا وہاں پر جو حالات پیش آئے وہ بہت دلچسپ، دکھ بھرے اور ایمان افروز ہیں انہی کی زبانی سنتے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

’’21.2.36 بروز جمعہ شام کے وقت ٹرین ہنگری کی سرحد پر پہنچی وہاں پاسپورٹ افسر نے مجھے پونڈوں کی بجائے ملک ہنگری کے سکے حاصل کرنے میں مدد دی۔ دس بجے رات کو ٹرین ہنگری کے دارالخلافہ بوڈاپسٹ پہنچی۔ میں نے ٹرنک بسترا گاڑی سے نکال کر پلیٹ فارم پر رکھ دیا مجھے معلوم نہ تھا کہ میں نے کہاں جانا ہے۔ اس شہر میں کسی سے واقفیت نہیں تھی نہ میں ان لوگوں کی زبان سے آشنا تھا۔ جب سب لوگ اُتر گئے تو ایک قلی میرے پاس آیا اس نے کچھ کہا لیکن میں چپ رہا اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا رہا کہ بتاؤ کہاں جاؤں؟ سردی سے ٹھٹھر رہا ہوں (اپنے خیال سے میں نے ہندوستان سے گرم کپڑے سلائے تھے وہ وہاں ململ کے کرتے کی طرح اس سردی میں معلوم دیتے تھے) اور یہاں کتنی دیر کھڑا رہوں؟

تو قادر ہے تیرا کوئی ہمسر ہی نہیں!
میں وہ بے بس ہوں کہ بے درد بھی ہوں بے پر ہی نہیں

قلی نے یہ سمجھ کر کہ یہ کوئی اجنبی آدمی ہے ایک دو اور ریلوے ملازمین کو بلایا۔ مجھے کسی کی بات سمجھ نہ آتی تھی ان کو میری حالت پر رحم آیا انہوں نے قلی کو کہا کہ سامان اٹھا لو اور مجھے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ میں نے ٹکٹ دیا، پاسپورٹ دکھایا۔ چونگی والوں کو سامان دکھایا۔ اب تمام مسکراتے اور اشاروں سے بات کرتے تھے۔ میں نے بس آج کے دن ہی اشاروں کو زبان کی جگہ استعمال کیا۔ دو چاندی کے سکے جن کو پینگو (Pengo) کہتے ہیں قلی کو دیئے یہ سکہ اٹھنی کے برابر ہوتا ہے اس کا نام

مجھے سرحد پر نقدی تبدیل کرتے وقت معلوم ہو گیا تھا اور ایک دو کی گنتی انگلیوں کے اشارے سے قلی نے مجھے بتائی۔ اب ٹیکسی موٹروں والے بھی اشاروں سے پوچھتے کہ کہاں جاؤ گے؟ مگر میں مسکرا دیتا۔ پھر وہ آپس میں باتیں کرتے اور ہنستے۔ ایک ریلوے ملازم بھی میری مدد کرنا چاہتا تھا مگر میں کیا بتاتا کہ کہاں جانا ہے؟ پھر وہ سب ہوٹل ہوٹل کرنے لگے میں نے بھی گردن ہلائی تو ایک موٹر ڈرائیور نے میرا سامان چھوٹی سی موٹر میں رکھ دیا۔ اس نے کئی ہوٹلوں کے نام لیے ایک لفظ برٹان اور ہنگاریا بھی تھا بس یہ الفاظ میری سمجھ میں آئے، میں بھی ''برٹان، برٹان'' ہی کہہ کر موٹر میں بیٹھ گیا (یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کوئی انگریزی ہوٹل ہو گا وہاں انگریزی بول کر سب کچھ دریافت کر لوں گا) اسٹیشن سے چل کر ہوٹل برٹان (Britan) تک موٹر میں بیٹھے ہوئے جو میری حالت تھی وہ بس میری ہی حالت تھی۔ ہوٹل برطانیہ، ہنگاریہ، برسٹل وغیرہ میں یکے بعد دیگرے اسی موٹر پر گیا مگر سب کا ایک رات کا کم سے کم کرایہ دس تا پندرہ پینگو تھا۔ ہوٹلوں میں انگریزی دان عملہ سے گفتگو کرنے سے میری کچھ پریشانی جاتی رہی۔ مجھے صرف یہ فکر تھا کہ اگر کم از کم دس پینگو ہی ایک رات کا کرایہ ہو تو پھر میں تو ہنگری میں صرف ایک ہفتہ ہی رہ سکتا ہوں کیونکہ میرے پاس اس سے زیادہ رقم نہیں۔ میں نے برسٹل ہوٹل والوں سے یہی دریافت کیا تو وہ بہت ہنسے''۔

(مجاہد ہنگری صـ32 تا34)

اب دیکھیے کس طرح اس اجنبی سرزمین پر اجنبی لوگوں کو میں اجنبی زبان میں خدا کا پیغام پہنچانے آنے والا ایاز اپنے شب و روز بسر کرتا ہے۔ ہوٹل برٹان (Britan) میں آپ پر لوگ ہنستے، راستے میں ٹھٹھہ ہوا تو صرف آپ کی اجنبیت کی وجہ سے۔ بالآخر آپ ایک سستے ہوٹل میں ٹھہرنے کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

''ایک محرر نے مجھے کاغذ پر (Hotel West End) ہوٹل ویسٹ اینڈ لکھ دیا کہ یہ بہت سستا ہوٹل ہے، وہاں پہنچا، ہوٹل مینیجر مسٹر کلیم (Klem) تھوڑی سی انگریزی جانتا تھا، اس نے تین پینگو یومیہ کے حساب سے 29 نمبر کمرہ مجھے دیا۔ خادمہ نے سامان وغیرہ اندر رکھ کر بستر وغیرہ کر دیا۔ جب خادمہ چلی گئی تو میں دروازہ بند کر کے دو نفل پڑھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ کم از کم اس نے مجھے اس ملک میں پہنچا دیا جہاں پہنچنے کا میرے آقا نے مجھے حکم دیا تھا اور یہ دعا کی کہ

کر اپنے فضل سے تو میرے ہم سفر پیدا
کہ اس دیار میں اے جان من غریب ہوں میں

پھر سو گیا۔" (مجاہد ہنگری صہ 34-35)

ہنگری میں پہلا دن

اجنبی دیس میں ان دیکھی فضاؤں کی گھنگھور مستیوں کو دیکھ کر نوجوان ایاز کا دل کیا کہہ رہا تھا؟ اس بات کا اندازہ ہمیں بوڈاپسٹ میں گزارے ہوئے پہلے دن سے بخوبی ہو سکتا ہے اور عزمِ صمیم کا بھی پہلے دن سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ نوجوان کچھ کر گزرنے کا یقین رکھتا ہے۔ چنانچہ ایاز صاحب لکھتے ہیں:-

"صبح نماز اور تلاوت قرآن کریم اور تذکرہ کے بعد پھر دو نفل پڑھ کر نو بجے کے قریب ہوٹل سے باہر نکلا، چوک کے پاس کھڑا ہو گیا، تھوڑی تھوڑی برف گر رہی تھی دیکھا کہ بازاروں کی چوڑی سڑکیں ہیں، ٹرام اور موٹروں کے علاوہ چلنے پھرنے والوں کی بڑی بھیڑ ہے سب مرد اور عورتیں یورپین لباس میں نہایت خوش شکل معلوم ہوتے تھے۔ میں نے "صاحب اور میموں" کو تیز قدم اُٹھاتے دیکھا تو دل میں خیال کیا کہ یہ میری کب سنیں گے اور میری طرف کون متوجہ ہوگا؟ یاالٰہی یہ کام کس طرح ہوگا اور کسی کو کیا بنی جو ایک غریب الوطن کے کہنے پر دنیا کو دین پر قربان کرے اور اپنے تمدن و عادات کو چھوڑ کر نرالی زندگی تحریک جدید کے احکام کے مطابق گزارے؟

؎ کون چھوڑے خوابِ شیریں کون چھوڑے اکل و شرب
کون لے خارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار؟

مگر اے میرے خدا! کیا تیرے وعدے یوں ہی چلے جائیں گے؟ کیا میں ناکام ہی مر جاؤں گا اور جس مقصد کے لیے آیا ہوں وہ پورا نہ ہوگا؟ مجھے تیرے پر یہ تو امید نہیں:

؎ نہیں ہے جس کے ہاتھ میں کوئی بھی شئے وہی تو ہوں
جو ہے قدیر خیر و شر میرا خدا تو ہی تو ہے

انہی تفکرات میں کھڑے کھڑے آدھ گھنٹہ گزر گیا۔ تو میری زبان پر یہ الفاظ خود بخود جاری ہو گئے کہ:

؎ بھانویں مار تے بھانویں رکھ لے تیرے لڑ میں لگیاں

ان الفاظ کے اجرا کے ساتھ ہی میری طبیعت کا بوجھ ہلکا ہو گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ بس اب

اُس کے لڑ جو لگ گیا اب فکر کی کیا ضرورت؟ ساتھ ہی خیال آیا کہ **تھامس کک اینڈ سنز لمیٹڈ** کے دفتر میں جاؤں شاید کوئی بہتر صورت ہو سکے کیونکہ وہ ہر ملک میں سفر کے لیے سہولتیں مہیا کرتے ہیں۔ ان کے شہر کے دفتروں کے پتہ جات کی فہرست میری جیب میں تھی۔ بوڈاپسٹ کے پتہ پر نشان لگا کر میں نے چوک والے پولیس مین کو دکھایا اور اشاروں سے پوچھا کہ یہ جگہ کہاں اور کدھر ہے؟ پولیس کانسٹیبل نے اپنی زبان اور ہاتھ کے اشاروں سے خوب سمجھانے کی کوشش کی مگر مجھے کچھ بھی سمجھ نہ آیا اور میں نے ...... دو تین دفعہ گردن ہلائی کہ بس سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ خدا تمہارا بھلا کرے۔ جس طرف اس نے پہلے اشارہ کیا تھا اس طرف میں بھی اور لوگوں کی طرح خوب تیز تیز چلنے لگا تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ اجنبی ہے اور راستہ تلاش کر رہا ہے۔ چلتے چلتے میں ایک ایسی جگہ جا پہنچا جہاں سے پھر دو سڑکیں کراس کرتی تھیں وہاں میں پھر ٹھہر گیا۔ میں یورپین لباس میں تھا مگر چھوٹی ڈاڑھی تھی ہر گزرنے والے کو میں دیکھتا اور اندازہ لگاتا کہ کس فطرت کا آدمی ہے اور کیا یہ انگریزی جانتا ہوگا اور کیا یہ میرے راستہ پوچھنے پر ناراض تو نہیں ہوگا۔ ایک نوجوان لڑکا جو انگریزی جانتا تھا اس نے مجھے راستہ وغیرہ بتایا‘‘۔

(مجاہد ہنگری صـ34تا36)

آشیانہ کی تلاش

مناسب رہائش کے لیے پہلے دن ہی تگ و دو شروع ہوگئی اور جلد ہی ایک مناسب رہائش مل گئی لیکن کھانا کھانے بیٹھے تو ساتھ ہی اپنی جیب کا خیال دامن گیر ہوا لکھتے ہیں:۔

’’میں **تھامس کُک** کے دفتر پہنچا وہاں ایک انگریز عورت اور ایک ماجر ملازم دفتر مذکور نے اِدھر اُدھر ٹیلیفون کر کے بہت پوچھا کہ ایک ہندوستانی ٹورسٹ آیا ہے اس کے لیے کوئی سستی رہائش کا انتظام ہو سکے۔ آخر اس کلرک نے اپنے بھائی کو جو St. Gellert (سینٹ گلیرٹ) کالج اور بورڈنگ کا ڈائریکٹر تھا ٹیلیفون پر کہا کہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندوستانی مسافر ہے اس کی رہائش کا کالج میں انتظام کرو۔ ڈائریکٹر مذکور مسٹر جانسن ولماس (Jonson Wilmos) نے شام کو وہاں کالج میں بھیجے جانے کو کہا۔ میں نے اسی وقت حضرت اقدس کے حضور اپنی بوڈاپسٹ میں رسیدگی کا خط وغیرہ لکھ دیا۔ واپس ہوٹل میں آتے وقت ٹرام میں بیٹھ گیا۔ ٹرام کنڈیکٹر حیران تھا کہ یہ مسافر اتنا بھی نہیں بتا سکتا کہ ٹکٹ کہاں کا چاہئے؟ ایک شریف آدمی جو فوج میں میجر تھا اور تورانیوں کی تاریخ

معلوم کرنے کے لیے انڈیا اور تبت کی سیر بھی کر چکا تھا اس نے مدد کی۔ میں غلط ٹرام میں بیٹھا تھا اس نے مجھے بہت تسلی دی اور ٹرام تبدیل کرا کر مجھ سے مصافحہ کر کے چلا گیا۔ ڈائریکٹر مسٹر (جانسن) Jonson نے مجھے بورڈنگ میں ایک کمرہ 30 پینگو ماہوار پر دے دیا۔ میں نے رات کو سامان وغیرہ درست کیا کمرہ میں آتے ہی دو نفل پڑھے۔

دوسرے دن میں شہر میں گیا پرسوں سے کھایا پیا کچھ نہیں تھا۔ ایک دکان پر نارنگیاں تھیں مالکہ دکان نے میرے اشارے پر عمل کرتے ہوئے ایک نارنگی کاغذ کے لفافہ میں ڈال کر دی۔ اس نے قیمت جو مانگی وہ پینگو سیکم سکہ یعنی کچھ فیلرز تھے جن کی مجھے سمجھ نہ تھی۔ میں نے کچھ نقدی بٹوا سے نکال کر اس کے سامنے رکھ دی کہ اُس میں سے اٹھالو۔ اس نے ساٹھ فیلرز لے لیے (سو فیلرز کا ایک پینگو ہوتا ہے) جو چار آنہ کے برابر ہوتے ہیں۔ اب مجھے معلوم ہو گیا کہ ایک نارنگی کی کیا قیمت ہے۔ پھر میں نے ایک اور خرید لی مگر دو دن کے بھوکے آدمی کو دو نارنگیاں بھلا کیا تھی؟ قریب ہی ایک عالی شان قہوہ خانہ تھا وہاں کرسی پر جا بیٹھا۔ انہوں نے میرے اشارے سے یہ سمجھا کہ جو کچھ اور لوگ پیتے ہیں وہی ایک گلاس یہ بھی مانگتا ہے۔ چنانچہ شراب کا پیالہ اس نے میرے سامنے لا کر رکھ دیا جو میں نے واپس کر دیا۔ پھر اس نے کھانوں کی فہرست سامنے رکھی مگر میں ہنگری زبان نہ پڑھ سکتا تھا ہر کھانے کے سامنے تین تین چار چار پینگو کی رقم تھی میں نے سمجھ لیا کہ یہ غریبوں کے کھانے کی چیزیں نہیں اس لیے میں اُٹھ کر چلا آیا۔ میری ڈائری میں اس تاریخ کو اس واقعہ کے اندراج کے بعد لکھا ہوا ہے کہ:

”اِدھر اُدھر پھر کر کالج واپس آ گیا۔ نماز پڑھی، حیرانگی کی حالت میں لیٹ گیا اور اس بات سے دل کو تسلی ہوئی کہ:۔

؎ مے خواہد نگارِ من تہی داستانِ عشرت را“

(مجاہد ہنگری صـ 36-37)

مقامی زبان سیکھنے کی کوشش

مکرم ایاز صاحب کو پہلے دن ہی اس بات کا شدید احساس ہو گیا تھا کہ مقامی زبان کے بغیر گزارہ نہیں چل سکتا۔ چنانچہ ایک طرف تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھے کہ وہی سچی مدد کر سکتا ہے اور دوسری طرف عالم اسباب کو بھی بروئے کار لانے میں کوشاں تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:۔

”بوقت شام ڈائریکٹر کو کہا کہ مجھے کوئی ہنگری سیکھنے کی انگریزی ترجمہ والی کتاب لا دو۔ ڈائریکٹر صاحب انگریزی جانتے تھے۔ 25.2.36 کو میں ایک معمولی سے ہوٹل میں کھانا کھانے گیا۔ اشاروں کو وہ نہ سمجھ سکتے تھے سب ملازم عورتیں اور مرد جمع ہو گئے، راہ گزر بھی ان کی ہنسی سن کر ٹھہر گئے، چھوٹے بچے مخول کرنے لگے وہ سمجھتے تھے کہ شاید میں ایبے سینیا سے آیا ہوں۔ میں کھانے کی فہرست سے لفظ Tea (تے آ) دیکھا تو میں سمجھ گیا، انگریزی میں بھی چائے کو Tea (ٹی) ہی لکھتے ہیں، اس پر انگلی رکھی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ کوئی پڑھا لکھا آدمی ہے صرف بولنے سے معذور ہے۔ چائے پینے کے بعد میرا جی چاہتا تھا کہ پیٹ بھر کر روٹی کھاؤں مگر چونکہ یورپ میں ہر سالن خنزیر کی چربی سے پکاتے ہیں اس لیے میں چاہتا تھا کہ دو انڈے مکھن ڈال کر پکائے جائیں تو کھاؤں۔ میں نے گول انڈا ہاتھ کے اشارے سے بنایا اور ساتھ ہی ”ککڑوں کوں“ بول دیا کیونکہ میرے خیال میں آیا کہ مرغ کی آواز تو ہر دو ملک میں یہی ہوتی ہے۔ شاید یہ اس قدر ہمدرد ہو گئے کہ سب کچھ مہیا کر دیا۔ اسی شام کو ڈائریکٹر نے مجھے ایک کتاب:

"Hungarian self Laught"

لا کر دی اور میں بے حد خوش ہوا۔ دودھ، روٹی، چائے، سبزی کے الفاظ پر نشان لگا کر ہوٹل کو دوڑا اور ہوٹل والے کو نشان زدہ الفاظ دکھا کر کہا کہ یہ چیز دو۔ وہ اندر سے سب عورتوں اور دیگر ملازمین کو بلا لایا کہ دیکھو ہندو کتاب لے کر آیا ہے معلوم ہوتا ہے تمام تورانی اقوام کی زبانوں میں ہندوستانی کو ہندو ہی کے لفظ سے پکارتے ہیں“۔

(مجاہد ہنگری صـ37-38)

ابتدائی تعلقات

کالج میں ٹھہرنے اور انگریزی زبان جاننے کی وجہ سے نیز اپنے جذبہ تعمیر ملت و مذہب کے تحت آپ نے اپنا حلقۂ احباب وسیع کرنا شروع کر دیا۔ آپ کے حلقۂ احباب میں ایک ترتیب نظر آتی ہے۔ مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے شناسائی پیدا کی۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:-

”میں نے بورڈنگ کے چند لڑکوں، ایک دو دکانداروں اور یونیورسٹی کے طلبا سے اور پروفیسر Jonson (جو سینٹ گلیرٹ کالج کے ڈائریکٹر بھی تھے) کے چند دوستوں سے آشنائی پیدا کر لی تھی اور مذہبی گفتگو ہوتی۔ جو تھوڑی بہت انگریزی جانتا وہ ترجمان ہو کر دوسروں سے میرا تعارف کراتا مگر

میں نے ایک ہفتہ تک کسی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ میں مبلغ یا مشنری ہوں کیونکہ یورپ میں مشنری اور پادری سب لالچی اور تنخواہ دار ہونے کی وجہ سے بدنام ہیں اور نوجوان طبقہ ان کو پسند نہیں کرتا۔ ڈائریکٹر کو میں اچھی طرح تبلیغ کیا کرتا تھا کیونکہ وہ نہایت ہی نیک اور خدا ترس اور صحیح معنوں میں مذہبی آدمی تھا۔ احمدیہ لٹریچر کا اس نے مطالعہ بھی کیا اور وہ دل سے حقیقت کو مان چکا تھا مگر کیتھولک کالج کا ڈائریکٹر ہونے کی وجہ سے وہ دوسرا مذہب اختیار نہیں کرسکتا تھا مگر اس نے میری امداد بہت کی۔ **جزاء ھم اللہ احسن الجزاء**۔ اس کے ذریعہ سے میں نے یونیورسٹی کے طلبا سے رابطہ قائم کیا۔ Prof. Germanus پروفیسر جرمانوس کے ذریعہ مستشرقین اور یہودیوں سے واقفیت ہوئی اور ڈاکٹر Dr. Medriezky میڈرسکی سیکرٹری لارڈ میئر تو میرے لیے بوڈاپسٹ کے اُمرا اور پریس اور سوسائٹیوں سے تعلقات قائم کرنے میں کھل جا سم سم ثابت ہوئے۔ ڈائریکٹر میڈرسکی نے تو اس قدر تبلیغ احمدیت میں مجھے مدد دی کہ میں ان کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔ یہ سب حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ کی دعاؤں کا اثر تھا کہ **یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَآءِ** والا الہام عجیب طریق سے پورا ہوتا میں نے دیکھا۔ **وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ**‘‘

(مجاہد ہنگری صـ39-40)

پروفیسر جرمانوس اور ان کے ذریعہ پیدا ہونے والے تعلقات

ایاز صاحب کی مردم شناس آنکھ نے پروفیسر جرمانوس کی شخصیت کو جانچ لیا کہ بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ تعلقات کے سلسلہ میں یہ بہت کام آنے والی شخصیت ہیں۔ چنانچہ ان کے ساتھ آپ نے اپنے تعلقات اس حکمت کے ساتھ اُستوار کئے کہ باقی دروازے خود بخود کھلتے گئے اس بارہ میں لکھتے ہیں کہ:-

’’بروز اتوار 8-3-36 کو میں پروفیسر جرمانوس سے ملنے گیا وہ عربی کا ماہر ہے اور اسلام و مشرق کے متعلق اس نے کتب بھی لکھی ہیں وہاں بوڈاپسٹ میونسپلٹی کے چیف سیکرٹری ڈاکٹر میڈرسکی سے بھی تعارف ہوا وہ میری پگڑی سے متاثر ہو کر مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور ان کی اہلیہ میڈم Magyar Katto بھی مشہور ادیبہ ہے، اس نے اسی دن سے مجھے ہنگری زبان پڑھانا شروع کردیا اور جس کسی سوسائٹی یا دوست کے ہاں یہ جاتے مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔ میں رات کو کالج میں رہتا مگر عام لوگوں کو میں نے اپنے تعارفی کارڈ پر ڈاکٹر میڈرسکی کے گھر کا ہی ٹیلیفون نمبر اور پتہ لکھ دیتا تھا کیونکہ عموماً ان کے ساتھ ہی دن گزارتا تھا۔ اب واقفیت دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔ چنانچہ

16-3-36 کو پروفیسر جرمانوس نے گل بابا کمیٹی کے ممبران کو مجھ سے متعارف کرانے کے لیے دعوتِ چائے دی تھی اس مجلس میں ہزایکسیلنسی Szimony Szemadam سابق وزیر اعظم ہنگری ہزایکسیلنسی Baron Sigmund Preeny محافظ تاج ہنگری اور پریذیڈنٹ نیشنل کونسل و پریذیڈنٹ گل بابا کمیٹی مذکور اور ہزایکسیلنسی Dr. Berezy Istvan سابق لارڈ میئر و وزیر انصاف ہنگری اور Dr. A. Medrickzy ایل ایل ڈی سیکرٹری صدر بلدیہ بوڈاپسٹ اور Dr. Irvan Baktay سیاح ہند (جس نے ہندو مذہب اور ہندوستان کے متعلق کئی کتب بھی لکھی ہیں) اور کرنل Col. Petritozoviez صاحبان سب کو میں نے اچھی طرح تبلیغ کی اور ان سے وقتاً فوقتاً ملاقات ہوتی رہی اور اب بھی ان کے خطوط آتے رہتے ہیں، ہزایکسیلنسی بیرن پیرمینی محافظ تاج نے مجھے اسی شام کو کہا تھا کہ ہنگری میں تم آزادی سے تبلیغ کرو اور اگر کبھی تکلیف ہو تو مجھے بتانا۔ صاحب موصوف وزیر داخلہ بھی رہ چکے ہیں اور اسلامی دنیا سے اچھے تعلقات کے خواہاں ہیں اسی وجہ سے انہوں نے بوڈاپسٹ میں مسجد بنوانے کے لیے گل بابا کمیٹی قائم کی۔ ڈاکٹر میڈرسکی بھی تائید اسلام میں پیش پیش ہیں۔“

(مجاہد ہنگری صہ 40-41)

شاندار نظارہ کی عینی شہادت

حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ نے 17 جنوری 1936ء کے خطبہ جمعہ میں مکرم ایاز صاحب کے عزم و استقلال کا ذکر فرماتے ہوئے کہا تھا کہ یہ ابھی منہ کے الفاظ ہیں جب اللہ تعالیٰ ان الفاظ کے مطابق ہمارے نوجوانوں کو کام کرنے کی توفیق دے گا تو وہ ایک شاندار نظارہ ہوگا مگر جب تک وہ وقت نہ آئے یہ الفاظ ہمارے لیے خوشی کا موجب ہیں۔ اس واقعہ کی تفصیلات بتاتے ہوئے ایاز صاحب رقمطراز ہیں کہ:-

”16 جنوری 1936ء کو قادیان سے روانگی سے چند گھنٹے پیشتر تحریک جدید کی طرف سے الوداعی ایڈریس کے جواب میں خاکسار نے مختصر سی تقریر کی تھی جس کا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 17 جنوری میں ذکر بھی کیا اور فرمایا کہ یہ ابھی منہ کے الفاظ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ان الفاظ کے مطابق ہمارے نوجوانوں کو کام کرنے کی توفیق دے گا تو وہ ایک شان دار نظارہ ہوگا مگر جب تک وہ وقت نہ آئے یہ الفاظ ہمارے لیے خوشی کا موجب ہیں کیونکہ زبان کے الفاظ بھی جب تک عمل ان کے خلاف نہ ہو ایک قیمت رکھتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم تو زبانی بھی اس ایمان کا اظہار نہ کرسکی تھی۔ پس ایمان کی پہلی علامت تو یہی ہوتی ہے کہ منہ سے اظہار کیا

جائے۔ اگر وہ سچے دل سے ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے پورا بھی کر دے گا۔ وقت آنے پر دنیا حیران ہو جائے گی کہ ان گڈریوں میں کیسے کیسے سپہ سالار ہیں جنہیں کوئی نہ دیکھ سکا۔ جب وہ وقت آئے گا تمہارے جاہل کہلانے والے نوجوان دنیا کے علما کے دلوں کو فتح کر کے انہیں اسلام کی غلامی میں داخل کر دیں گے اور دنیا میں اسلام ہی اسلام پھیل جائے گا۔“

حضور کے ان الفاظ سے میرا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا تھا اور یہی ایمان تھا کہ:

رہے گا نہ احرار کا بت بھی سالم
حکومت نہ توڑے گی ہم پر مظالم
اطاعت میں آئیں گے شاہانِ عالم
ہے محمود فضل عمر کی خلافت

(مجاہد ہنگری صـ 41-42)

پریس کے ساتھ روابط

ایاز صاحب نے پریس کے ساتھ بہت جلد روابط پیدا کر لیے۔ دیس کی اجنبیت، زبان کا فرق، قومیت کی تفریق گویا آپ کے جذبوں کے طوفان کے آگے ریت کی دیوار اور خزاں کے پتے ثابت ہوئی اور بالآخر پریس نے آپ کو نمایاں مقام دینا شروع کر دیا اور ابتدائی طور پر ہی آپ نے اپنی شخصیت، وابستگی اور ہنگری آنے کا مقصد بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ ان لوگوں کے سامنے رکھ دیا تھا جسے اخبارات نے جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی شخصیت، لباس اور عزم کو دیکھ کر ہنگرین قوم انگشت بدنداں تھی۔ چنانچہ آپ خود اس واقعہ کو یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

”میرے ہنگری پہنچنے پر ایک نمائندہ پریس سے گفتگو ہوئی اور میرا یہ انٹرویو میرے فوٹو کے ساتھ بوڈاپسٹ کے نہایت مشہور روزنامہ اخبار Magyar Orszag نے اپنے 15 مارچ 1936ء کے پرچہ میں بدیں عنوان شائع کیا کہ:

”یہ ہندوستانی سارے ہنگری کو مسلمان بنانا چاہتا ہے“

اس مضمون میں میری گفتگو اور جماعت احمدیہ کے ضروری حالات لکھنے کے بعد اخبار مذکور نے لکھا کہ:

”یہ محمڈن مشنری بڑے شدّ و مد سے یقین رکھتا ہے کہ تمام رُوئے زمین پر بسنے والوں کا ایک ہی مذہب اسلام ہو کر رہے گا اور احمدیت کے ذریعہ سے ہی دنیا میں امن قائم ہوگا۔ یورپ کی جنگی خبریں

> اس کے ارادوں کو متزلزل نہیں کرسکتیں بلکہ اس نے کہا کہ جنگ امن کا پیش خیمہ ہے۔“
>
> کئی اخباروں میں میرے فوٹو ایسے شائع ہوئے جبکہ لوگ میرے اردگرد بازار میں جمع ہوتے تھے۔ بعض سوسائٹیوں اور کلبوں میں لیکچر دیتے وقت کے فوٹو اور ریمارکس وغیرہ ہوتے۔ اخبار Az Est نے 24 مئی کی اشاعت میں لکھا کہ ”قادیان سے کئی نوجوان مجاہد یورپ میں تبلیغ اسلام کے لیے آئے ہیں اور اگرچہ ہندوستان میں حکومت اور عوام کی طرف سے ہماری مخالفت ہوتی ہے لیکن یہ مخالفت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور ہم اپنے مقاصد کو پورا کر کے چھوڑیں گے چاہے ہم کو خون کی کتنی ہی قربانیاں کیوں نہ دینی پڑیں۔“

(مجاہد ہنگری صہ 43-42)

ہستیٔ باری تعالیٰ پر کامیاب مناظرہ اور اسلام کا نفوذ

اسی سلسلہ میں 21 مئی 1936ء کو ہنگری کے ایک انگریزی دان حلقہ کی ایک سوسائٹی میں ”ہستیٔ باری تعالیٰ“ کے مضمون پر کامیاب مناظرہ ہوا اور اسلام کا نفوذ ہنگری میں ہونا شروع ہو گیا۔ اسلام کو جذبوں سے بھرپور ایک نوجوان مل گیا جو ایاز صاحب کے لیے سلطان نصیر ثابت ہوا۔ اس بارہ میں آپ لکھتے ہیں کہ:-

> ”ہنگری کے انگریزی دان حلقہ کی سوسائٹی میں ”ہستیٔ باری تعالیٰ“ کے مضمون پر کامیاب مناظرہ ہوا اور ڈاکٹر Fabrc دہریہ کو شکست ہوئی اور مسٹر سٹیفن پونگو Pongo Istvan متعلم یونیورسٹی نے اسی مجمع میں قبول اسلام کا اعلان کیا۔ یہ ایک ماہ سے زیر تبلیغ تھا۔ اس نوجوان کا اسلامی نام خالد رکھا گیا۔ اس نوجوان کی عمر ابھی 18 یا 19 سال ہے مگر یہ ایسا زبردست فلاسفر ہے کہ پروفیسر بھی اس سے گھبراتے ہیں۔ یہی ہماری انجمن احمدیہ بوڈاپسٹ کا سیکرٹری ہوا اور یہ اس قدر ذہین ہے کہ میں عموماً سوسائٹیوں میں جو لیکچر انگریزی میں دیا کرتا تھا یہ اُٹھ کر اپنی یادداشت سے ہی میرے لیکچر کا لفظ بلفظ ترجمہ ہنگری زبان میں کر دیتا تھا۔ غیر ممالک کے سیاحوں کو جو بوڈاپسٹ میں آتے تھے یہ ڈھونڈ کر میرے پاس لے آتا اور ہم دونوں ان کو تبلیغ کر کے چھوڑتے تھے۔“

(مجاہد ہنگری صہ 43)

(خالد صاحب کے بارہ میں ایاز صاحب نے بتایا کہ بعد میں خالد نے میونخ یونیورسٹی سے انجینئرنگ کی اور یہ بہت ذہین و فطین لڑکا تھا۔ ناقل)

خط و کتابت کا جرأت مند طریق اور اس کا نیک اثر

جب ایاز صاحب کو خالد کے رنگ میں سلطان نصیر مل گیا تو علاوہ زبانی تبلیغ کے بڑے بڑے عہدہ داروں اور معززین کو اسلام قبول کرنے کے لیے تبلیغی خطوط کا بھی سلسلہ جاری ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر میڈرسکی کا تعاون بھی شامل حال رہا۔ آپ کی زبانی سنئے آپ فرماتے ہیں:۔

> ”معززین شہر کو ہم دونوں ہنگری اور انگریزی زبان میں تبلیغی خطوط لکھا کرتے تھے۔ ڈاکٹر میڈرسکی خطوط کے کاغذ اور ٹائپ مشین مجھے خود دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے انگریزی میں ایک خط ڈاکٹر تاپائی Dr. Tapayi ایڈیٹر اخبار پشتی ناپلو کو لکھا کہ آؤ آپ بھی اسلام قبول کر لو! اس کا جواب ڈاکٹر تاپائی نے اپنی روزانہ اخبار Pesti Naplo کے سنڈے ایڈیشن میں 5 جولائی کو لکھا۔ ڈاکٹر تاپائی یونیورسٹی کا پروفیسر بھی رہا ہے اس نے دنیا کا سفر بھی کیا اور کیتھولک کونسل روم کا ممبر بھی ہے اور اپنی بے شمار تصانیف کی وجہ سے ہنگری کا قابل ترین دماغ کا آدمی مانا گیا ہے۔ چنانچہ ان تصانیف میں بھی ڈاکٹر موصوف نے اسلام پر حملے کئے ہیں۔ اب میرے خط کے جواب میں اس نے تین کالم کا خط اخبار میں شائع کیا۔ گو اس نے میری اور جماعت احمدیہ کی تعریف بھی کی لیکن اہل یورپ کو جس قدر اسلام پر موٹے موٹے اعتراضات ہیں وہ بھی اس نے دُہرا دیئے۔ میں نے انگریزی میں تیس ورقوں کا ایک جواب الجواب تیار کیا، یہ جواب الجواب خاص کر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا ایک نشان تھا۔ میرے جیسا کم علم آدمی ایسا مضمون نہیں لکھ سکتا تھا مگر قرآن کریم اور کتب سلسلہ سے بعض باتیں فوراً ملتی گئیں اور بالکل غیب سے وہ جوابات میرے ذہن میں آتے گئے اور میں لکھ دیتا اور یہ جواب الجواب اس قدر مقبول ہوا کہ جو پڑھتا وہ حامیٔ اسلام ہو جاتا اور کئی تورانی محض اس کو پڑھ کر داخل اسلام ہو گئے خود ڈاکٹر تاپائی اور سوسائٹیوں نے اس کو تسلیم کیا۔ مسٹر خالد نے اس کا ہنگری میں ترجمہ لکھا اور ڈاکٹر میڈرسکی سیکرٹری لارڈ میئر اور میں نے بعض اُمرا اور وزرا کو یہ ٹائپ شدہ کتاب بھیجی۔ اس کا نام میں نے ہنگری زبان میں Iszlam Gyozelamja یعنی ”فتح اسلام“ رکھا۔“

(مجاہد ہنگری صـ 44-45)

ایک خاص نشان، احمدیت کی روشنی میں اسلام

اسی اثنا میں آپ کو بوڈاپسٹ کے سب سے اہم کلب میں لیکچر دینے کا موقع مل گیا اس سلسلہ میں آپ تحریر کرتے ہیں:۔

”مختلف کلبوں، چرچوں اور سوسائٹیوں میں جا جا کر اسلام احمدیت کے حق میں لیکچرز دینے کا یہ سلسلہ ایسا بڑھا کہ لوگ باقاعدہ دلچسپی لے کر پہنچنے لگے۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کے ایک اور نشان کا ذکر کر دیتا ہوں کہ مؤرخہ 6-4-36 کے لیے انٹرنیشنل کلب بوڈاپسٹ میں میرا لیکچر بعنوان ”احمدیت کی روشنی میں اسلام“ Islam in the light of Ahmadiya Movement مقرر کیا ہوا تھا۔ کلب کی ایگزیکٹو کمیٹی نے تمام ہنگری کے اُمرا و وزرا، آرچ بشپ اور دوسری حکومتوں کے سفیروں کو جو بوڈاپسٹ میں مقیم تھے خاکسار کے لیکچر میں آنے کے لیے دعوت نامے جاری کئے ہوئے تھے۔ مجھے بہت فکر تھا کہ میں کیا لیکچر دوں گا کیونکہ میں کوئی ایسا لیکچرار نہ تھا کہ یورپ کے مدبروں پر اثر ڈال سکتا لیکن ؎

چوں خدا خواہد کہ ما یاری کند
میل مارا جانب زاری کند

اس تشویش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔ چنانچہ 4-5/اپریل کی درمیانی شب کو بارہ بج کر دس منٹ پر مجھے کسی نے جگایا اور مضمون سمجھایا میں اس اثر کے نیچے مضمون لکھتا گیا۔ 4:30 بجے مضمون ختم کیا، نماز صبح ادا کی اور پھر سو گیا مگر یہ نیند کچھ عجیب طرح کی تھی۔ میں سویا بھی رہا اور جاگتا بھی رہا اور جو مضمون تیار کرنا تھا اس کی ترکیب و ترتیب اللہ تعالیٰ میرے دل پر ڈالتا رہا۔ جب اٹھا تو چار بجے بعد دوپہر کا وقت تھا۔ نماز ظہر و عصر ادا کر کے ناشتہ کر کے مضمون ختم کیا۔ چنانچہ 6/اپریل دن کے وقت اس مضمون کو خوب یاد کر لیا اور شام کو ساڑھے چھ بجے جب کہ کلب کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ عاجز نے پہنچ کر لیکچر شروع کیا۔ لیکچر کے شروع اور آخر میں تصاویر مجمع کے ساتھ لی گئیں۔ اس لیکچر میں یورپ میں اسلام کے نہ پھیلنے کی وجوہات، موجودہ دورِ احمدیت یا اسلام کے معجزات اور اسلام، مسیح موعود کی آمد اور عیسائیوں کو دعوتِ اسلام، مسیح ناصری علیہ السلام کا صلیب سے بچ کر کشمیر میں مدفون ہونا از رُوئے بائبل، صداقت اسلام اور اہل ہنگری کو دعوت حق وغیرہ عرض کرنے کے بعد میں نے چیلنج دیا کہ تمام ہنگری کے پادری کوئی پانچ بیمار آدمی لے لیویں اور دعا بھی کریں اور علاج

بھی کریں اور مجھے بحیثیت نمائندہ حضرت خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ پانچ بیمار آدمی دے دیئے جائیں تو یقیناً جماعت احمدیہ کی دعاؤں سے وہ بیمار بغیر علاج کے اچھے ہو جائیں گے اور پادریوں کے حصہ والے بیمار شفایاب نہیں ہوں گے۔ ہر طالب حق اس نشان کے دیکھنے کے لیے عیسائی دنیا کو تیار کرلے کوئی مقابلے پر نہیں آئے گا۔ چنانچہ لیکچر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور قادیان کے مناظر اور مقبرہ سری نگر کے فوٹو میجک لینٹرن کے ذریعہ دکھائے گئے۔ حاضرین پر بفضل خدا اثر ہوا۔ بعض سفیروں اور برطانوی قونصل نے مزید باتیں دریافت کیں۔ چونکہ میں عورتوں سے مصافحہ کرنے سے انکار کر دیتا تھا اس لیے ان پر کچھ رعب پڑ گیا عورتیں حیران ہوتی تھیں کہ چھبیس سال کا لڑکا مدبروں کے سامنے کس دھڑلے اور یقین سے مذہب کو پیش کرتا ہے۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔"

(مجاہد ہنگری صـ45 تا47)

دیارِ غیر میں فاقے اور عزم صمیم

ایاز صاحب کے پاس جس قدر رقم تھی وہ 21 فروری سے 15 مارچ کے دوران ختم ہو چکی تھی اور 15 مارچ کو ایک اخبار نے اپنی اشاعت میں ایاز صاحب کی تصویر شائع کر کے نیچے لکھا کہ یہ شخص سارے ہنگری کو مسلمان بنانے کے لیے آیا ہے۔ رقم ختم ہونے اور عزت نفس کو برقرار رکھنے کے یہ واقعات بیان کرتے ہوئے ایاز صاحب نے بتایا کہ:-

"خرچ ختم ہونے پر دو دن تو میں نے لنگر مسیح موعود علیہ السلام کی ان دو روٹیوں پر گزارے جو میں تبرکاً قادیان سے لایا تھا۔ بعض دفعہ کھانے یا چائے کا وقت ڈاکٹر میڈرسکی کے گھر آجاتا تو وہ کھانے پر مجبور کرتے تو میں ذرا سی کوئی چیز مثلاً کیک یا پھل کھا لیتا۔ باقی چیزیں چربی دار یا اسلامی لحاظ سے کسی نہ کسی طرح ممنوع ہونے کی وجہ سے میں نہ کھاتا اس لیے میڈم میڈرسکی نے ایک دو دن مچھلی اور مکھن دار اشیا بھی اپنی خادمہ سے تیار کرائیں مگر میں نہ کسی کو اپنا حال بتانا چاہتا تھا اور نہ کسی پر بار بننا پسند کرتا اس لیے میں نے دو دو تین تین دن اپنے کمرے میں بغیر آب و دانہ کے گزارنے شروع کر دیئے۔ شدت بھوک کی وجہ سے نیند بھی نہ آتی تھی اس لیے ہنگری کی تاریخ اور لٹریچر کا (انگریزی زبان میں) مطالعہ کرتا رہتا تھا یا مضامین اور روزنامچے لکھتا رہتا تھا۔ نمازوں میں بھی بہت لطف آتا تھا۔ ان ایام میں یہی طریقے سوچتا رہتا تھا کہ احمدیت کی اشاعت کس طرح ہو؟ ہنگری میں

تعلقات کس طرح بڑھائے جائیں؟ حضرت اقدس کے فلاں فلاں حکم کے مطابق کون کون سے کام میں نے کرنے ہیں اور ان کے لیے کامیابی کے کیا ذرائع اور اسباب ہیں؟ یہ رکاوٹ کے دن بتا رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کا سیلاب آنے والا ہے کیونکہ ؎

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رُکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے رَواں اَور

(مجاہد ہنگری صـ48-49)

رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

فاقہ کشی چل رہی تھی، دعائیں جاری تھیں، عزت نفس کی وجہ سے کسی سے کچھ مانگ بھی نہ رہے تھے اور یہ بھی یقین کامل تھا کہ ایک دن اپنے اس مقصد میں ضرور کامیاب ہو کر رہیں گے جو لے کر ہندوستان سے آئے ہیں۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ خواب ایک خاندان کے احمدی ہونے اور جماعت کے ہنگری میں نفوذ کر جانے کی خوشخبری بتائی جس سے آپ نہال ہو گئے۔ لکھتے ہیں:۔

”میں نے 21/22 مارچ کو ایک خواب دیکھا کہ ایک نوجوان جلد ہی بمعہٗ خاندان احمدی ہونے والا ہے اور یہ کہ ہنگری میں اللہ تعالیٰ ہمارے قدم جما دے گا۔ انہی دنوں میں مَیں نے ہنگری کے متعلق چند مضامین لکھے جو بعد میں سلسلہ کے اخبارات (مسلم ٹائمز لندن، سن رائز لاہور اور الفضل قادیان) میں جب شائع ہوئے تو اہل ہنگری کے اخبارات نے ان کی بہت قدر و منزلت کی اور احمدیت کی اشاعت میں مجھے آسانیاں بہم پہنچائیں۔ گو بعض دفعہ بھوک مجھے ایسا ستاتی کہ بخار ہو جاتا تھا لیکن مجھے تسلی بھی تھی کہ خدا مجھے اس طرح نہیں مارے گا اور یہ امتحان ہے ورنہ بھوک کی کیا طاقت ہے کہ مجھے کمزور کر دے؟ مجھے بھی اپنی دولت ایمان پر ناز تھا اور پنجابی مثل بھی مشہور ہے کہ ؎

ڈنڈا پیر ہے وِگڑیاں تگڑیاں دا
بھوک پیر ہے مست دیوانیاں دی

یعنی بھوک لگنے پر متوکل لوگ بھی گودڑیاں چھوڑ کر گداگری کرنا شروع کر دیتے ہیں اور سیدھے ہو جاتے ہیں لیکن میں بند کمرہ میں اپنے دل کو یوں بہلانے کی کوشش کرتا کہ ؎

مجھے فکر معاش و پوشش و خور کا اَلم کیوں ہو
میں عشق حضرتِ ایزد میں جب مخمور رہتا ہوں

اور بعض چھوٹی چھوٹی ضروریات مثلاً تیل، صابن وغیرہ کا ذخیرہ بھی ختم ہو چکا تھا سر کے بالوں اور ہاتھ پاؤں پر خشکی کے آثار دیکھ کر میں ہنس پڑتا اور یہ کہہ دیتا تھا کہ ؎

ہمیں نہیں عطر کی ضرورت کہ اس کی خوشبو ہے چند روزہ
بوئے محبت سے تیری پیارے دل و دماغ کو بسائیں گے ہم

(مجاہد ہنگری صہ 49-50)

کامل توکل علی اللہ اور غیبی انتظام

آپ نے کسی انسان کے سامنے کاسۂ گدائی نہ پھیلایا بلکہ آپ کی رُوح مسلسل آستانہ اُلوہیت پر پورے توکل اور یقین اور صدق سے پانی کی طرح بہتی رہی۔ چنانچہ ایک وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت جوش میں آئی اور غیب سے انتظام ہونے لگا۔ آپ اس بارہ میں یوں رقمطراز ہیں کہ:۔

> ”24 مارچ کو جو میں شہر کو گیا تو ایک جرمن دکاندار مسٹر Harsianyi (ہرشیانی) جو میرا واقف ہو چکا تھا ملا (دونوں میاں بیوی انگریزی دان تھے) اس نے ذکر کیا کہ اس کا لڑکا بیمار ہے۔ میں نے واپسی پر اس کے گھر جا کر لڑکے کی عیادت پرسی کی تو لڑکے کی ماں یعنی Mrs. Harsianyi George نے باصرار مجھے شام کا کھانا ان کے ہاں کھانے کی دعوت دی اسی خوشی میں میری بھوک جاتی رہی اور سیدھا ڈاکٹر میڈرسکی کے گھر گیا۔ وہاں ڈاکٹر میڈرسکی کی اہلیہ کے رشتہ دار آئے ہوئے تھے اور وہ ان کو بتا رہی تھی کے ایاز خان نے انجیل سے ثابت کر دیا ہے کہ یسوع مسیح خدا نہیں تھا اور وہ صلیب پر نہیں مرا بلکہ کشمیر میں دفن ہوا تھا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ باتیں ہر جگہ تبلیغ کا موقع پیدا کر دیتی تھیں کیونکہ یسوع کو خدا یا خدا کا بیٹا ماننے والی عیسائی دنیا کے لیے یہ باتیں بالکل نئی اور دلچسپ تھیں)۔ چنانچہ وہاں خوب بحث ہوئی۔ وہیں ان کے گھر نماز ظہر و عصر بھی پڑھی، چائے بھی پی۔ شام کو مسٹر ہرشیانی کے ہاں دعوت بھی کھائی اور ان کو تبلیغ بھی کی پھر اپنے کالج واپس آیا تو ڈائریکٹر کے دفتر کا کمرہ کھلا تھا اس سے بھی اسی موضوع پر بحث ہوئی۔ میں نے کہا کہ یسوع مسیح کو جب یوسف آرمتیاہ نے قبر میں رکھا تو وہ صرف بے ہوش تھے مرے ہوئے نہ تھے۔ ڈائریکٹر نے کہا کہ دو دن تک ایک آدمی بغیر کھانے پینے کے کس طرح زندہ رہ سکتا ہے؟ میں نے کہا یسوع کا اپنا قول ہے کہ Man does not live by bread alone یعنی انسانی زندگی کا انحصار محض روٹی پر نہیں۔ اس وقت تو وہ ڈائریکٹر چپ ہی ہو گیا لیکن اگلے ماہ میں جبکہ مجھے مرکز سے روپے آ گئے تو میں

نے اس کو بتایا کہ دو دو دن تو کیا چار چار دن بھی انسان بغیر آب و دانہ کے رہ سکتا ہے اِس پر وہ بہت ناراض ہوا اور اس نے کہا کہ آئندہ بوقت ضرورت مجھے اپنا دوست اور بھائی سمجھ کر اطلاع دیا کرو۔ میں نے کہا کہ اگر میں آپ سے مدد مانگ لیتا تو مجھے یہ تجربہ کبھی حاصل نہ ہوتا اور ممکن ہے کوئی عیسائی آئندہ آپ والی دلیل پیش کر کے مجھے ساکت کر دیتا۔"

(مجاہد ہنگری ص۔50-51)

گویا آپ نے اپنے قول کو عمل سے ثابت کر دیا اور جب ثابت کر دیا تو ڈائریکٹر پر اس کا بہت مثبت اثر ہوا اور وہ دلیل جو آپ حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں دے رہے تھے وہ آپ کے عمل سے ثابت ہوتی دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

چیکوسلواکیہ میں گزرا ہوا ایک واقعہ

پولینڈ میں حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ کے آمد اور پریس میں جماعتی سرگرمیوں کے شائع ہونے کی وجہ سے وہاں پر مخالفت کا بازار گرم ہو گیا۔ شروع میں تو حکومت نے کوئی نوٹس نہ لیا لیکن کامیاب تبلیغی مساعی کے نتیجے میں مقامی لوگوں کے احمدیت قبول کرنے پر پادری انگیخت ہوئے اور ان کے شور وفغاں پر مکرم ایاز صاحب کو گرفتار کر لیا گیا لیکن جیل میں بھی آپ تبلیغ سے نہ رُکے جس کی وجہ سے حکومت نے امن و امان کی صورت حال کے پیش نظر مجاہد ہنگری و مجاہد پولینڈ کو فوری طور پر پولینڈ چھوڑنے کا حکم نامہ جاری کر دیا لیکن آپ نے یہ کہہ کر پولینڈ چھوڑنے سے انکار کر دیا کہ میں جس کا نمائندہ ہوں اس کے حکم کے بغیر میں یہ سرزمین نہیں چھوڑ سکتا جس پر ایک رات حکومت نے انہیں زبردستی پولیس کی گاڑی میں بٹھا کر چیکوسلواکیہ کی سرزمین پر بے یارومددگار چھوڑ دیا۔

یہ خدائی فوج دار کسی نہ کسی طرح گرتا پڑتا چیکوسلواکیا کہ دارالحکومت پریگ جا پہنچا۔ جو بچا کچھا سامان آپ کے اک چھوٹے سے ٹرنک میں ڈال کر پولینڈ کی حکومت نے آپ کے ساتھ پھینک دیا تھا وہ آپ نے ایک کمپنی ''تھامس کک اینڈ سنز'' (Thams Cook And Sons) کے دفتر میں چھوڑا۔ تھامس کک کمپنی ہی کے ذریعہ مرکز احمدیت قادیان سے مجاہد ہنگری کو رقم کی ترسیل ہوتی تھی۔

سامان تھامس کک اینڈ سنز کے دفتر میں چھوڑ کر شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے ایک ساز بجانے والے فقیر کو دیکھ کر اپنی جیب میں موجود آخری سکہ بھی اللہ تعالیٰ کے نام پر اس کو دے دیا اور خالی جیب آگے بڑھ گئے۔ کئی ایک دنوں کی فاقہ مستی نے آپ کو گھیر لیا شہر میں نکلتے اور کھانے پینے کی دکانیں اور ریستوران رستے میں

آتے لیکن آپ خود سے یہی کہتے کہ ”اے محمود کے ایاز! یہ تیرے لیے نہیں ہیں۔“ مرکز سے کوئی رقم نہیں پہنچ رہی تھی۔

ایک دن چلتے چلتے آپ کی نگاہ ایک ہوٹل ”ہوٹل دی گرینڈ“ (Hatel the Grand) پر پڑی تو آپ کو القا ہوا کہ اس کے اندر داخل ہو جاؤ۔ آپ کا لباس اور وضع قطع ہندوستانی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے سمجھا کہ یہ کوئی ہندوستانی نواب ہے سو انہوں نے دروازہ کھولا۔ آپ استقبالیہ کے پاس گئے اور کہا کہ میں یہاں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ آپ کو ایک کمرہ دیا گیا۔ کمرہ میں داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر لیا اور سجدہ میں گر گئے اور خدا کا شکر بجالائے کہ اس نے رہنے کے لیے نہایت پرتکلف جگہ عطا فرمائی تھی۔

سجدے سے سر اٹھایا اور کھانے کا آرڈر دیا۔ اس دن آپ نے کئی ایک دن کے فاقے کے بعد خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ دن گزرتے گئے اور آپ کی تبلیغی مساعی جاری و ساری تھیں اور رہائش اسی اعلیٰ ہوٹل میں تھی۔ ہفتہ دس دن کے بعد آپ تھامس کک اینڈ سنز کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ میری کچھ رقم قادیان انڈیا سے آپ کے پاس آنی تھی جو ابھی تک نہیں آئی اس لیے آپ فی الحال مجھے بطور قرض کچھ رقم دے دیں لیکن انہوں نے رقم دینے سے اس لیے معذوری ظاہر کر دی کہ آپ کے ساتھ ہمارا اس سے پہلے کچھ لین دین نہیں ہے اس لیے ہم آپ کو یہ رقم بطور قرض نہیں دے سکتے۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے دوبارہ کوشش کی لیکن پھر انکار ہی کا منہ دیکھا۔ اس اثنا میں ایک شخص جو قریب ہی بیٹھا ہوا تھا وہ فوراً آپ کی طرف لپکا اور پنجابی میں کہنے لگا: ”تہانوں کِنّے پیسے چاہی دے نیں؟“ یعنی آپ کو کتنے پیسوں کی ضرورت ہے؟۔ مکرم ایاز صاحب نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں آپ سے بات نہیں کر رہا نہ میں نے آپ سے مانگے ہیں۔ اس پر وہ شخص خاموش ہو کر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ مکرم ایاز صاحب نے جب تیسری بار انسانیت کے ناطے سے رقم مہیا کرنے کو کہا پھر بھی انہوں نے انکار کر دیا جس پر وہی شخص اٹھا اور تیزی سے ایاز صاحب کی طرف بڑھا اور اپنے جیب سے کچھ رقم نکال کر کہا کہ جلدی سے یہ رقم لے لیں۔ ایاز صاحب نے اس شخص سے اس کا نام پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کا نام فضل الٰہی ہے۔ اس پر مکرم ایاز صاحب نے اس کو الٰہی فضل جانا اور وہ رقم قبول کر لی۔ اس شخص نے مکرم ایاز صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ: ”ایک غیبی طاقت مجھے مجبور کر رہی تھی کہ آپ کو فوری طور پر یہ رقم دوں اور اگر آپ یہ رقم تھوڑی دیر تک نہ لیتے تو گویا میری روح قبض ہو جاتی۔ اب میری طبیعت سے یہ بوجھ ہلک ہو گیا ہے۔“ پھر اس نے پوچھا کہ آپ کو یہ رقم کیوں درکار ہے؟ ایاز صاحب نے بتایا کہ وہ ہوٹل دی گرینڈ میں کئی دنوں سے ٹھہرے ہوئے ہیں اور اس کے بل کی ادائیگی کے لیے ان کے پاس رقم نہیں تھی سو وہ اسی وجہ سے قرض لینے کے لیے تھامس کک اینڈ سنز کے پاس آئے تھے۔ چنانچہ وہ یہ سن کر بہت حیران ہوا کہ ایک اعلیٰ ترین ہوٹل میں یہ شخص کئی دن سے ٹھہرا ہوا ہے جبکہ اس کی

جیب میں ایک پیسہ بھی نہیں! اس نے کہا کہ ”آج ادھر آنے کا میرا کوئی ارادہ نہ تھا لیکن اس خیال سے کہ میری بیوی جس نے برطانیہ سے آنا تھا شاید اس جہاز سے آنہ گئی ہو سو میں اس لیے یہاں آ گیا لیکن اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ ادھر کیوں لے کر آیا۔ آج میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا قائل ہو گیا ہوں۔ دراصل یہ غیبی طاقت خدائی تصرف ہی ہے جس نے مجھے آپ کی مدد کے لیے یہاں آنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ آپ اس ہوٹل کا بل ادا کریں اور میرے ساتھ اس ہوٹل میں چلیں جہاں میں ٹھہرا ہوا ہوں۔“

اس طرح غیب سے مدد کے سامان ہوئے اور مکرم ایاز صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک اس مشکل سے نکالا۔

یہ دوست پروفیسر فضل الٰہی صاحب تھے جو اس وقت لکھنؤ یونیورسٹی انڈیا کے لائبریرین تھے۔ مکرم ایاز صاحب جب اپنے وقف کے تین سال مکمل کرنے کے بعد قادیان واپس پہنچے اور آپ نے یہ رقم مکرم فضل الٰہی صاحب کو بھجوائی تو مکرم فضل الٰہی صاحب نے یہ کہہ کر یہ رقم واپس بھجوادی کہ ”آپ نے چیکوسلواکیہ میں یہ رقم مجھ سے لے کر مجھ پر ایک احسان کیا تھا اس لیے میں یہ رقم آپ سے واپس نہیں لوں گا۔“

اس کے بعد ان کے ساتھ ایاز صاحب کی خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک خط جو مکرم ایاز صاحب کے قیمتی دستاویزات سے ملا وہ شامل کیا جا رہا ہے۔ اس خط میں انہوں نے مکرم ایاز صاحب کی کتاب ”مجاہد ہنگری“ ملنے پر ان کا شکریہ ادا کیا ہے۔ خط کا متن درج ذیل ہے:

LIBRARIAN **LACKNOW UNIVERSITY LABRARY**
LUCKNOW

Jan 23, 1939.

My dear Ayaz,

I am writing to thank you for a copy of Mujahid-e-Hungary which you have so kindly sent to me. Although differing from your view point of Islam, I can not help saying that the mission which you undertook over three years ago was a very brave effort indeed.

You know I am leaving for England on the 19th

of April 1939 from Columbo and intend to be back by the close of October next.

I hope you are doing well in your profession at the bar.

How is your Khalifa Sahib these days? same as before.

Love to kiddies.

your's,

(signed) Fazal Ilahi

ترجمہ

لائبریرین لکھنؤ یونیورسٹی لائبریری
لکھنؤ

23 جنوری 1939ء

میرے پیارے ایاز!

مجاہد ہنگری بھیجنے کا شکریہ جو آپ نے نہایت شفقت فرماتے ہوئے مجھے بھجوائی۔ اگرچہ آپ کے اسلامی نظریہ سے میں متفق نہیں ہوں لیکن میں یہ کہے بغیر رہ بھی نہیں سکتا کہ آپ نے جس مشن کو تین سال میں انجام دیا یہ درحقیقت واقعی ایک مجاہدانہ سعی تھی۔

میں 19 اپریل 1939ء کو کولمبو سے برطانیہ کے لیے روانہ ہو رہا ہوں اور اکتوبر کے اواخر میں میرا واپسی کا ارادہ ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ اپنے وکالت کے پیشہ میں کامیاب جا رہے ہیں۔

آپ کے خلیفہ صاحب کی صحت کیسی ہے؟

بچوں کو پیار۔

آپ کا فضل الٰہی

مجاہد ہنگری کے بڑے صاحبزادے مکرم محمد یوسف ایاز صاحب فرماتے ہیں:

”مکرم پروفیسر فضل الٰہی صاحب قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے لاہور منتقل ہو گئے۔ لاہور آکر ایم۔ اے۔ او کالج میں معاشیات کے پروفیسر تعینات ہوئے۔

خاکساران دنوں تعلیم الاسلام کالج لاہور میں زیرِ تعلیم تھا کہ ایک بار حضرت ابا جان مجھ سے ملنے کالج تشریف لائے۔ چلتے ہوئے مجھ سے کہنے لگے کہ تمہارا مضمون بھی معاشیات ہے میں تمہیں آج ایک اکنامکس کے پروفیسر سے ملواتا ہوں۔ انہوں نے مجھے کار میں بٹھایا اور ہم ایم۔ اے۔ او کالج لاہور پہنچے۔ اس وقت پروفیسر فضل الٰہی صاحب کلاس لے رہے تھے۔ لہٰذا ہم ان کے انتظار میں سٹاف روم میں جا بیٹھے۔ انہیں جب اطلاع ہوئی تو وہ فارغ ہو کر سٹاف روم میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابا جان نے میرا ان سے تعاف کرایا اور مجھ سے مخاطب ہو کر ان کے متعلق فرمایا: ”یہ وہ پروفیسر فضل الٰہی صاحب ہیں جن کے بارے میں چیکوسلواکیا والا واقعہ بیان کیا کرتا ہوں کہ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عین ضرورت کے وقت میری تنگ دستی دور فرمائی اور ہوٹل کا بل ادا کرنے کے سامان کئے۔ پروفیسر صاحب ہمیں مال روڈ پر ایک ہوٹل میں لے گئے جہاں ہم نے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ میں نے دوران گفتگو پروفیسر صاحب سے سوال کیا کہ کیا آپ نے ہی حضرت ابا جان کو رقم مہیا کی تھی؟ کہنے لگے کہ ہاں! میں نے ہی تمہارے ابا کو زبردستی رقم دی تھی جس کے بعد انہوں نے گرینڈ ہوٹل کو چھوڑ کر میرے والے ہوٹل میں رہائش اختیار کی۔“ جب ابا جان کی تقرری ریجنل منیجر ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے طور پر لاہور میں ہوئی تو اکثر پروفیسر صاحب کا ہمارے گھر پر آنا جانا رہتا۔ بعد ازاں وہ معاشیات کے موضوع پر وہ تعلیم الاسلام کالج میں بھی آکر لیکچر دیا کرتے تھے۔“

ایک فاقہ کی لطیفہ گوئی

واقفِ زندگی کی فاقہ مستی آپ کی ذہانت، ظرافت اور طبیعت کی لطافت کو مار نہ سکی۔ اس کا ایک واقعہ بیان کر کے لکھتے ہیں کہ جب فاقہ کے ساتھ مُڈھ بھیڑ ہوئی اس دوران ان کو ایک لطیفہ سوجھا۔ چنانچہ وہ واقعہ ان کی ہی زبانی سنئے کہ:۔

”میں نے مکرم محترم جناب انچارج صاحب تحریک جدید قادیان کی خدمت میں ایک پرچہ ”عرض حال“ لکھ کر اپنے ہی دراز میں رکھ دیا اور جب رقم ملی تو یہ پرچہ بھی میں نے ان کو دوسری ڈاک کے ساتھ ہی پوسٹ کر دیا۔ پرچہ میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ:۔

معمہ ذیل کو
حل کر کے ثوابی نمبر حاصل کریں
''مجاہد ہنگری Hungry ہے''

(مجاہد ہنگری صہ 51-52)

رستہ بھولنے پر انعام الٰہی

انہی فاقوں کے دوران 28 مارچ کو ایک پروفیسر فائتی Ferencezaiti نے دعوت دی کہ اس کی لگائی ہوئی نمائش میں شریک ہوں۔ آپ اس میں شریک ہوئے وہاں بھی کسی نے چائے یا کھانے کا نہ پوچھا پھر ایک جرنیل اور ممبر پارلیمنٹ Galanthai Goch کے گھر بھی گئے لیکن کسی نے کھانے کا یا چائے کا نہ پوچھا۔ نمائش سے واپسی پر آپ سخت بھوک اور پریشانی کی وجہ سے رستہ بھول گئے اور اپنی رہائش کی طرف آنے کی بجائے دو میل اور دور چلے گئے لیکن رستے میں ایک عجیب احسان الٰہی ہوا۔ آپ کی ہی زبانی سنتے ہیں، فرماتے ہیں کہ:-

> ''میں غلطی سے بجائے واپس آنے والے راستہ کے آگے جانے والی سڑک کے راستہ پر پڑ گیا اور اس حصہ شہر میں مجھے مشرق مغرب کی طرف کا بھی پتہ نہ تھا اور بازاروں میں آنے جانے والوں سے راستہ پوچھنے کے لیے ابھی اچھی طرح زبان نہ آتی تھی۔ کوئی دو میل آگے جا کر مجھے کانسٹیبل سے معلوم ہوا کہ میں اب نو میل کے فاصلہ پر ہوں۔ پیدل چلنا ایک قدم بھی دشوار ہو رہا تھا اور ٹرام میں سوار ہونے کے لیے جیب میں کچھ نہ تھا۔ بڑے اضطرار سے میں نے اُفتاں وخیزاں کچھ فاصلہ طے کیا۔ آگے ایک چوک پر ایک لڑکے اور پولیس سپاہی سے راستہ پوچھنے کی کوشش میں تھا کہ میری سیاہ ٹوپی اور نرالی وضع دیکھ کر کئی راہ گزر پاس کھڑے ہو گئے۔ یونیورسٹی کے دو طالب علم بھی قریب سے گزرنے لگے تو ایک نے یہ سمجھ کر کہ میں عرب ہوں عربی میں کہا ''سلام علیکم یا خویا'' وغیرہ وغیرہ (یہ الجیریا والوں کی عربی بول چال کا فقرہ تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَخِیْ) میں نے وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہہ کر عربی زبان میں اس سے گفتگو کی اور بتایا کہ میں ہندی ہوں۔ اب اس نوجوان نے انگریزی میں مجھ سے پوچھا کہ کیا تم وہ آدمی ہو جس کی فوٹو اخبار میں تھی اور یہ کہ ہنگری کو مسلمان بنانا چاہتا ہے؟ میں نے اپنی موجودہ حالت اور اخبار کے بیان کردہ واقعات پر خیال کیا اس لیے ذرا جواب میں دیری لگ گئی۔ نوجوان نے کہا کہ:
>
> ''میں خود تیری تلاش میں تھا میں بھی مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔'' (مجاہد ہنگری صہ 54-55)

ہنگری کا پہلا احمدی مسلمان

بوڈاپسٹ یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کی تعلیم پانے والا نوجوان جولیس آور (Julius Avor) سلسلہ کی کتب پڑھ کر احمدی ہوگیا اور یہ باقاعدہ طور پر ہنگری میں پہلا احمدی تھا اس کا اسلامی نام احمد رکھا گیا۔ یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلا جلوہ تھا۔ اب ساری راہیں کھلتی دکھائی دے رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا کہ مصیبت کے دن ٹلنے والے ہیں اور رحمت کی گھڑیاں دستک دے رہی ہیں۔ خوشی کا یہ سماں بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ:-

> ’’اس خوشی سے کہ ایک کیتھولک عیسائی اور مخلص نوجوان اب میرا احمدی بھائی ہو جائے گا میں پھولا نہ سماتا تھا، تمام رات خوشی سے نیند نہ آئی، بڑے لمبے سجدے کئے، نفل پڑھے۔‘‘

(مجاہد ہنگری صہ 55)

فاقے ختم لیکن شکرانے کے روزے شروع

جیسے ہی احمد یعنی سابقہ جولیس آور احمدی ہوا تو جیسے اللہ تعالیٰ کے فضل کھل کر برسنے لگے اور اس مردِ قلندر نے عجیب طرزِ عمل اختیار کر لیا۔ حیرت انگیز اور ایمان افروز واقعات خود انہی کی زبانی سنتے ہیں۔ اس نوجوان کے احمدی ہونے کے دوسرے دن آپ کے ساتھ کیا بیتی؟ لکھتے ہیں:

> ’’مسٹر جارج اور مسٹر Lonaret کے ہاں سے دعوت نامے آئے، خوب پیٹ بھر کر روٹی کھائی اور مورخہ 31 مارچ کو یعنی دس دن کے بعد رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی (کچھ مینگنیاں تھیں) ورنہ پورے دس دن میں بھی فرشتہ ہی بنا رہا تھا۔ جلد ہی مرکز سے اللہ تعالیٰ نے رقم بھجوا دی اور پھر کبھی فاقہ نے مجھ پر حملہ نہیں کیا بلکہ میں نے خود ہی روزے رکھ کر کئی دفعہ فاقہ پر چڑھائی کی اور کامیاب رہا۔‘‘

(مجاہد ہنگری صہ55)

مستقل روزگار کا بندوبست

فضل الٰہی ایسا ہوا کہ ایاز صاحب کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد مستقل روزگار کا بندوبست کر دیا فرماتے ہیں:-

> ’’خدا تعالیٰ نے مجھے بوڈاپسٹ میں ایک کرنل اور ایک ایڈووکیٹ کو انگریزی پڑھانے کے عوض

دو دو روپیہ فی گھنٹہ روزانہ دلوائے جو سوسائٹیوں میں چائے وغیرہ اور ٹرام یا موٹر کے اخراجات کے لیے کافی ہوتے۔ ایک دفعہ وہاں کے ایک گریمر سکول نے مجھے شرقی زبانوں کا پروفیسر بننے کے لیے اڑھائی سو ماہوار کی اسامی پیش کی لیکن میں نے اُسے ٹھکرا دیا کیونکہ یہ جماعت کے وقار کے خلاف تھا کہ اخباروں میں تو شوکتِ احمدیت کا دعویٰ ہو اور ملازمت ہو غیر کی! اور یہ کسی پر بھی ظاہر نہ تھا کہ مجھے معمولی الاؤنس ملتا ہے بلکہ ہنگری کے لوگوں کا یہی خیال تھا کہ ایاز خان کو ہزاروں روپیہ ماہوار ہنگری میں اسلامی پروپیگنڈا کے لیے قادیان سے آتا ہے۔

کئی دفعہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے اس فضل اور رحم کے طفیل میری مدد فرمائی جس کے ذریعہ اُس نے صرف اپنے آپ کو ہی اِس بات کا مستحق ٹھہرایا کہ تمام مخلوق اُسی کے سامنے حاجت روائی کی درخواست کرے اور اپنی اُس خاص رحمت کے طفیل غیب سے تائید کی جس کے ذریعہ اُس نے اپنے نبیوں اور مامور خلفا کو بھیجا کہ لوگوں کو اُس قاضی الحاجات کی خبر دیں۔ چنانچہ میں نے بھی خدا تعالیٰ کے موعود خلیفہ کا یہی ارشاد پڑھا ہوا ہے کہ ؎

حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے اسی طرح اس کی صفات کی جلوہ گری اس کے خلفا کے ذریعہ ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے یہ نشان بھی کئی بار دیکھا۔ یہاں صرف ایک مثال لکھتا ہوں کہ ایک دفعہ موسم سرما کی وجہ سے میں سخت بیمار ہو گیا تو عین ضرورت علاج کے وقت لنڈن کے ایک بینک نے بوڈاپسٹ کے کمرشل بینک کو تار دیا کہ ایاز خان کو بارہ پونڈ دے دو...... میں حیران تھا کہ یہ کہاں سے روپیہ آیا ہے۔ چنانچہ ایک ہفتہ بعد مرکز سے خط آیا تو معلوم ہوا کہ حضرت مظہر الحق والعلا نے بیماری کا سن کر یک صد روپیہ بذریعہ تار علاج کے لیے بھیجا ہے۔

جب بوڈاپسٹ کی گلیوں میں بحالت پریشانی کھڑے ہو کر ایک بے کس اور غریب الدیار غلام اپنے آقا کی طرف سے عائد شدہ فرائض پر غور کرتا تو دل دہل جاتا تھا۔ تمام ملک ہنگری کو پیغام احمدیت پہنچانا تھا!'' (مجاہد ہنگری صـ55 تا57)

دعائیہ خطوط

آج بھی ہم سب احمدی مرد و زن بلکہ بچے بچے کا ایمان ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہُ اللہ تعالیٰ کو دعا کے

لیے لکھیں تو اللہ تعالیٰ فوراً دعا قبول فرماتا ہے۔ یہ یقین بزرگوں سے بچوں میں منتقل ہوتا ہے۔ چنانچہ ایاز صاحب کو دیارِ غیر میں جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو خط لکھتے۔ اس کا خوبصورت تذکرہ کرتے ہوئے مجاہد ہنگری میں لکھتے ہیں:۔

”میں نے ایک خط حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے حضور لکھا جس کی پہلی سطر یہ تھی ۔

اے مثیل و مسیحِ عیسیٰ ہوں سخت محتاج میں دعا کا
خدا ہے تیری قبول کرتا کہ تو اِس اُمت کا ناخدا ہے

اسلام کے دورِ اوّل میں سیّدنا امیر المؤمنین خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی دستور تھا کہ آپؓ بڑی سے بڑی مہم پر بھی صرف تھوڑی سی کمک بھجواتے اور روحانی طریق سے اُن کی راہنمائی فرماتے اور وہ مٹھی بھر مجاہد سارے ملک پر چھا جاتے تھے اسی طرح اسلام کے دورِ ثانی میں بھی امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعا و برکت سے کئی آفات اور بیماریاں دُور ہو جاتی تھیں۔ میرا یہ بیسیوں دفعہ کا تجربہ ہے کہ کوئی بیماری آئے تو میں حضرت اقدس کو خط لکھ دیتا ہوں تو وہ دُور ہو جاتی ہیں۔ اکثر دفعہ شدید بخار کی حالت میں حضور کی خدمت میں خط لکھنا شروع کرتا اور جب خط ختم کرتا تو بخار بھی غائب ہو جاتا۔ حضور میری رہنمائی کے علاوہ تربیت اور دستگیری بھی فرماتے اور اس طرح کئی مرحلے آسان ہوئے اور ان ایام کی یاد سے ہی نشہ کی حالت ہو جاتی ہے ۔

خدمت میں ہی عشق کا مزہ ہے
محمودؔ نہ بن ایازؔ ہو جا“

(مجاہد ہنگری صـ 57-58)

رؤیا اور کشوف کے ذریعہ تربیت وراہنمائی

ایاز صاحب کی طبیعت میں سادگی اور سچائی اس قدر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ اپنی خامیاں تک نہ چھپاتے تھے اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تو اللہ تعالیٰ آپ کی راہنمائی بڑے مؤثر اور ایمان افروز طریق پر فرماتا تھا۔ آپ کی اس صفت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے ایک دوست لکھتے ہیں:۔

”کیپٹن صاحب ایک مردِ قلندر تھے، لالچ یا حرص نام کی کوئی چیز ان کے نزدیک آنے کی جرأت نہیں کرتی تھی، ہمیشہ سچ کو ترجیح دیتے تھے، جھوٹے آدمی سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے، بہت

خلوص اور اپنائیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، انہوں نے دمِ آخریں تک نماز کی باقاعدہ پابندی کی، غریب مستحق لوگوں کی مدد جاری رکھی۔ انہوں نے کبھی جھوٹا کیس نہیں لیا، پہلے کیس کی فائل پڑھتے تھے اگر کہیں سچائی نظر آتی تو اس مدعی کا مقدمہ لڑتے ورنہ کہتے بھائی کسی اور جگہ اپنا کیس لے جاؤ میں اِس طرح کے مقدمات نہیں لیتا اِس طرح اکثر بھاری فیس تک ٹھکرا دیتے، اُن کا اللہ پر بے حد توکل تھا، کبھی غلط بیانی نہیں کرتے تھے“۔

(مکتوب بنام محمد یوسف ایاز محررہ 20-11-01 از محمد احسان اے چودھری۔ چیف ایڈیٹر پندرہ روزہ فریڈم و چیف ایڈیٹر روزنامہ حیاتِ نو)

آپ کی طبیعت کی اِسی سادگی اور سچائی کا اظہار آپ کے اِن الفاظ سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ آپ اپنی روزانہ کی ڈائری میں لکھتے ہیں:۔

”ایک دفعہ کثرتِ کار اور معروضیت تبلیغ کی وجہ سے میں حضور کی خدمت میں بعض معاملات کی رپورٹ نہ بھیج سکا اور جس طریق سے میں اُن معاملات کو حضور کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا وہ تحریر میں نہیں لائے جاسکتے تھے اِس لیے میرے دل میں بہت گھبراہٹ تھی۔ چنانچہ حضور خود خواب میں تشریف لائے اور بہت توجہ اور شفقت سے سب حال سنا۔“

(8و9جون1936ء)

”ایک دفعہ حضور نے مجھے خواب میں اِس طرح تسلی دی تھی کہ خدا آپ کو کامیاب کرے گا۔ آپ وکیل ہیں لوگ خود آپ کو بلا کر لے جایا کریں گے، آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں مگر یہ جو آپ نے قربانی کی ہے اس کے ساتھ عاجزی کی ضرورت ہے۔ بیوی بچوں کی جدائی کا خیال نہ کریں۔ یہ عورتوں کی باتیں ہوتی ہیں کہ قبلہ یوں! قبلہ یوں! کوئی فکر نہ کریں اپنا کام کرو۔“

(6-7/اپریل1936ء)

پھر لکھتے ہیں:

”ایک شب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے بہت لمبی گفتگو ہوئی اور حضور نے بعض باتوں پر مجھے خوب ڈانٹا۔ میں نے عرض کیا کہ ”حضور کیا کروں؟ میری طبیعت ہی ایسی ہے بچپن سے ہی تربیت ٹھیک نہیں ہوئی۔“

(4-5جون1938ء)

پھر رقم طراز ہیں:

”ہنگری میں تو خیر مجھے نیند اور آرام کرنے کا بہت ہی کم موقع ملا لیکن بعض اوقات رات کو کسی

سوسائٹی میں دیر ہو جاتی یا مضامین یا خطوط اور رپورٹیں لکھنے کی وجہ سے دیر کے بعد نیند کرتا اور دن چڑھنے کے بعد آنکھ کھلتی اور نماز صبح قضا ہو جاتی تھی۔ پہلے بھی مجھے اس بے قاعدگی کی طرف توجہ دلانے کے سامان ہوئے لیکن 6 جولائی 1937ء کو قبل طلوع آفتاب ایک خواب دیکھتے ہی آنکھ کھل گئی اور کشف کی حالت ہو گئی ایسا معلوم ہوا کہ خاص نماز بروقت ادا کرنے کے لیے جگایا گیا ہے۔ حضرت امیر المؤمنین سامنے آئے اور رُعب کے ساتھ فرمایا ”یا تو اُٹھ کر نماز پڑھو یا اپنی بیعت واپس لے لو“ خاکسار اسی وقت چھلانگ لگا کر مصلیٰ پر جا پڑا اور نماز ادا کی۔ ایک دفعہ فرمایا ”ذرا بھی کھوٹ ہو جس میں وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔“

(21/اکتوبر 1937ء)

پھر لکھتے ہیں:

”ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ قادیان سے ہی ٹیلیفون پر میرے ساتھ پولینڈ میں گفتگو فرما رہے ہیں اور دریافت فرمایا ہے کہ کیا حال ہے؟ بہت دیر سے ڈائری نہیں بھیجی؟ عاجز نے عرض کیا کہ حضور خیریت سے ہوں اور ایک اپنی تکلیف تھی وہ بھی پیش کی اور اس کے رفع کرنے کا حضور نے بتایا اور تسلی دی۔“ (17/اکتوبر 1937ء)

حضرتِ اقدس کے علاوہ حضور کے دو مقربوں کی بھی زیارت عموماً ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ جس رات کو چودھری فضل احمد صاحب اے۔ ڈی۔ آئی سے ملاقات ہوتی اس سے اگلے دن سر ظفر اللہ خان صاحب کے سی ایس آئی کی زیارت ہوتی اور اس دن کسی نہ کسی اخبار میں میرا انٹرویو شائع ہو جاتا تھا۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔“

(مجاہد ہنگری صـ58 تا 60)

صدائے قادیان اور ہنگری

اب تو جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا واقفیت بڑھتی جا رہی تھی اور مقبولیت کو چار چاند لگتے جا رہے تھے ساتھ ہی ساتھ مصروفیت بھی بڑھتی جا رہی تھی اور وہ وقت قریب تھا کہ ہنگری میں قادیان کا تعارف اس حد تک ہو جاتا کہ بچے بچے کی زبان پر قادیان، قادیان ہوتا۔ اس کی تفصیل ایاز صاحب نے یوں لکھی:

”10 مارچ 1936ء کو بوقت شام ہنگری کے نامی ادیب اور گرامی اخبارات کے ایڈیٹر دو سو کی تعداد میں بوڈاپسٹ کے مشہور ہوٹل گلیرٹ ہال میں جمع ہوئے۔ فاضل وراگ بیلا (Virag

(Bela) ایڈیٹر اخبار بوڈا ناپلو Budai Naplo نے اخبار ہذا کی پچاس سالہ جوبلی پر سب کو مدعو کیا۔ ڈاکٹر میڈرسکی سیکرٹری بلدیہ مجھے بھی وہاں لے گئے۔ میری سبز لنگی اور زر بفتی کلاہ اور مشرق سے لائی ہوئی ضیائے قادیان نے سب کو متوجہ کرلیا۔ ڈاکٹر میڈرسکی نے ایک تقریر کر کے حاضرین سے میرا تعارف کرادیا۔ اخبار مذکور کی مسلم نواز پالیسی و مشرق دوستی پر میں نے بھی مختصر تقریر کی اور اپنی آمد کی غرض بھی بیان کی۔ تقریر مقبول ہوئی اکثر حاضرین نے مجھے اپنے اپنے کارڈ دیئے۔ میں نے بھی اپنے وزیٹنگ کارڈ ہر ایک کو دیئے۔ جان پہچان کے بعد رسم و راہ کے لیے دعوت نامے آنے شروع ہوگئے۔ میرے مضامین جو میں نے سلسلہ کے انگریزی اخبارات میں ہنگری کے متعلق لکھتے تھے وہ اہل ہنگری کو بہت پسند آئے۔ بعض ہنگری کے اخبارات کو بھی میں ہندوستان یا دیگر مضامین کے متعلق انگریزی زبان میں واقفیت بہم پہنچاتا۔

ہنگری کے لوگ اور چیزیں اور واقعات سب میرے لیے بے حد دلچسپی کا باعث تھے اور میں نہایت آسانی سے ہر محفل کی زینت بن جاتا۔ بشاشتِ ایمانی ان دنوں جوبن پر تھی۔ کسی یوسف مسیحا نفس کے دل سے تَحْوِیْلُ الْاَحَادِیْثِ کا ملکہ بھی ہوگیا۔ لوگوں کو فوراً دوست بنالیتا چالیس پچاس وزیٹنگ کارڈ میری جیب میں ضرور رہتے تھے۔ وکلا، سائنسدان واہل ادب، مدبر، تاجر، ڈاکٹر (میں بھی ہندوستانی دوائیاں اور علاج بتادیتا تھا)، پادری، انجینئر، جج وغیرہ سب مجھ کو پسند کرتے اور اپنی سوسائٹیوں میں مجھ سے کوئی اجنبیت نہ رکھتے بلکہ میں ان ہی میں سے ایک تصور ہونے لگا اور جب ایک دو دفعہ کسی سوسائٹی کی میٹنگ میں شامل نہ ہوسکتا تو پریذیڈنٹ صاحب یا سیکرٹری صاحبہ کا ضرور خط یا ٹیلیفون آتا اور پھر جو کبھی ناغہ کے بعد جاتا تو وہ کہتے کہ ”اب ایاز خان کے دوست زیادہ ہوگئے ہیں اب یہ خود چلتی پھرتی سوسائٹی ہے اسے اب ہماری مجلس میں آنے کی کب فرصت؟“ ہنگری کی مشہور سوسائٹیوں، لائبریریوں اور دیگر اداروں اور معززین شہر کے نام سلسلہ احمدیہ کے انگریزی اخبارات پہنچائے جاتے تھے۔ ہمارے ”سن رائز“ اخبار میں ہنگری کے بعض لیڈروں اور ہنگری کے ریجنٹ نکولس ہورتی Niklos Horthy کے فوٹو بھی میرے مضامین کے ساتھ شائع ہوتے تھے جن کی وجہ سے وہ لوگ میرا بھی وہی احترام و اکرام کرتے جو خلیفۃ الاسلام کے بھیجے ہوئے مجاہدوں کا کرنا چاہیے۔“ (مجاہد ہنگری صـ 61-62)

ہنگری کے اخبارات اور قادیان

اب تو قادیان کا نام زبان زدِ عام ہو چکا تھا اور قادیان کی جان، رُوحِ رَواں حضرت مصلح موعودؓ کا نام بھی

لوگوں میں پھیل چکا تھا۔ امام مہدیؑ اور مسیح موعودؑ کی آمد کا چرچا ایک تو اخبارات میں باتصویر ہونے لگا تھا دوسرے اس غلام مسیح الزماں نے جیسے ہنگری کے عوام کے دلوں میں ہلچل مچا کر رکھ دی تھی خود ایک سرکاری اخبار Fugetlenseg نے اپنی 14 جون 1936ء کے سنڈے ایڈیشن میں ایاز صاحب کی تصویر کے ساتھ ایک ضخیم مقالہ لکھا جو سراسر احمدیت کی تائید میں تھا۔ اس کا لفظاً لفظاً ترجمہ ملاحظہ ہو:

”ایاز خان بوڈاپسٹ کو حقیقی اسلام کا مرکز بنانا چاہتا ہے

چند ماہ سے بوڈاپسٹ میں چمکیلی آنکھوں والا ایک ہندوستانی نوجوان آیا ہوا ہے۔ جو اپنی سفید پگڑی کی وجہ سے ہر جگہ لوگوں کو یکساں طور پر اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے بچے اور نوجوان سب حیرت سے اسے دیکھتے ہیں۔ کالج کے لڑکے اور لڑکیاں عموماً اس سے دستخطوں کا مطالبہ کرتی ہیں۔ وہ خندہ پیشانی سے ان کے پیش کردہ کاغذوں اور نوٹ بکس پر انگریزی اور اُردو زبان میں یوں لکھ دیتا ہے ”حاجی احمد خان ایاز۔ قادیان۔ انڈیا“ اور جب دستخط کرانے والے شرمیلی زبان سے "Kaszonom" (شکریہ) کہتے ہیں تو وہ بھی ہنگری تلفظ کو کمال صحت سے ادا کرتے ہوئے کہہ دیتا ہے "Szivesen" (بدل وجان) اس جواب پر بچوں کا گروہ تعجب کرنے لگ جاتا ہے۔

قہوہ خانوں میں جہاں کہ وہ اکثر جاتا رہتا ہے ملازمین سے بل وغیرہ کے متعلق ہنگری زبان میں ہی گفتگو کرتا ہے۔ قدرتی طور پر غیر جگہ میں حسب منشا غذا کا حاصل کرنا آسان نہیں لیکن وہ ہمیشہ ایسی چیزوں کا ہی مطالبہ کرتا ہے جن کے متعلق اسے یقین ہو کہ وہ خنزیر کے گوشت، چربی اور شراب وغیرہ سے مبرا ہیں۔ ہنگری کے اس نئے دوست کے قریب ہو کر جاننے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اس ملک میں قیام کسی سیاحت کی غرض سے یا عام مہمانوں کی طرح نہیں بلکہ وہ ہنگری کے لیے ایک غیر معمولی طور پر قابل قدر اور کارآمد دوست ہے۔

وہ چپ چاپ ہی بوڈاپسٹ میں آ پہنچا تھا اس کے پاس صرف ایک تعارفی خط تھا جو ہنگری کے اکابر گل بابا کمیٹی کے صدر و نائب Baron S. Perenyi اور Dr. St. Barezy کے نام تھا۔

قادیان اسلامی تحریک احمدیہ کا مرکز ہندوستان میں ہے اور جماعت احمدیہ کے پیشوا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ہیں۔ یہ جماعت تبلیغی مشنوں کے ذریعہ تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور حضرت امیر المؤمنین قادیان سے جماعتوں کی روحانی راہنمائی کرتے ہیں۔ گل بابا کمیٹی نے ان کی خدمت میں ایک خط لکھ کر اس ملک کے مسلمانوں اور گل بابا کی مجوزہ مسجد کی طرف آپ کو توجہ دلائی۔

چنانچہ خلیفۂ قادیان نے حاجی احمد خان کو حالات معلوم کرنے کے لیے بھیج دیا۔

اس وقت تک ایاز خان نے ہنگری اور اس کے باشندوں کی حالت کا ہر پہلو سے مطالعہ کر کے اپنے تجربات اور تاثرات خلیفۂ وقت کی خدمت میں بھیجنے کے علاوہ کئی ہندوستانی اور انگریزی اخباروں میں مضامین کے طور پر شائع کئے ہیں۔ گویا کہ جن ممالک کے لوگ ہنگری سے ناواقف تھے ان تک بھی ایاز خان کی مہربانی سے ہمارے حالات پہنچ گئے ہیں۔ ایاز خان کو پہچاننا کوئی مشکل نہیں وہ ہر جگہ پگڑی باندھے ظاہر ہوتا ہے اور جس جگہ بھی معزز لوگوں کا کوئی اجتماع ہو وہاں موجود ہوتا ہے۔ وہ بہ سرعت ہنگری زبان سیکھ رہا ہے اور ہر چھوٹے بڑے سے خوش خلقی سے پیش آتا ہے اور وہ بالکل کوئی اجنبی مہمان معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ بعض اخبارات نے بیان کیا ہے۔

چنانچہ اس نے خود مسکراتے ہوئے کہا:

”میں ہرگز غیر ملکی یا اجنبی جاسوس نہیں ہوں اور نہ ہی میں اپنے آپ کو اس ملک میں اجنبی یا غیر تصور کرتا ہوں میں تو بوڈاپسٹ کو اپنا گھر خیال کرتا ہوں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ہنگری کی قوم میں ہزار سالہ مغربی تمدن کے باوجود وہ پرانی اور روحانی خوبیاں اب بھی موجود ہیں جو یہ کسی وقت مشرق سے اپنے ساتھ لائی تھی۔ ان تاثرات کا اظہار میں نے ہندوستان کے ایک روزنامہ ”الفضل“ اور انگریزی اخبار ”مسلم ٹائمز“ میں بھی کیا تھا۔“

اب اس نے اپنے ایک انگریزی مضمون سے پڑھ کر بتایا کہ قوموں کے مابین ہمدردی کے جذبات ایک دوسرے کے متعلق واقفیت حاصل کرنے سے ہی پیدا ہوتے ہیں لیکن اہل ہنگری سے ملتے ہی محبت اور دوستی کے جذبات موجزن ہو جاتے ہیں۔ مشرقی سیاح کو ہنگری کے لوگوں کی روح اس طرح اپیل کرتی ہے کہ گویا اس نے ایک لمبی جدائی کے بعد اپنے بھائی کو پالیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میں نے آتے ہی محسوس کیا کہ میں یہاں اجنبی نہیں ہوں۔ وہ سادگی، تواضع اور خوش خلقی جس کے ہم مشرق میں عادی ہیں یہاں بھی موجود ہے۔ میرے خیال میں ہندوستان سے حصول تعلیم کے لیے آنے والے طلبا کے لیے یہ سب سے زیادہ موزوں جگہ ہے یہاں وہ مغربیت کے اثرات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

اخباروں نے لکھا ہے کہ تم سارے ہنگری کو مسلمان بنانا چاہتے ہو۔ کیا یہ ایک مشکل مہم اور دشوار اقدام نہ ہوگا؟ ہم نے سوال کیا۔ ”نہیں یہ کوئی بڑی بات نہیں!“ اس نے جواباً کہا۔ ”میں بھی ایک خدا پر ایمان رکھنے والا مجاہد ہوں اور ماجر لوگ بھی ایک ہی خدا کو مانتے ہیں اس لیے ملک مجرستان

کا اسلام قبول کر لینا بعید از قیاس نہیں۔ میں نے مسلم ٹائمز میں بھی ہنگری کے اس سادہ اور مخلصانہ قومی ترانہ (Nomzati Imadsaga) کا ذکر کیا ہے یعنی

Hiszek Egy Istenben!
Hiszek Egy Hazaban!
Hiszek Egy Isteni Orko Igozsagban
Hiszek Magyarorszag Fdtomadroaban, Amen

ترجمہ: ”میں ایک خدا پر یقین رکھتا ہوں، میں ایک وطن پر ایمان رکھتا ہوں، میں اس واحد خدا کے ازلی ابدی انصاف پر ایمان رکھتا ہوں، میں مجرستان کے دوبارہ احیا و عروج پر یقین رکھتا ہوں۔ آمین“

اس نے یہ الفاظ ہنگری زبان میں ادا کیے۔ ابھی اس کی زبان ماجری تلفظ میں ذرا اُڑتی ہے مگر یہ الفاظ اس کی گفتگو کا عمدہ ترین حصہ تھے۔ اب پھر اس نے اپنے انگریزی مضمون کو اخبار پڑھتے ہوئے جاری رکھا کہ ”جب میں نے بوڈاپسٹ کے لبرٹی سکولئر (Szabadoagter) چبوترہ آزادی کا معائنہ کیا تو وہاں پر چار یادگاری مجسموں کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ قومی جھنڈے والے کھم پر ملک کے قومی ترانہ کے الفاظ کندہ تھے جو دراصل اسلام ہی کے چار عقائد کا لب لباب تھا اور اس سے میں نے معلوم کر لیا کہ ہنگرین قوم کی روح اسلام کے بالکل قریب ہے اور اب اگر ملک ہنگری خدا تعالیٰ پر اخلاص کے ساتھ بھروسہ و یقین کرے تو میں سنائے دیتا ہوں کہ اس کے شاندار مستقبل کا وقت قریب ہے۔ ماجروں کو چاہیئے کہ حضرت احمد علیہ السلام پر ایمان لائیں اور پھر "alpra Magyar" (جاگ رے ماجر جاگ!) کا گیت گائیں۔

یہ احمدؑ کون ہے؟ جس پر اہل ہنگری کو ایمان لانا چاہیئے۔ ہم نے پوچھا۔ ”حضرت احمد مسیح موعود و مہدی اسلام ہیں جنہوں نے 1880ء میں ہندوستان کے ایک گاؤں قادیان سے اسلام کو دوبارہ زندہ کرنے اور قرآن کریم کی تعلیم کو از سر نو دنیا میں رائج کرنے کے لیے ماموریت کا دعویٰ کیا۔ آپؑ کا مقصد لوگوں میں حقیقی اسلام کی روح پھونکنا اور دنیا میں امن قائم کرنا ہے۔ آپؑ نے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی جو خدا کے فضل سے روز بروز بڑھ رہی ہے اور وہ صرف مشرق میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے تمام حصوں میں پھیلی ہوئی ہے مگر یہ احمدی لوگ دنیا کے چیدہ چیدہ روحانی دماغ کے آدمی ہیں۔ ہندوستان، جاوا، سماٹرا، انگلستان، امریکہ اور دوسرے ممالک سے

احمدیوں کے اخبارات اور رسالے بھی شائع ہوتے ہیں۔ پمفلٹ، اکثر لٹریچر اور اخبارات جماعت احمدیہ کے صدر مقام قادیان سے شائع کر کے تمام دنیا میں پھیلائے جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کا انتظام مرکزی انجمن کے سپرد ہے جو آمد و اخراجات اور دعوت تبلیغ وغیرہ کے کام کی ذمہ دار ہے۔

بانی سلسلہ احمدیہ کے موجودہ جانشین حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ہیں۔ آپ کے ماتحت ایک انتظامیہ کونسل ہے جو متعدد ناظروں پر مشتمل ہے اور ہر ناظر اپنے اپنے صیغہ کا انچارج ہے اور ہر صیغہ ایک نظام اور ضوابط کے طریق پر ہے۔ تمام احمدیہ جماعتوں کے نمائندے سال میں دو دفعہ خاص طور پر قادیان میں جمع ہوتے ہیں اور خلیفہ کے زیر ہدایت ان کانفرنسوں میں دینی مسائل کے حل، تبلیغ اسلام کو وسیع کرنے کے ذرائع اور سالانہ بجٹ وغیرہ کے متعلق تجاویز پر غور و خوض کرتے ہیں۔

احمدیت کی اصل غرض کیا ہے؟ (ہم نے پوچھا)

”احمدیہ تحریک کی اصل غرض یہ ہے کہ انسانی زندگی کے مختلف عناصر کے درمیان سمجھوتہ کرا کے دنیا میں امن قائم کیا جائے۔ چنانچہ بڑے بڑے سات اُمور یہ ہیں۔ خدا اور اس کی مخلوق، انسان اور انسان، مرد اور عورت، مذہب اور عقل، مزدور اور سرمایہ دار، قوم اور قوم اور راعی اور رعایا کے درمیان باہم اتحاد و تعلق پیدا کیا جائے۔ چنانچہ ان تمام اُمور کا حل قرآن کریم میں موجود ہے۔ ان دنوں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ احمدیہ یعنی حقیقی اسلام کی روشنی میں کیا جا رہا ہے اس کے شائع ہونے پر ڈاکٹر پروفیسر جرمانوس بھی اس کا ہنگری میں ترجمہ کریں گے اور پھر اہل ہنگری کے لیے حقیقی اسلام کے متعلق واقفیت حاصل کرنا نہایت آسان ہو جائے گا۔ میرا پختہ یقین ہے کہ بوڈاپسٹ مغرب میں حقیقی اسلام پھیلانے کا مرکز ہوگا۔“ ہم نے اَور زیادہ نہ پوچھا اور رخصت ہوئے لیکن ہنگری کے اس نئے دوست کی شناسائی ہونے سے ہمارے دل میں ان مہربانوں کے لیے شکریہ کا جذبہ موجزن ہوتا ہے جنہوں نے کوششوں کے بعد ہنگری کے مسلمانوں میں ایک ایسے قابل قدر وجود کا اضافہ کیا ہے۔“ (ترجمہ از مجاہد ہنگری صہ 63 تا 69)

لارڈ میئر سے ملاقات

اس طویل انٹرویو کے چھپتے ہی صرف تین ماہ کے قلیل عرصہ میں پورے ملک میں احمدیت اور مرکز احمدیت کا چرچا ہو گیا اور ہنگری میں جماعت احمدیہ کے لیے قبولیت اور مقبولیت کے دروازے کھلنا شروع ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت موسلا دھار بارش کی طرح برسنے لگا اور ایاز صاحب کی ملاقاتیں معززین شہر اور افسران بالا سے ہونے لگیں جس کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے لکھا کہ:۔

”اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے معززین شہر اور افسران ادارہ ہائے مثلاً صدر بلدیہ وغیرہ سے بھی انفرادی ملاقاتیں ہوئیں۔ ان ملاقاتوں کا ذکر میرے فوٹو کے ساتھ ٹاؤن ہال گزٹ اور اخبارات نے بھی کیا۔ بین الاقوامی کانگرسوں اور کانفرنسوں میں بھی خاکسار مدعو ہوتا تھا، ان میں میری تقاریر بھی ہوتی تھیں۔ بوڈاپسٹ کے ایک روزنامہ Fsvarasi Hirlap نے 24 جون کی اشاعت میں ٹاؤن ہال میں معزز مہمانوں کی آمد کے عنوان سے بوڈاپسٹ کے لارڈ میئر Szendi Karolsy (چارلس سینڈی) سے ملاقات کا ذکر کیا۔ جس کا ترجمہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

”آج دو مہمانوں نے سر چارلس سینڈی لارڈ میئر سے دفتر میں ملاقات کی، ان میں ایک حاجی احمد خان ایاز ہیں جو تین ماہ سے بوڈاپسٹ میں آئے ہوئے ہیں اور متعدد لوگوں سے واقفیت پیدا کر چکے ہیں۔ انہوں نے ہنگری کے متعلق بعض مضامین انگریزی اور اردو اخبارات میں شائع کرائے ہیں۔ دوسرے مہمان مسٹر رامیشور دیال صاحب ہیں جن کو ہنگری کے ورزشی ادارہ نے تربیت جسمانی کے لیے رائل کالج کے طلبا کو ہاکی میں مشق کرانے کے لیے ہندوستان سے بلایا تھا جو یہاں ایک سال سے مقیم ہیں (مسٹر ایاز اور رامیشور دیال لا کالج دہلی میں اکٹھے پڑھتے تھے اور اب دو سال کے بعد بوڈاپسٹ میں ان کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی ہے۔) ہندوستان سے آنے والے ان دو مہمانوں کی ملاقات سے سر سینڈی کو حد درجہ خوشی اور دلی مسرت ہوئی۔ دونوں مہمان بھی لارڈ میئر کی میزبانی اور ان سے ملاقات کر کے مطمئن اور خوش تھے۔

باہر آنے پر ہمارے نمائندہ نے ان سے ملاقات کی غرض و غایت کے کئی سوال کئے جن کے مسٹر حاجی احمد خان ایاز نے نہایت خندہ پیشانی سے حسب ذیل جواب دیئے۔

میں تین ماہ سے بوڈاپسٹ میں ہوں۔ میں قادیان سے یہاں تجارتی، معاشرتی، مذہبی، سیاسی اور تمدنی حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے آیا ہوں۔ مجھے خیال تک نہ تھا کہ یورپ کی یہ بہادر اور جفاکش قوم میرے ساتھ اس قدر محبت سے پیش آئے گی۔ اہل ہنگری کا شرقی النسل ہونا اور میرا پرتپاک خیر مقدم کرنا ایسی باتیں ہیں جن کی وجہ سے میں ہمیشہ ہنگری کے لوگوں کی حقیقی دوستی میں لذت محسوس کروں گا۔ میں ان میں اپنے آپ کو ایسا ہی محسوس کرتا ہوں جیسا کہ کوئی لڑکا اپنے پڑوس کے لڑکوں سے کھیلتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اہل ہنگری سے اس رابطہ کو مضبوط کرنے کے لیے میں ان کی

> زبان کا گہرا مطالعہ کر رہا ہوں اور چند ہفتوں میں مجھے اس قدر مشق حاصل ہو گئی ہے کہ آج لارڈ میئر سے ہنگری زبان میں تبادلۂ سلام و آداب ہوا۔ میں نے ہنگری کے متعلق چند مضامین ذاتی معلومات کی بنا پر لکھے ہیں اور اب چونکہ ملک کے عام حالات سے مجھے کافی واقفیت پیدا ہو چکی ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ یہاں کے لوگوں سے انفرادی طور پر بھی تعلقات پیدا کروں۔ چنانچہ آج میں نے ہنگری کے سب سے بڑے شہر کے سر چارلس سینڈی لارڈ میئر بوڈاپسٹ سے ملاقات کی ہے۔ لارڈ میئر نے نہایت مہربانی اور فراخ دلی سے میرا خیر مقدم کیا ہے۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ ہنگری کے عام حالات کے متعلق مضامین لکھنے کے بعد اب میں بوڈاپسٹ کے متعلق مضامین ہندوستان اور انگلستان کے اخبارات ”الفضل“، ”مسلم ٹائمز“ اور ”ہندوستان ٹائمز“ میں شائع کرانا چاہتا ہوں۔ یہ اخبارات اسلامی حلقوں میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ نیز میرا ارادہ ہے کہ ہنگری کے اکابر سے ملاقات کر کے ان کے مکالمات میں سے بعض حصص ان اخباروں میں شائع کراؤں اور ہنگری کی تمام مایہ ناز شخصیتوں کے متعلق بھی ایک مضمون لکھوں کیونکہ یہی لوگ بلاشبہ ہنگری اور اس کے دارالحکومت کی آئندہ عظمت کو اوجِ ترقی تک پہنچانے کے لیے صحیح راہنمائی کے اہل ہیں۔“

(مجاہد ہنگری ص۔69 تا 71)

شب و روز

مقبولیت کے ساتھ ساتھ ذمہ داری بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ آرام کا وقت مزید کم ہونا شروع ہو گیا تھا اور کام کا دورانیہ زیادہ وسعت پذیر ہونا شروع ہو گیا تھا لیکن جذبہ ایمانی سے سرشار ایاز صاحب پوری بشاشت سے اپنے مقصد کی تکمیل کی خاطر کسی مشکل کو بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے دیوانہ وار کام کرتے چلے جاتے تھے۔ صرف چار ماہ کے اندر اندر ایاز صاحب ہنگری زبان میں مہارت حاصل کر چکے تھے، پچاس سوسائٹیوں کے ساتھ شناسائی ہو چکی تھی، سینکڑوں کے ساتھ انفرادی اور ذاتی تعلقات بن چکے تھے، لوگ آپ اور اپنے عزیز رشتہ داروں کو بھی بلا لیتے اور یوں تبلیغ کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

> ”بوڈاپسٹ کی محفلیں اور ادبی سوسائٹیاں دو تین بجے رات تک رہتی ہیں۔ بعض تو ناچ گانے اور کھانے میں ہی رات گزار دیتے ہیں، قہوہ خانوں میں شراب اور کافی کے دَور چلتے رہتے ہیں۔ بعض سوسائٹیوں اور یونین ہائے کی اپنی بڑی بڑی عمارتیں ہیں جہاں ان کی تقاریب عمل میں آتی ہیں۔ باقی سوسائٹیاں عموماً قہوہ خانوں کے ہال یا تھڑوں پر اجتماع کرتی ہیں وہیں لیکچروں کا سلسلہ بھی

ہوتا تھا۔ میں ہنگری میں ایک سال دو ماہ تک رہا اور بعدہٗ وسط یورپ کے باقی ممالک پولینڈ و بوہیمیا وغیرہ میں رہا مگر بوڈاپسٹ سب شہروں سے زیادہ خوبصورت، صاف ستھرا اور سوشل شہر ہے۔ ہر آدمی کے گھر میں اپنی لائبریری ہے۔ ہر کوئی اپنے خاندان کی تاریخ اور اپنی زندگی کے واقعات کھلے دل سے مجھے سناتا تھا۔ مجھ سے بھی وہ ہندوستان کے لوگوں کے حالات پوچھتے تھے۔ عورتیں مردوں سے زیادہ انگریزی جانتی ہیں۔ اعلیٰ طبقہ کے لوگ دو دو چار چار مغربی زبانیں جانتے ہیں۔ ہر کس و ناکس میں قومی حمیت اور غیرت ہے۔ لوگ پھولوں کے بڑے شائق ہیں۔ ہنگری کے متعلق عام مشہور ہے کہ The country of wine, women and songs اس میں سب سے اعلیٰ شراب کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور اکثر ممالک کو بھیجی جاتی ہے۔ عورتیں بہت باحیا، بہادر اور خوبصورت ہیں۔ لوگ گانے بجانے اور ناچنے کے عادی ہیں۔ کبھی تو سوسائٹی میں بیٹھے بیٹھے مرد عورتیں اُٹھ کر Czardas کا ناچ شروع کر دیتے ہیں۔ ہر ایک کو پیانو، باجہ، سارنگی اور بانسری خوب بجانا آتی ہے۔ شہروں میں لوگ سو فیصد پڑھے لکھے ہیں، مزدور بھی اخباروں کو باقاعدہ پڑھتے ہیں۔ ایک مزدور لڑکے کو میں نے دیکھا کہ ایک بھاری ٹوکرا اُٹھائے ہوئے تھا مگر کتاب پڑھتا جا رہا تھا۔“

(مجاہد ہنگری ص۔ 71-72)

ماجر قوم کی دیگر خوبیاں

ایاز صاحب نے اپنی ذہانت سے کام لیتے ہوئے ماجر قوم کی خوبیاں جان لیں اور ان کی خوبیاں ان کے سامنے بیان کر کے اپنے لیے ان کے دلوں میں نرم گوشہ پیدا کر لینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور پھر ان خوبیوں کو ایسی خوبصورتی سے روانی اور سلاست سے بیان کیا کرتے کہ لوگ آپ کی طرف کھنچے چلے آتے۔ چنانچہ ان کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”جنگ عظیم کے بعد سے ہر ایک کو سیاست سے دلچسپی ہے اور محنت کی بھی عادت ہے مگر ویسے یہ قوم عیش پسند اور خوش پوش ہے مہمان نوازی ان کا مذہب ہے مہمان کو میزبان کے گھر میں ایک طرح کی بادشاہت بھی ہوتی ہے کیونکہ لوگ مہمانوں سے بڑی محبت کرتے ہیں اور گھر میں جو کچھ بھی ہو مہمان پر نچھاور کر دیتے ہیں اور مہمانوں کے ہر احساس و جذبہ کا خیال رکھتے ہیں اور طرح طرح کے کھانوں اور تحائف سے اس کو لاد دیتے ہیں۔ ہنگری کے لوگوں کو ممنون کرنا بھی بڑا آسان تھا، میں ان کو اپنا فوٹو دے دیا کرتا فوٹو مجھے بھی بعض دفعہ کئی درجن مفت مل جاتے تھے وہ اس طرح کہ شہر کی

مشہور جگہوں اور مناظر کا فوٹو لینے کے لیے فوٹو گرافر مسٹر Rase اور Sander مجھے بھی ساتھ لے جاتے اور ایسے مناظر میں ایک مشرقی لباس کے آدمی کے پاس کھڑے ہونے سے تصویر کی قیمت بڑھ جاتی تھی اور اس احسان کے عوض وہ مجھے میرے فوٹو، طرح طرح کے، مفت مہیا کر دیتے تھے اور خاص خاص شرفا جب میری پرائیویٹ دعوت کرتے تو ان کو یادگار کے طور پر اپنا ایک فوٹو دستخطوں کے ساتھ دے دیتا اور وہ میرے گہرے دوست بن جاتے۔ سارے خاندان کو فوٹو دکھاتے۔ میرے بعض فوٹو بوڈاپسٹ اور پراگ کے فوٹوگرافروں نے بڑے سائز کر کے پبلک کی توجہ کھینچنے کے لیے اپنے تصویر خانوں کی کھڑکیوں اور گیلریوں میں لگائے ہوئے ہیں۔"

(مجاہد ہنگری صـ73-74)

ہنگری کے باسیوں کی مہمان نوازی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

"ہنگری کے دیہات میں اگر کوئی مہمان کسی کے ہاں جائے تو وہ اسے کئی ہفتہ تک قید کر دیتے تھے۔ ایسے قیدی کو ہر طرح سے آزادی ہوتی ہے صرف چند دن اُور مہمان رہنا پڑتا ہے۔ بعض دوستوں کی دعوت پر شام کو جاتا تو وہ باوجود عیسائی کیتھولک ہونے کے مجھے مجبور کرتے کہ میں اُن کے گھر پر ہی وضو کر کے نماز پڑھ لوں مگر واپس مکان پر نہ جاؤں۔ میری مرضی کے مطابق کھانے پکاتے، کئی دَور چائے کے ہوتے اور میں تبلیغ بھی ان کو کرتا رہتا۔ ایک دفعہ Dr. Bon Kovy نے میری دعوت کی تو پانچ بجے صبح تک وہیں رہنا پڑا۔ ان کی خادمہ نے مالک کے کہنے پر میری پگڑی اور چھڑی کہیں چھپا دی اور ہم پندرہ بیس مرد عورتیں کبھی ادبی بحث کرتے، کبھی مذہبی، کبھی سیاسی۔ جب وہ ناچنے لگ جاتے تو میں بیٹھ کر انہیں کہتا کہ ہمارے ملک میں تو جاہل لوگ بھی ایسا بھنگڑا جانتے ہیں جو آپ فاضل لوگ کرتے ہیں۔

بعض سوسائٹیاں تو محض مل بیٹھنے اور باہمی گفتگو کے لیے ہوتی ہیں۔ چائے پر ایک دفعہ مذہبی گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک عورت اسلام کی تائید میں دلائل بھی ساتھ ساتھ دینے لگی دوسری عورتیں بھی متوجہ ہوئیں کہ یہ پہلے بھی ہمارے ساتھ ہی ہوا کرتی تھی۔ پہلے ایاز خان ہی کیا کم تھا کہ یہ ایک اور ساتھ ہو گئی؟ مجھے بھی تعجب ہوا کہ یہ خاتون کس طرح بعض اسلامی مسائل جانتی ہے! جس پر اُس خاتون نے بتایا کہ اُس کا باپ Josef Kulajta مسلمان تھا اور وہ بوسنیا ہرزوگوینا کے گورنر تھے۔ خاتون موصوفہ کا نام Aranka Kulajte ہے اور بوڈاپسٹ میں ایک عالی شان عمارت کی مالکہ ہے، قریباً چودہ زبانیں جانتی ہے، اس کے ذریعہ مجھے کئی اور معززین سے تعارف ہوا، اس نے احمدیہ

لٹریچر کا مطالعہ کیا اور حضرت امیر المومنین کے حضور بیعت کا خط لکھا۔ مقامی جماعت کے نومسلموں کے لیے اس کا نہایت نیک نمونہ تھا۔“

(مجاہدِ ہنگری صـ 73-74)

یوں ہنگری اسلام احمدیت کے نور سے منور ہونے لگا۔ آپ حق بات کہنے سے قطعاً نہ ڈرتے تھے جس سے وہ لوگ بہت زیادہ مرعوب تھے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دعائیں تھیں جو اس مردِ قلندر کو آگے سے آگے بڑھاتی جارہی تھیں کہ اتنے قلیل عرصہ میں یہ آدمی پورے ملک کے عوام میں مقبول ہوگیا تھا۔ اپنی محتاط طبیعت، انفرادی وضع قطع اور دلچسپ شخصیت کی بدولت سب لوگ ایاز صاحب کو جاننے لگے تھے۔ بڑھتی ہوئی اس مقبولیت نے جہاں ایاز صاحب کے دل میں تبلیغ اسلام کی ایک نئی تحریک پیدا کی وہاں ذمہ داریوں کا احساس بھی بڑھنے لگا اور آپ کے رویہ میں زیادہ حقیقت پسندی اور بے ساختگی دکھائی دینے لگی۔

تعدد ازدواج اور حقوقِ نسواں

ہنگری میں چونکہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ تھی لہٰذا عورتوں کی الگ سوسائٹیاں ہوتی تھیں جن میں طلاق، شادی اور تعدد ازدواج کے مسائل پر زوردار بحثیں اُٹھتی رہتی تھیں۔ ایاز صاحب چونکہ وہاں اسلامی طرزِ عمل کے مطابق خواتین سے ہاتھ نہیں ملاتے تھے اِس لیے عورتوں نے ان پر ایک سوسائٹی La Fontain میں اعتراضات اُٹھائے یوں اک دلچسپ مکالمہ نے جنم لیا آیئے اِس کی رُوداد اِنہی کی زبانی سنتے ہیں:۔

”مجھے جب سوسائٹی کا پریذیڈنٹ دوسرے ممبران سے متعارف کراتا تو وہ ساتھ ہی اعلان کردیتا کہ

He salutes the ladies from a far

یعنی وہ عورتوں کو دور ہی سے سلام کرتا ہے۔ اس اعلان پر عورتیں سوال کرتیں کہ کیا یہ ٹھیک ہے کہ اسلام کی رُو سے عورت میں رُوح نہیں ہوتی اور وہ لونڈی کی حیثیت رکھتی ہے اِس لیے ہاتھ ملانا گناہ ہے؟ اس قسم کے اعتراضات اور جوابات بہت دلچسپی کا باعث ہوتے اِس لیے میں اپنی ایک رپورٹ جو ”الفضل“ یکم جنوری میں بھی شائع ہوئی تھی یہاں درج کرتا ہوں۔

ماہ نومبر 1936ء میں خاکسار کے دو لیکچر

English speaking circle of Hungary یعنی ہنگری کے انگریزی حلقہ میں

مقرر تھے۔ پہلا لیکچر چار نومبر کو

"Polygamy and Islamic Purdah"

یعنی پردہ اور تعدد ازدواج کی فلاسفی پر تھا۔ دوسرا لیکچر 11 نومبر کو تھا جس کا مضمون:

"Position of woman in Human society"

تھا۔ آخری لیکچر کے دن حاضری کافی تھی اور عورتوں کی تعداد تقریباً 3/4 کے برابر تھی اِس لیے جو کچھ مشرقی عورتوں اور مسلمان عورتوں کے متعلق بے بنیاد قصے یورپ میں مشہور تھے اُن سب کو دلائل اور واقعات سے بے بنیاد ثابت کیا اور بتایا گیا کہ سوائے سلام کے کسی مذہب نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت نہیں کی۔ اہل یورپ، یہود، اہل روم، اہل یونا، اہل فارس، اہل ہند سب عورتوں پر ظلم روا رکھتے اور عرب میں تو اندھیر مچا ہوا تھا اِس لیے خداوند تعالیٰ نے عورتوں کے نجات دہندہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا اور جو حقوق اسلام نے عورتوں کے لیے قائم کیے ہیں وہ اب تک بھی یورپ والوں نے نہیں دیئے۔ یورپ کی عورتوں کی تحریک آزادی اور ہندو عورتوں کی چیخ وپکار اسلام ہی کے قانون کا تقاضا کرتی ہے اور ہٹلر اور مسولینی کی عورتوں کے لیے گھریلو زندگی پیدا کرنے کی کوشش بھی گویا اسلامی اصول ہی جاری کرنے کی تحریک ہے۔ آخر میں خاکسار نے عورتوں کو نصیحت کی کہ تمہاری اَن تھک کوششوں نے تم کو آزادی تو دلا دی لیکن جب غلام آزاد ہو کر گلی کوچوں میں دھکے کھاتا رہے اور کارخانوں میں دن رات مزدوری کر کے بھی پیٹ پالنے کے لیے کافی رقم نہ کما سکے تو ایسی آزادی غلامی سے بھی بدتر ہے۔ پس تم نے اِس آزادی کے عوض جو بے کاری اور دیگر ذلیل پیشے اختیار کر رکھے ہیں ان کا یہی علاج ہے کہ تم سب مسلمان ہو جاؤ کیونکہ اسلام نے صرف دو فرائض عورتوں پر رکھے ہیں اور ان دو فرائض کے عوض دنیا جہان کے تمام حقوق عورتوں کو دے دیئے ہیں۔ اس کے بعد سوال وجواب شروع ہو گئے جو کہ بہت دلچسپ تھے اس لیے بعض درج ذیل کرتا ہوں۔

ایک خاتون: وہ کون سے دو فرائض ہیں جن کی ادائیگی کے بعد عورت کو دنیا جہاں کے حقوق مل جاتے ہیں؟

جواب: بیوی بننا اور ماں بننا۔

سوال: اکیلی بیوی بننا ہو تب تو خیر ہے مگر اسلام تو دو دو چار چار ایک جگہ جمع کر دیتا ہے یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔

وضاحتی جواب: (۱) اس میں عورتوں کا ہی فائدہ ہے کہ ہر بات میں کثرتِ رائے عورتوں کی ہوگی اور مرد کی کوئی پیش نہ جائے گی۔ عورتیں اتفاق کر کے جو چاہیں مرد سے منوا لیں گی۔

(۲) ابھی ابھی مسولینی نے اعلان کیا ہے کہ جس شخص کے آٹھ بچے ہوں گے اُس کو تمغہ اور بچوں کو وظیفہ دیا جائے گا۔ اب اگر چار عورتیں ہوں تو دو سال بعد ہی تمغے اور وظیفے منظور کرا کے باقی عمر سرکاری وظیفہ پر گزاری جا سکتی ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ اگر ایک ہی عورت سے اتنے بچے حاصل کئے جائیں تو وہ کمزور ہو جائے گی اور کہیں بارہ سال کے بعد آٹھواں بچہ پیدا ہوگا اتنے عرصہ میں پہلے سات بچوں کے اخراجات نے ابا اور اماں جان کی کمر توڑ دی ہوگی۔ کیا یہ اچھا نہیں کہ دو چار عورتیں مل کر اس کام کو کر لیں؟

(۳) اس وقت یورپ کی عورتوں کے لیے بڑی مشکل بے کاری ہے۔ ہزاروں عورتیں آٹھ آنہ روزانہ پر ایک افسر کے ماتحت کام کرتی ہیں۔ کیا وہ چار مل کر ایک گھر کی مالک ہونا گوارا نہیں کر سکتیں؟

(۴) موجودہ یورپ میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے جو امیر عورت ہو اسے تو حسبِ پسند خاوند میسر آ سکتا ہے دوسری سب یونہی عمر گزار دیتی ہیں۔ یہ کون سا انصاف ہے کہ بعض تو مردوں کا ٹھیکہ لے لیں اور اپنی خودغرضی کے مقابلہ میں دوسری بہنوں کی مصیبتوں کا احساس نہ کریں؟

(۵) اگر ایک ایسی عورت جو شادی کرنے سے بیوی بن گئی پھر ماں بن گئی مگر بچہ جننے کے بعد بیمار ہو گئی اور دوبارہ بچہ جننے کے قابل نہ رہی اور ظلم یہ ہوا کہ اُس کی آنکھیں بھی جاتی رہیں نہ بیوی کے فرائض ادا کرنے کے قابل اور نہ ماں بن کر بچہ کی پرورش کے قابل! اب اگر دوسری بیوی آ کر اُس اندھی کی خدمت کرے، اُس کے بچہ کی پرورش کرے، اُس کے غمگین خاوند کو تسلی دے تو کیا یہ ظلم ہے؟ اب کیا وہ یورپین اُصول کے مطابق اِس اندھی کو طلاق دے دے یا اسلامی قانون کے مطابق اِس سے بھی نیک سلوک کرے، خبر گیری بھی کرے اور ایک اَور بیوی بھی کر لے؟ اگر خدانخواستہ بچہ فوت ہو جائے اور اب وہ عیسائیت کی شریعت پر عمل کر کے دوسری عورت سے شادی نہ کرے تو بتاؤ بے اَولاد مر جائے یا اسلامی شریعت پر عمل کر کے دوسری بیوی سے اَولاد حاصل کرے (تالیاں)؟

ایک اَور لیڈی صاحبہ: یورپ کی عورت کی فطرت کے خلاف ہے کہ وہ دوسری عورت کو اُسی گھر میں دیکھے۔

جواب: تو اِس کا مطلب یہ ہوا کہ چاہے اُس کے فائدہ کی بات ہو، یورپ کی عورت قبول نہ

کرے گی؟

لیڈی صاحبہ: اگر دو بیویاں کرنے کا کوئی فائدہ ہوتا تو ترکی حکومت ایک شادی کا قانون پاس نہ کرتی۔

جواب: چونکہ اسلامی قانون خداتعالیٰ کا بنایا ہوا ہے اِس لیے اِس سے مرد و عورت یکساں فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ عورت کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ دوسری بیوی بنے یا نہ بنے؟ اِس لیے مرد کو دو بیویاں کرنے کا جو حق ہے اِس سے عورت کو نقصان کوئی نہیں فائدہ ضرور ہے مگر ترکی حکومت کا قانون مردوں کے لیے نقصان دہ ہے اور عورت کو بھی کوئی فائدہ اِس سے نہیں بلکہ ترکی حکومت نے پردہ اُڑانے کا بہانہ بنا کر اور ایک بیوی کا ڈھونگ رچا کر اب ساری کی ساری بے کار اور غیر شادی شدہ عورتوں کو جنگ میں جبراً بھرتی کرنے کا اعلان کر دیا ہے (قہقہے اور تالیاں)۔

دوسری لیڈی صاحبہ: یہ کیا وجہ ہے کہ دو بیویوں کے فائدے مشرق کے رہنے والوں کو ہی سوجھتے ہیں یورپ والوں نے کبھی ایسا خیال نہیں کیا اور نہ ہی کوئی قانون پاس کیا؟

جواب: فائدے تعدد ازدواج کے تو یورپ والوں کو بھی ضرور سوجھتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ایسی باتوں پر عمل کرانے کی تحریک ہمیشہ مشرق سے ہوتی ہے۔ اگر آپ Monsen یا Touch کی کتب Ilustrated History of Morals پڑھیں تو وہ بھی اسلامی اصول کے فوائد اور فوقیت کو تسلیم کرتا ہے اور یورپ والوں نے ایسے قانون بنانے سے دریغ نہیں کیا۔ یورپ کی تیس سالہ جنگ (1648-84) کے بعد حکومت جرمنی نے ہر جرمن کو حکم دے دیا تھا کہ چونکہ مرد بہت کم رہ گئے ہیں اور عورتیں زیادہ ہیں اس لیے ہر مرد شادی کرے اور جو پہلے شادی شدہ ہو وہ ایک اور بیوی کر لے تا جرمن نسل کو قائم کیا جاوے اور جرمن عورتوں کو غیر جرمنوں کے پاس جانے سے بچایا جائے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ جنگ عظیم کے بعد Bavarian Parliament بویریا کی پارلیمنٹ میں 1917ء میں یہ بل پیش ہوا کہ وہ چاروں اضلاع جو سرحد کے قریب تھے اور مردوں کے جنگ میں کام آنے کی وجہ سے بیواؤں یعنی عورتوں سے ہی بھرے ہوئے تھے ان میں تعدد ازدواج کی اجازت دی جائے۔ فوراً ہی باغیوں نے انقلاب برپا کر دیا اور حکومت بدل گئی ورنہ یہ قانون اپنے حالات کی موجودگی میں ضرور پاس ہو جاتا۔ اب دیکھو میں نے آپ سب کو تعدد ازدواج کے فائدے بتائے ہیں۔ آپ میں کوئی ہے جو بتائے کہ دو بیویاں کرنے میں حرج کیا ہے؟ (سب چپ)۔

پریذیڈنٹ جلسہ: تعدد ازدواج کا اصول تو ٹھیک ہے مگر یورپ میں مردوں کے پاس اتنا

روپیہ نہیں کہ وہ اسلامی طریق پر ہر بیوی کو اچھا کھانا اور اچھا کپڑا دے سکیں ان کی تنخواہ صرف ان کے اپنے گزارے کے لیے ہوتی ہے اور شادی کرنے سے ان پر زیادہ بوجھ ہو جاتا ہے اس لیے دو بیویاں تو در کنار ایک بھی مشکل ہے۔

جواب: میں نے تو پہلے ہی اِس کا علاج بتایا ہے کہ عورتیں خانہ داری کی طرف متوجہ ہوں اور دفتروں اور کارخانوں کی جو اُسامیاں عورتیں خالی کریں وہ مردوں کو دی جائیں تا کہ مرد زیادہ تنخواہ حاصل کر کے بیویوں کے لیے آرام کا سامان مہیا کریں اس طرح نہ عورتوں کو شکایت ہو گی نہ مردوں کو قلت تنخواہ کا شکوہ۔

ایک عورت: کیا آپ عورتوں کو چار دیواری میں بند کرنے اور پردہ کرنے کو گھریلو زندگی خیال کرتے ہیں؟ یہ تو ہم سے کبھی نہ ہوگا! کیا ہم خود جھاڑو دیا کریں گی؟ جدھر طبیعت آئی دیکھیں گی، جدھر چاہا جائیں گی۔ کیا ہم مردوں سے کسی طرح کم ہیں؟ ہم خود دفتروں میں کام کریں گی۔ مردوں کو چاہئے کہ گھر صاف ستھرا رکھا کریں اور ہمارے لیے کھانا تیار کریں (قہقہے اور تالیاں)۔

جواب: نہیں محترمہ میں تو آپ کو کبھی چار دیواری میں بند ہونے کا مشورہ نہیں دوں گا۔ یونانی اور رومن عموماً عورتوں کو بند کر کے چابی جیب میں رکھتے تھے اور ان کو باہر جانے یا رشتہ داروں سے ملنے سے باز رکھتے تھے۔ عورتوں سے غلام کا کام لیتے تھے۔ یہ تو عورت ذات کی خوش قسمتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ عورتوں کو ضرورت کے وقت باہر جانے اور رشتہ داروں سے ملنے سے مت روکو اور اِن پر ظلم مت کرو، اِن سے غلاموں کا کام مت لو کیونکہ وہ گھر کی مالکہ ہیں اور اگر استطاعت ہو تو صفائی کرنے اور روٹی پکانے کے لیے بے شک نوکر رکھ لو تا کہ تمہاری بیوی آرام کی زندگی بسر کر کے تمہارے لیے دعائیں کریں اَور تو اَور اسلام تو یہ کہتا ہے کہ اگر عورت چاہے تو دودھ پلانے کا کام بھی کسی دائی وغیرہ کے ذمہ لگایا جائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عورت کی یہاں تک عزت قائم کر دی ہے کہ آپؐ نے خود بیویوں سے کمال محبت اور نرمی کا سلوک کر کے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ باہر سے اپنا کام کر کے جب آؤ تو گھر میں عورتوں کو اُمورِ خانہ داری میں بھی مدد دو۔ پھر لطف یہ کہ سب ریشمی کپڑے، سونا، چاندی، ہیرے جواہرات عورت کے لیے جائز اور مرد کے لیے حرام کر دیئے اور سنیے پھر حکم دیا کہ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ اور هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ فتویٰ دے کر مردوں کو کہہ دیا کہ تم تو بغیر عورت کے انسانیت کا درجہ ہی نہیں پا سکتے۔ پھر فرمایا اصل مومن وہ ہے جو شیطان پر غالب آجائے اور ساتھ ہی یہ بتا دیا کہ عورتیں شیطان کو باندھنے والی

رسیاں ہیں۔ پس مومن عورت کے ذریعہ ہی مومن ہو سکتا ہے اور اسلام کا آخری فتویٰ یہ ہے کہ خَیْرُکُم خَیْرُکُم لِاَھْلِہٖ۔ اِس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے تو فرمایا کہ ”جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے عزیز و اَقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔“ یہ الفاظ ابھی ختم نہ ہوئے تھے کہ Excellent, Excellent کی آوازیں آنے لگیں اور تالیاں بجنے لگیں۔ ایک من چلی عورت کرسی سے اُٹھ کر سٹیج پر آ گئی اور مصافحہ کے لیے اُس نے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے کہا کہ اسلام نے نامحرم عورتوں سے مصافحہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا مجھے معاف فرمائیں (زور کی تالیاں اور قہقہے)۔“

(مجاہد ہنگری صـ76 تا 82)

ہنگری میں دیگر مذاہب

ہنگری میں چونکہ مذہبی آزادی تھی اس لیے مختلف مذاہب کے لوگ وہاں پائے جاتے تھے لیکن اکثریت ان میں عیسائیوں کی تھی۔ عیسائیت اور پادریوں کی مکارانہ یلغار نے ہنگری کے لوگوں کو حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بت پوجنے تک پہنچا دیا تھا۔ ایاز صاحب نے ایسے حالات میں وہاں کیا عیسائی دنیا، کیا پادری اور کیا عوام سب میں تہلکہ مچا دیا۔ یہ ساری رُوداد بہت ایمان افروز ہے اُنہی کی زبانی سنتے ہیں:۔

عیسائیت

”یورپ میں جب عیسائیت پھیلنی شروع ہوئی اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم یا انجیل کی بجائے چرچ کے تیار کردہ عقائد ایسے ہی رنگ میں آ چکے ہوئے تھے جیسے کہ کسی کمپنی کے قواعد یا بائی لاز ہوتے ہیں اور Augustine شاہِ روم کے بعد سیاسی رنگ میں پوپ کو اقتدار حاصل ہونا شروع ہو گیا اس لیے جو ملک کمزور تھے اور بڑی حکومتوں سے خائف تھے اُن کے بادشاہ اپنے ملک کو بچانے کی خاطر عموماً عیسائی ہو جاتے اور اس لیے کیتھولک عیسائیت ہی عوام میں پھیلی۔ چونکہ اسلامی لٹریچر یورپ میں نہیں پہنچا تھا اور اسلام کی نسبت کوئی یورپ میں اگر کوئی خبر پہنچی بھی تو وہ بھی دشمنوں کے ذریعہ سے یعنی اسلام پر اعتراضات اور تمسخر کی صورت میں! اس لیے اگر ساری دنیا کے غیر احمدی مسلمان مل کر بھی کوشش کریں تو بھی اہلِ یورپ کو اسلام کا قائل نہیں کر سکتے۔ عیسائیت کو احمدیت ہی مٹا سکتی ہے کیونکہ ایمان کے سامنے کوئی فلسفہ نہیں ٹھہر سکتا اور دلائل صرف اور صرف ایمان کے پاس ہیں جبکہ فلسفہ ان سے بالکل خالی اور عاری ہے اور جو دلائل فلسفہ کے پاس ہیں وہ پہلے ہی ایمان میں موجود ہیں۔

ہنگری کی سوسائٹیوں اور لیکچروں میں جہاں میں اسلام کی خوبیاں بیان کرتا اور اور اعتراضات کا جواب دیتا وہاں بعض عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور زندہ آسمان پر بتلا کر فخر کرتے لیکن میں تاریخ اور انجیل سے انہیں ثابت کر دیتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے نبی تھے اور مر کر کشمیر میں مدفون ہیں۔ میں ان کو قبر کی فوٹو بھی دکھا دیتا۔ اب وہ لاجواب ہو جاتے کیونکہ ان کا ایمان ظن پر ہوتا اور میرا شواہد اور دلائل پر۔ پروٹسٹنٹ چرچ کے پادری Rev. George Knight انگریز تھے،

جب تبادلہ خیالات کے وقت وہ مذہب کو عقل و دلائل سے بالا بتلا کر جان چھڑانا چاہتے تو میں کہتا لاؤ چار بیمار اور دعا کر کے دیکھیں کہ خدا تعالیٰ "عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ" کے غلام کی سنتا ہے یا "اکلوتے بیٹے یسوع" کے پجاریوں کی سنتا ہے۔ اِس چیلنج پر سب ہتھیار ڈال دیتے۔

گلیرٹ ہوٹل میں ایک دفعہ نوابوں اور جرنیلوں کی سوسائٹی Magyar) Amgal Tarsasag) میں اِس قسم کی بحث ہوئی تو سوسائٹی کے پریذیڈنٹ جرنیل Nemet نامی کہنے لگے آج سے ہمارے ایمان یسوع کی اُلوہیت پر نہیں رہے کیونکہ جو باتیں ایاز خان نے بتلائی ہیں وہ قابل قبول ہیں اور جو ہمارے پادری بتاتے ہیں وہ عقل سے بعید ہیں اور خدا نے اگر کوئی مذہب بنایا ہے تو وہ عقلمندی کا مذہب ہونا چاہیئے۔

ایک کرنل کی بیوہ جو بہت بوڑھی تھی اور سب اس کو "Maryska Neny" کہہ کر پکارتے ہیں وہ کہنے لگی کہ آج میری زندگی تلخ ہوگئی ہے۔ میں نے پوچھا کیوں؟ تو وہ آنسو بہاتے ہوئے کہنے لگی کہ میں آج تک یسوع مسیح کو خدا ہی مانتی تھی۔ میں چھوٹی عمر میں بیوہ ہوگئی تھی اور کسی سے بھی میں نے اس لیے شادی نہ کی کہ یسوع کی تعلیم پر چلنا چاہتی تھی مجھے یسوع سے بڑی محبت ہے تم نے یسوع کو انسان ثابت کر کے اُس کی ہتک کی ہے مگر یہ تو بتاؤ کہ کیا اُس نے کوئی شادی بھی کی اور اُس کی کوئی اولاد بھی ہے؟ میں نے کہا اُس وقت تو میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہ تھا اور اُن کی پرائیویٹ زندگی کے حالات تاریخوں میں بہت کم آئے ہیں مگر جس راستہ سے گزر کر وہ کشمیر آئے اُس ملک کے موجودہ قبیلوں میں سے ایک قبیلہ "عیسیٰ خیل" بھی ہے شاید وہ عیسیٰؑ کی اولاد ہو اور ہم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت کرتے ہیں وہ ہمارا محبوب اور نبی اللہ ہے ان کی ہتک تو عیسائی دنیا کرتی ہے جوان کے بدن کی ننگم ننگی تصویر اور بت بنا کر ہر جگہ رکھ دیتی ہے اور یورپ کے عیسائیوں پر تو سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کا یہ بڑا احسان ہے کہ "یسوع" کی زندگی پر روشنی ڈال کر عیسائیوں کو اندھیرے سے نکالا ہے اور ہر انسان کو خوشی منانی چاہیئے کہ وہ مشہور ہستی جس کے سامنے کروڑوں انسانوں نے سجدہ کیا اور اُسے کئی صدیوں تک خالق اور خدا یا خدا کا بیٹا بنائے رکھا وہ بھی آج معلوم ہوا کہ ہم انسانوں کی ہی برادری میں سے تھا۔ اس تحقیق سے ایک خوشی تو یہ ہے کہ نسل انسانی میں ایک فرد کا اضافہ ہوگیا اور دوسری خوشی یہ ہے کہ جس عیسیٰؑ کی صدیوں سے انتظار تھی کہ وہ آسمان سے آئے گا وہ خدا کے لطف و کرم سے ہماری اِسی زمین پر پیدا ہوگیا۔ یہ سب باتیں بنی نوع انسان کی عزت افزائی اور اس کے لیے باعث فخر ہیں۔ پس آپ کو اور ہم سب کو خوش ہونا چاہیئے۔

میری گفتگو سے وہ بوڑھی عورت اور باقی حاضرین بھی خوش ہوگئے۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ مجھے ہر جگہ کھلی تبلیغ کا موقع ملا ورنہ کیتھولک لوگوں کے خدا کو انسان کہنا بھی ایک جرم ہے۔ پروٹسٹنٹ اور کیتھولک کے مابین بعض دفعہ اِسی بات پر کئی خون بھی ہوئے ہیں۔

ایک دفعہ ایک Adventist پادری کو میں نے بتایا کہ یسوع مسیح دوبارہ اِس دنیا میں تشریف لے آئے ہیں، ہندوستان کے ایک شہر قادیان میں اور تم بھی اب انتظار نہ کرو۔ اُس نے کہا یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ عیسیٰ مسیح آگئے ہوں اور ہم کو خبر نہ ہو؟ جب وہ آئیں گے تو بجلی کی طرح مشرق سے مغرب تک سب کو خبر ہو جائے گی اور ہر ایک اُن کو دیکھ سکے گا! میں نے جواب دیا کہ بجلی کی طرح مشرق سے آکر تو میں نے آپ کو خبر دے دی ہے اور اگر حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھنا ہو تو یہ لو دیکھو فوٹو۔

وہ بہت حیران ہوا اور اسی طرح ایک دفعہ ایک سوسائٹی Kultus Baratoll Tarsasg میں ہنگری کے ایک مشہور پروفیسر اور مصنف Dr. Szimonedasz کا ”یسوع کی زندگی“ پر 25 نومبر کو لیکچر ہوا۔ اس پروفیسر کی دو کتابوں کا یورپ کی ہر زبان میں ترجمہ ہوا ہے اور ان کی عیسائی دنیا میں اس لیے بڑی شہرت ہے۔ ان کی دو کتب کے نام Jesus Elete (یسوع کی زندگی) اور Budhism and Islam (بدھ مت اور اسلام) ہیں۔ میں نے لیکچر کے بعد ان کے نفس مضمون سے یسوع کی زندگی کے ماخذوں پر اعتراض کئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ”مسیح ہندوستان میں“ سے حوالے دے کر حضرت مسیح ناصری کا کشمیر میں دفن ہونا ثابت کیا۔ پروفیسر صاحب مبہوت ہو کر بحالت خاموشی کھڑے رہے اور جوابی تقریر نہ کر سکے اور بعض عورتوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ہندوستانیوں کو جادو آتا ہے، ایاز خان نے اِس پر جادو کر دیا ہے۔ اِس پر سوسائٹی کے پریذیڈنٹ مسٹر Geroge Blochk نے عیسائی پروفیسر کی چپ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کھڑے ہو کر حاضرین کو مخاطب ہو کر کہا کہ آج یورپ میں صلح کے آثار پیدا ہوگئے ہیں۔ عیسائی ہمیشہ یہودیوں سے اِس لیے نفرت کرتے رہے کہ یہودیوں نے اُن کے یسوع کو صلیب پر لٹکا کر مار دیا مگر اب جبکہ مسٹر ایاز ثابت کر رہے ہیں کہ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ مشرق کا سفر کرنے کے بعد طبعی موت سے فوت ہوئے تو یہ بہت خوشی کی خبر ہے کہ کئی جھگڑوں کا فیصلہ ہو جائے گا۔

لوگ گو خدا کے قائل ہیں لیکن مذہب کے پابند نہیں ہیں البتہ خاص مواقع پر گرجوں میں اور مذہبی جلوس ہائے میں وہ ایسے ہی طور پر جاتے ہیں جس طرح کہ سینما یا تھیٹر میں۔ اعلیٰ طبقہ کے لوگ مذہب سے لاپروا ہیں مگر مذاہب کو برا نہیں کہتے، درمیانہ طبقہ کے لوگ عموماً دہریہ ہیں گو گرجوں میں

ان کا نام بطور عیسائی درج ہے، غریب لوگ جو دیہات کے ہیں وہ مذہب کا لحاظ رکھتے ہیں مگر ان میں سے جو فیکٹریوں وغیرہ میں کام کرتے ہیں سب مذہب کے خلاف ہیں۔ قومی جذبہ کے لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا وہ نہیں جو پادری لوگ بتلاتے ہیں بلکہ تورانی خیال کے لوگ تو اپنے بچوں کو کیتھولک سکولوں میں بھی نہیں بھیجتے اور گو گرجا میں ان کا نام بطور عیسائی درج ہے مگر وہ ''یسوع'' کا نام تک سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ وہ اپنے آپ کو Egy Isten Hivock (ایک خدا کے پرستار) کہلواتے ہیں اور Dr. Besi Zoltan ان کا لاٹ پادری ہے اور کئی دیہات میں انہوں نے اپنی انجمنیں قائم کی ہوئی ہیں جو عیسائیت کے خلاف جہاد کر رہی ہیں مگر گورنمنٹ نے اِن کی علیحدہ کمیونٹی منظور نہیں کی یہ پرانے تورانی مذہب کو رائج کرنا چاہتے ہیں۔ جب میں نے ان سے راہ و رسم پیدا کی تو وہ اسلام کے مداح ہو گئے۔ ان کے ایک لیڈر Marton Janoo سابق ممبر پارلیمنٹ نے تورانیوں کو دیہات میں جا کر خود ہمارے ٹریکٹ وغیرہ تقسیم کئے۔ ان کا رجحان اسلام کی طرف ہے۔ کیتھولک عیسائیوں میں یہ لازمی ہوتا ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک دفعہ پادری کے پاس جا کر اپنے تمام گناہ بیان کریں اور توبہ کریں۔ ہابسبرگ بادشاہوں نے اس سسٹم سے بڑا فائدہ اُٹھایا۔ کیتھولک پادری ایک قسم کی خفیہ پولیس ہوتی ہے اور لوگوں کے اقرارِ گناہ سے بادشاہ کو ملک کے جرائم اور رعایا کے رجحان طبع کا پتہ چلتا رہتا تھا اسی لیے چرچ کو بڑی بڑی امدادیں حکومت کی طرف سے ملتی تھیں اور پادریوں کو عام قانون کی سزاؤں سے بھی مستثنٰی کیا ہوا تھا اور پادری کو نائب خداوند یسوع مسیح قرار دیا ہوا تھا لیکن اب بیسویں صدی میں جب میں اِن سے اِس موضوع پر گفتگو کرتا تو بعض لوگ کہتے تھے کہ پادری سب سے زیادہ مکار اور خراب ہیں اگر ان کو خدا نے بخش دیا تو پھر ہم کو ضرور بخشے گا۔ میڈم Knabe نے مجھے ایک دفعہ بتایا کہ وہ پانچ سال سے پادری کے پاس Confession (اقرار گناہ) کرنے کو نہیں گئی کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اپنے گناہ سوائے خدا کے کسی کو بتائے۔

ایک دفعہ ایک 60 سالہ بوڑھی خاتون Kloczmanyi Maria بیعت کرنے کو آئیں۔ کہیں اُنہوں نے اپنی نو مسلمہ لڑکی زینب اور نو مسلم داماد Rozsas Josef سے اسلام و احمدیت کے متعلق شائع شدہ ہنگری زبان میں ٹریکٹ پڑھوا کر سنے تھے۔ مسٹر یوسف کو ساتھ لے کر وہ آئیں اور کہنے لگیں کہ میں تیس سال سے احمدی ہوں (وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنْ کُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ O) میں نے پوچھا وہ کیسے؟ تو وہ کہنے لگیں تمہاری شائع کردہ پمفلٹ

الموسوم Aiz Islam Egyszerusege (سادگی اسلام) میں جو باتیں مسلمان ہونے کے لیے لکھی ہیں میں ان کی قائل ہوں پہلے سے ہی، اب نماز اور مسئلے مسائل مجھے خود سکھا لو۔ میں نے کہا کہ پھر 30 سال سے تو نہ ہوئیں آپ تو پھر پیدائش سے ہی مسلمہ ہیں کیونکہ ٹریکٹ میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگیں بات تو یہ بھی ٹھیک ہے لیکن اِس میں جو یہ لکھا ہے کہ سچی توبہ خدا کے حضور کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس کی میں 30 سال سے ہی قائل ہوئی کیونکہ پادری کا حکم تھا کہ سب لوگ گرجا میں آ کر ہفتہ وار کاپی پر دستخط کرایا کریں۔ میں اُس کے بعد آج تک گرجا نہیں گئی اور نہ میں یسوع کو خدا مانتی ہوں۔ پس میرا خدا ایک ہی ہے۔ مجھے اس محترمہ خاتون کے قبول اسلام سے بڑی خوشی ہوئی۔ یہ سارا خاندان بہت مخلص ہے یہ بھی تورانی ہیں۔ محترمہ موصوفہ کا اسلامی نام مریم رکھا گیا۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ تم میرے بیٹے ہو، تم نے مجھے راہِ حق دکھایا ہے، میں تمہارے لیے بہت دعا کرتی رہتی ہوں۔

بوہیمیا کے لوگوں نے بھی اِنہی مسائل پر پادریوں سے اختلاف کیا تھا اور پھر پوپ سے منحرف ہو کر پروٹسٹنٹ ہو گئے تھے۔ شاہِ مارتھیا نے اپنی ملکہ اور پادری دونوں کو دریا میں پھنکوا دیا تھا۔ کیتھولک چرچ نے اِس واقعہ کے کئی قصے بنائے ہوئے ہیں۔ میں عموماً لوگوں کو اِس مسئلہ کے متعلق قرآن کریم کے اُصول بتاتا تھا کہ اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَ اَنَّ اللّٰہَ ھُوَالتَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۔ یعنی وہ خدا کیا ہوا جو بغیر کفارہ کے گناہ نہ بخشے؟ ہمارے خدا کا تو اعلان ہے کہ نَبِّئْ عِبَادِیْ اِنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔ ہر مذہب نے کئی شرائط اس مسئلہ پر لگائی ہیں لیکن اسلام نے گنہگاروں پر بڑا ہی احسان کیا ہے جو فرمایا کہ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔ میں جن جن ممالک میں رہا وہاں عیسائیوں کو (سوائے پیشہ ور پادریوں اور غریب دیہاتیوں کے) عیسائیت سے دل برداشتہ ہی پایا اور دہریہ اور کمیونسٹ لوگوں پر احمدیہ تعلیم زیادہ اثر کرتی تھی اور اسلامی اصول کی فلاسفی کو بہت پسند کرتے تھے۔

دیہاتی عورتیں حضرت مریم صدیقہؑ کے مجسمہ کی بہت پرستش کرتی ہیں۔ پولینڈ کی دیوی ہی یہی ہیں اور مریمؑ کے بعض مجسموں پر میلہ لگتا ہے، وہاں چراغ جلا کر عورتیں گیت گاتی ہیں۔ عام طور پر لوگ ان عورتوں کی اس پوجا پر مخول اُڑاتے ہیں اور وہ دن جا چکے جب لوگ اندھا دھند تین خداؤں کو مان لیتے تھے اب مریم اور اُس کے بیٹے کی معبودانہ زندگی پر موت آ چکی ہے اور وہ استعدادیں بھی مٹ

چکی ہیں جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں۔ تورانی اخبار Turani Roham کے ٹائٹل صفحہ پر ہمیشہ یہ عبارت موٹے حروف میں بطور ماٹو (Motto) لکھی ہوئی ہوتی ہے کہ El a

Magyarak Isten Rajta Kivul Idegen Istened ne Legyenek!

ترجمہ: اے ماجروں کے خدا ہمیں ان بناوٹی خداؤں (یسوع و مریم وغیرہ) کے پنجہ سے چھڑا۔

انشاء اللہ تعالیٰ احمدیت کے ذریعہ یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور حضرت مسیح موعودؑ کے نوشتے پورے ہوں گے۔ کئی ہندوستانی معززین جو سیر کے لیے کبھی بوڈاپسٹ آتے تھے میں ان کو بلاتا تھا کہ دیکھو وہ باتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چالیس سال پہلے تحریر فرمائیں وہ حضورؑ کے غلاموں کے ذریعہ دُور دراز کے ممالک میں پوری ہو رہی ہیں اور لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

جناب نواب ذوالقدر جنگ صاحب آف حیدر آباد نے یورپ سے واپس آ کر ہنگری کے نو مسلموں کی نسبت ذکر بھی کیا۔ یورپ میں کئی ہندو اَصحاب مثلاً پروفیسر آملیا سین صاحب، مکر جی صاحب، بیرسٹر کیشو رام صاحب، مسٹر رامیشور دیال صاحب وغیرہ سے بھی اِسی موضوع پر گفتگو ہوئی اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے خدا کی ہستی کا ایک ثبوت ہے کہ اس کے وعدے پورے ہو رہے ہیں۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے"

(مجاہد ہنگری صہ 91)

یہودیت

حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام کی جلوہ انگیزیوں اور ضیا پاشیوں سے باطل خداؤں کی ظلمت کافور ہونے لگی اور لوگ اندھیروں سے نور کی طرف دوڑنے لگے لیکن بڑے مسلک عیسائیت کے ساتھ ساتھ ہنگری میں یہودیت بھی موجود تھی اور ساتھ ساتھ یہ کام بھی ایاز صاحب کرتے چلے جا رہے تھے۔ ایک ماہر سرجن کی طرح انسانیت کے تار تار بدن کو اسلام کی وحدت اور محبت کی لڑی میں پروئے چلے جا رہے تھے۔ بوڈاپسٹ کے یہودیوں کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

> "بوڈاپسٹ میں یہودی بھی بے شمار ہیں اور بڑی بڑی فرموں اور فیکٹریوں کے مالک ہیں اس وجہ سے یہودیوں کے خلاف ماجروں کا نازی طرز کا پراپیگنڈا بھی ہوتا ہے۔ مجھے چونکہ ہر جگہ پیغام احمدیت پہنچانا تھا اس لیے ان کی سوسائٹیوں میں بھی چلا جاتا تھا اور وہ بڑی آؤ بھگت بھی کرتے تھے۔
>
> ہنگری کے یہودی پولینڈ کے یہودیوں کی طرح مذہب کے زیادہ پابند نہیں۔ پولینڈ کے یہودی ذبح کئے بغیر گوشت نہیں کھاتے اور خنزیر بھی نہیں کھاتے، سیاہ گابرڈین لمبے چغے کی طرح پہنتے ہیں اور لمبی لمبی داڑھیاں رکھتے ہیں۔ یورپ میں جس نے جوانی کے وقت میں داڑھی رکھی ہوئی ہو یا ادھیڑ عمر میں جس کی لمبی داڑھی ہو اس پر شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ بھی یہودی ہے۔ کوئی زمانہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو اس لیے داڑھی رکھنے کا حکم دیا تھا کہ یہودیوں سے مشابہت نہ ہو لیکن موجودہ دور میں اکثر یہودی داڑھیاں رکھتے ہیں اور مسلمان عموماً داڑھی منڈاتے ہیں۔ پولینڈ کے یہودی عموماً فلسطین آتے جاتے ہیں اور عربی بھی جانتے ہیں۔
>
> وارسا میں مجھے ایک یہودی نوجوان Abraham Opolyon نے "البشریٰ" جو احمدی رسالہ ہے، حیفہ سے شائع ہوتا ہے دکھا کر کہا کہ اُن کا ایک دوست فلسطین سے آیا ہے وہ یہ رسالہ لایا ہے اور کہتا ہے کہ وہاں یہودیوں کو مسلمان ہونے کی دعوت دی جاتی ہے۔ لارڈ ریڈنگ جو ہندوستان کا وائسرائے گزرا ہے وہ بھی دراصل پولینڈ کے یہودی خاندان سے تھا۔
>
> کئی دفعہ وارسا اور پراگ کے شہروں میں بعض یہودی میرا مشرقی لباس اور داڑھی دیکھ کر سامی خیال کرتے ہیں اور السلام علیکم کہہ دیتے ہیں اور (Astrava) اوستراوا شہر چیکوسلواکیہ کے چند نوجوانوں نے مجھے یہودی سمجھ کر راہ چلتے ہوئے مذاق بھی کیا۔ کئی تو مجھے ہیل سلاسی سمجھ لیتے تھے۔
>
> پراگ میں ایک حجام مجھ سے حجامت بناتے وقت ایبے سینیا کے حالات دریافت کرتا رہا اور وہ

بعد میں بڑا شرمندہ ہوا جب میں نے بتایا کہ میں تو ہندوستانی ہوں۔

یہودیوں میں سوائے چند مستثنیات کے سوسائٹیاں بالکل گندی اور بے حیائی کا مظہر ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ خطابات یہودیوں کو دیئے ہیں وہ بالکل سچ تھے۔ بعض یہودیوں سے مجھے تجارتی تعلقات کے سلسلہ میں بھی جان پہچان ہوئی لیکن میں عموماً کوشش کرتا تھا کہ غیر یہود تاجروں اور تحریک جدید کے تجارتی صیغہ کے درمیان تعلقات کراؤں۔ کچھ تھوڑا بہت کام کیا تھا مگر اس طرف توجہ دینے کے لیے مجھے فراغت بہت کم ملتی تھی۔ بوڈاپسٹ کے یہودیوں میں سے دو خاندان نہایت شریف اور دوسرے یہودیوں سے بالکل علیحدہ تھے۔ ایک تو ہمارے نومسلم بھائی مسٹر Angle Akhtar جو مجھے راستہ میں ملے اور پھر زیر تبلیغ ہو گئے اور احمدی بن گئے اور یہ نوجوان بہت مخلص احمدی ثابت ہوا اس نے نمازوں وغیرہ کو بہت جلد سیکھا اور اسلامی مسائل سے بھی جلد جلد واقف ہو گیا اور دوسرے Dr. Kronfehd ایڈووکیٹ اور ان کی اہلیہ Vilma تھے۔ میں ان کو انگریزی بھی پڑھاتا تھا یہ دونوں بڑے خدا خوف تھے ہمیشہ حلال گوشت کھاتے تھے اور کئی دفعہ میری دعوت بھی کرتے تھے۔

یہودی بیچارے مذہب سے بھی تنگ آئے ہوئے ہیں۔ ہنگری کے یہودی تو رسومات کی بہت کم پابندی کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مذہب میں تبدیلی ہونی چاہئے۔ ایک فرقہ یہودیوں کا Neulethics کہلاتا ہے جو نئی روشنی کے دلدادہ ہیں۔ جمعہ کو آگ روشن نہ کرنا، ہفتہ کے دن سیڑھیوں پر نہ چڑھنا، حتیٰ کہ ٹرام یا ریل پر بھی سوار نہ ہونا، حیض کے بعد پندرہ دن تک عورت کے پاس نہ جانا وغیرہ وغیرہ۔ یہودی رسومات کے وہ پابند نہیں ہیں۔

اگرچہ یورپ کے بعض لوگ مجھے اس وجہ سے آدمی نہ سمجھتے تھے کہ میں سگریٹ نہ پیتا تھا، شراب نہ پیتا تھا، گوشت نہ کھاتا تھا، عورتوں سے ہاتھ نہ ملاتا تھا لیکن اکثر شرفا اور اہل یہود میرے اس رویہ کی تعریف کرتے اور میری سادہ زندگی پر تعجب کرتے تھے۔ جس دن میرا روزہ ہوتا وہ مجھ پر حیران بھی ہوتے اور رحم بھی کھاتے تھے کہ اور لوگ تو یورپ میں چار پانچ دفعہ یومیہ کھانا کھاتے ہیں اور یہ روزہ رکھتا ہے اور عموماً آٹھ پہر کا روزہ ہوتا تھا۔ پولینڈ میں گرمیوں میں ویسے بھی اٹھارہ گھنٹوں کا دن ہوتا ہے اور سردیوں میں لمبی رات بھی۔

بعض عورتیں ہاتھ نہ ملانے کی وجہ سے ناراض ہو جاتی تھیں۔ ایک دفعہ پراگ شہر میں مَیں نے ایک کمرہ رہائش کے لیے لیا اس کا ماہوار کرایہ بھی مالکہ دکان کو دیا لیکن جب میں نے اس سے ہاتھ نہ

ملایا تو اس نے سمجھا کہ یہ کوئی عجیب آدمی ہے خدا جانے اس کا طریقہ تمدن کیسا ہوگا؟ اس لیے اس نے کرایہ واپس کر دیا اور مجھے سامان اُٹھانا پڑا۔ یہودیوں میں بھی عورتوں سے مصافحہ منع ہے۔ بعض عیسائی لوگ بھی الکحل اور گوشت خوری کو برا سمجھتے ہیں۔ کئی تحریکوں کا مقصد ہی یہ ہے کہ خنزیر کے گوشت اور شراب کی خرابیاں بیان کریں۔ لندن کی ایک تحریک پر بوڈاپسٹ، وارسا اور پراگ میں بھی دو تین سبزی ہوٹل کھل گئے ہیں ان میں گوشت اور شراب کا بالکل دخل نہیں ہوتا تیل، دودھ اور مکھن کا ہی استعمال ہوتا ہے۔ نیز آج کل تو ہر شہر میں Automat اور سوشل ہاؤس کھلے ہوئے ہیں جہاں بہت سستا کھانا مل سکتا ہے اور ہر قسم کا بھی۔ ایسی بڑی دکانیں بھی عموماً یہودیوں کی ہیں۔

عیسائی لوگ یہودیوں کی نسبت زیادہ رحم دل اور خوش اخلاق تھے اور سچی بات جلد مان بھی لیتے تھے، ضد نہ کرتے تھے۔" (مجاہد ہنگری صـ 91 تا 94)

یہودیوں کے سب سے بڑے عالم سے مباحثہ

یہ ایک نہایت دلچسپ مباحثہ تھا جس کے بارہ میں کیپٹن صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"4 نومبر کو انگریزی حلقہ ہنگری میں لیکچر دینے کے بعد کلچرل سوسائٹی کے پریذیڈنٹ صاحب کی طرف سے اطلاع پہنچی کہ آج Cultural Friend Society کے زیر اہتمام یہودیوں کے سب سے بڑے عالم ڈاکٹر نیرانتھ ہیلر کا لیکچر ہوگا جس میں یہودی کثرت سے شامل ہوں گے اس پر خاکسار اور مسٹر خالد پونگو جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ دونوں ایسے وقت میں پہنچے کہ لیکچر شروع ہو چکا تھا۔ ہال مردوں اور عورتوں سے بھرا ہوا تھا ہمارے داخل ہوتے ہی سٹیج کی دو کرسیاں خالی کر دی گئیں مگر چونکہ ہم نے سوال و جواب کا موقع نکالا تھا اور ہال کے دوسرے سرے والی پبلک کو بھی کنٹرول کرنا تھا اس لیے مسٹر خالد دُور کے کونے میں کرسی منگوا کر بیٹھ گئے۔ لیکچر کا موضوع The Prophets of the Bible (بائبل کے انبیاء) تھا۔ اختتام لیکچر پر سوالات کا موقع مل گیا اور حسب ذیل گفتگو کی۔

سوال: بائبل کے نبیوں کا دوسرے انبیاء علیہم السلام سے کیا تعلق ہے؟

جواب: میں آپ کا سوال نہیں سمجھ سکا کیسا تعلق اور کیسے دیگر انبیاء؟

سوال: کسی قسم کا روحانی یا جسمانی اور ہر ملک، ہر زمانہ اور ہر قوم کے انبیاء کا تعلق دریافت کرتا ہوں۔

جواب: یہ بڑا پیچیدہ سوال ہے، آپ ہی بتائیں۔

ایاز: تمام انبیاء ایک ہی وحدت اور راستی کی تعلیم دینے کے لیے ایک ہی رب العالمین کی طرف سے مختلف زمانوں میں، مختلف اقوام اور ممالک میں بھیجے گئے اور بھیجے جائیں گے اور ہر نبی پہلے انبیاء کی تصدیق کر کے اپنا روحانی تعلق قائم کرتا رہا۔ چنانچہ اسلام نے نبیوں کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ کُلًّا ھَدَیْنَا. کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ. وَ کُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعَالَمِیْنَ وَمِنْ اٰبَآئِھِمْ وَ ذُرِّیّٰتِھِمْ وَ اِخْوَانِھِمْ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ وَ ھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ پس وہ تمام انبیاء ایک ہی صحیح راستہ پر چلنے والے اور چلانے والے تھے۔ یہ ہے اِن کا آپس میں تعلق۔

یہوی عالم: بائبل کے نبیوں پر وحی مکمل ہو چکی تھی، وہ تورات کی اشاعت کے لیے مقرر تھے اور یہی تعلق آپس میں رکھتے تھے۔

ایاز: ان کا آپس کا تعلق زیرِ بحث نہیں بلکہ دوسرے نبیوں مثلاً حضرت بدھؑ، حضرت کرشنؑ، حضرت زرتشتؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ بائبل کے نبیوں کا کیا تعلق ہے؟

یہودی عالم: ان سے بھی وہی تعلق ہے اگر کوئی ان دوسرے بزرگوں کو نبی مانے۔

ایاز: آپ کو ان بزرگوں کے نبی ہونے میں کیا شک ہے؟

یہودی عالم: بائبل کے نبیوں کے بعد کے مدعیان نبوت پر مجھے وہی شک ہے جو آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے پر ہوگا۔

ایاز: مجھے تو ایسے مدعی نبوت پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کی اشاعت کے لیے آئے کوئی شک و شبہ نہیں۔ ابھی پچاس سال نہیں گزرے کہ اس زمانہ میں ایک ایسے ہی نبی حضرت احمد علیہ السلام، مہدی اور مسیح ہو کر امت محمدیہ کی اصلاح اور دین اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کرنے کے لیے تشریف لائے اور لاکھوں مسلمان ان کو نبی مانتے ہیں اور کوئی بھی شک نہیں کرتا۔ پس مجھے تو بعد میں آنے والے نبیوں پر ایمان لانے میں کوئی شک نہیں۔ اب آپ موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں سے آنے والے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھیں تا کہ آپ کی نجات ہو۔

یہودی عالم: یہ باقی مسلمانوں کا ہرگز عقیدہ نہیں۔ میں نے قرآن و حدیث کے علاوہ دوسری عربی کتب کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں جو آپ نے بیان کیا ہے۔

مسٹر خالد پونگو: (اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے) میں ایک مسلمان یہاں موجود ہوں اور میرا بھی

یہی عقیدہ ہے جو خان ایاز نے بیان کیا ہے (تالیاں اور قہقہے)۔

یہودی عالم: میرے ایمان اور عقیدہ کی بنیاد قرآن پر نہیں بلکہ تورات پر ہے یہ مسلمانوں کے عقیدہ کا ضمناً میں نے ذکر کیا ہے۔

ایاز: جو عقیدہ آج کل یہودیوں کا ہے وہ بائبل کے نبیوں کا ہرگز نہ تھا۔ اگر بائبل کے نبیوں اور اس زمانہ کے یہودیوں کو یہ معلوم ہوتا کہ خدا صرف ایک نسل اور ملک کے لوگوں سے کلام کرتا ہے اور پھر الہام اور نبوت کا سلسلہ بند کرے گا تو وہ ایسے تنگ دل اور وقتی خدا پر ہرگز ایمان نہ لاتے۔ اب یہودی پکار پکار کر آسمان سے آنے والے کی مدتوں سے انتظار کر رہے ہیں مگر خدا نے ابھی تک ان کے خیال میں کوئی جواب نہیں دیا۔ ان یہودیوں کے باپ دادے تو ایسے بہرے اور گونگے خدا کو ہرگز نہ مانتے۔ پس اگر زندہ خدا اور وسیع رحمت والے خدا پر ایمان لانا چاہتے ہو تو توبہ کرو کیونکہ تم نے ایک نور کو دار پر کھینچ کر ظلم کیا۔ پھر فاران کی چوٹیوں سے چمکنے والے سورج کا دیدہ دانستہ انکار کر کے خدا کی لعنت اپنے اوپر ڈال لی آؤ! اب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے وہی نور قادیان سے چمکا ہے۔ یسعیاہ نبی کے قول کے مطابق ”مشرق سے وہ راست باز اُٹھا ہے“ وہ جس کی انتظار تھی وہ حضرت احمد علیہ السلام کے روپ میں آچکا ہے جو چاہے ان کو مانے جو چاہے انکار کر دے۔ حق جو تھا وہ میں نے کہہ دیا ہے۔

پریذیڈنٹ جلسہ: مسٹر ایاز آپ کا طرزِ کلام بہت کڑوا ہے۔ آپ نے جو کہا سچ کہا مگر اتنے بڑے عالم سے گفتگو نرم ہونی چاہئے۔

ایاز: ایک تو قدرتی طور پر میری آواز بہت بلند ہے، دوسرے سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے، تیسرے جتنے بڑے آدمی کے سامنے حق پیش کیا جائے اسلامی اصول کے ماتحت اتنا ہی زیادہ اجر ملتا ہے (سب لوگ ہنس پڑے)۔

یہودی عالم: آپ ان اُمور پر میرے مکان پر بحث کر سکتے ہیں۔ میں نے مسلمانوں کے یاجوج ماجوج اور دجال کے متعلق ایک کتاب بھی لکھی ہے وہ بھی آپ کسی دن آکر مجھ سے لے لیں بہت دلچسپ ہے۔

ایاز: آپ کی مہربانی کا شکریہ مگر یہ فرمایئے آپ نے یاجوج ماجوج اور دجال کو دیکھا بھی ہے؟

یہودی عالم: یاجوج ماجوج اور دجال تو ابھی ظاہر نہیں ہوئے دیکھنا کیسا؟

ایاز: تو آپ نے سنے سنائے یاجوج ماجوج کے قصے ہی اس کتاب میں درج کیے ہوں گے۔

مسلمانوں کی کتب میں جو علامات دجال، یاجوج ماجوج کی درج تھی وہ پوری ہوچکی اور میں نے انڈیا میں صرف یاجوج ماجوج کے حالات پڑھے تھے، اب یورپ میں آکر اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھ لیا ہے۔

یہودی عالم: آپ نے کہاں دیکھا یاجوج ماجوج کو، ہم بھی تو یورپ میں رہتے ہیں ہم کو نظر نہیں آیا۔

میں نے یاجوج ماجوج اور دجال کے متعلق تشریح کی تو یہودی عالم نے کہا یہ نئی باتیں ہیں میں نے کبھی نہیں سنیں اب وقت زیادہ ہوگیا ہے اس لیے میں جاتا ہوں۔"

(مجاہد ہنگری صہ 94 تا 98)

اور یوں یہودی عالم جان بچا کر بھاگنے میں عافیت سمجھ کر بھاگ گیا۔

تورانیت

اہل ہنگری دراصل تورانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں اخلاق اور مہمان نوازی اور بہادری جیسی خوبیاں پائی جاتی ہیں ان کا رویہ ایاز صاحب کے ساتھ باقی سب کی نسبت بہت اچھا تھا تورانیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:۔

”جنگ عظیم کے بعد جب ہنگری کے ٹکڑے کر کے اتحادیوں نے عہدنامہ Trianon کی رُو سے ہنگری کا 2/3 حصہ یوگوسلاویہ، رومانیہ اور چیکوسلواکیہ کو دے دیا تو ماجروں کی غیرت جوش میں آئی اور انہوں نے اپنے ملک میں تورانی روح پھونکنے کے لیے کئی ایک سوسائٹیاں اور اخبارات تورانی نظریہ کی وضاحت کے لیے قائم کیں۔ ہنگری کے لوگوں میں ایک قصہ مشہور ہے کہ شاہ Attila کی نسل کا ایک شاہزادہ Csaba (چھبہ) نامی عیسائیت کے خلاف تھا۔ جو ہونزوں اور ماجروں کے دوسرے قبیلوں کی تلاش میں مشرق کو چلا گیا تھا۔ نمرود نامی ایک شکاری بادشاہ کے دو لڑکے تھے جن کا نام Huner (ہونر) اور Magyer (ماجر) تھا۔ ہونز قوم وسط ایشیا اور ترکستان میں پھیلی اور ماجر قوم شمالی ہند اور تبت وغیرہ میں۔ جاپانی لوگ بھی ماجروں کے رشتہ دار بتلائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہنگری کے تورانیوں نے Csaba (چھبہ) مذکور کی خیالی تصویریں بنائی ہوئی ہیں جو کئی سو سال سے ان کے آباؤ اجداد کی ساخت کی ہوئی ہیں۔ وہ اس طرح ہے کہ شاہزادہ چھبہ ایک گھوڑے پر سوار ہے، گھوڑے کے دوڑنے سے سموں سے آگ کے چنگارے نکل رہے ہیں، چھبہ کے سر پر پگڑی ہے اور تلوار میان میں ہے، کمان اور ترکش کندھے کے ساتھ ہے، ہاتھ میں گرز ہیم، صور میں پھونک لگاتا ہے تو چند گھڑ سوار تیر انداز اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، آسمانی ستارے ان کی رہنمائی کرتے ہیں گویا کہ خدا چھبہ کی امداد کر رہا ہے۔ وہ مشرق سے مغرب کی طرف روانہ ہوتے ہیں تا کہ ہنگری کو آزاد طاقتور بنا کر ماجروں کی مصیبتوں کا خاتمہ کریں۔ چھبہ اور اس کے تیراندازوں والی اس تصویر پر کسی پرانی زبان میں حرف درج ہیں اور ایک اور تصویر بہت پرانی ہے کہ ایک ماجر عورت سے اس کا بھوکا اور ننگا بچہ روٹی مانگتا ہے۔ تو وہ عورت اشارہ کرتی ہے کہ دیکھو وہ چھبہ آ رہا ہے اپنی فوج کے ساتھ! اب تم صبر کرو اور چھبہ کی فوج میں شامل ہو جاؤ وہ تمہاری مرادیں پوری کرے گا کیونکہ ہنگری کی آزردہ حالت کو دیکھ کر خدا نے چھبہ کو بھیج دیا ہے کہ ہنگری کا احیاو عروج ہو۔

اب جو یہ عاجز وہاں تورانیوں کی سوسائٹیوں میں خدا تعالیٰ کے دین کی سچائی بیان کر کے

ماجروں کو دعوتِ اسلام دیتا اوران کے قومی جذبات کو بھی اُبھارتا تو وہ کہتے کہ بس ایاز خان ہی وہ چھبہ ہے جو مشرق سے آنا تھا۔ چنانچہ کئی تو کہتے Elljtt Csaba Vezerunk یعنی ہمارا لیڈر چھبہ آ گیا ہے۔ چنانچہ تورانی مذاہب کے ایک اخبار Turani Roham نے 15 مارچ 37ء کو میری ایک تقریر شائع کی جس کا عنوان تھا Testverek Koze Jottom (میں اپنے بھائیوں میں آ گیا ہوں) جس میں تورانیوں کو پیغام اسلام پہنچایا گیا۔ کئی تورانی جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔ مجھے جب ہنگری سے پولینڈ جانے کا حکم ہوا تو تورانیوں نے بڑے ریزولیوشن اور درخواستیں سینکڑوں تورانیوں سے دستخط کر کے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح (خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔ ناقل) کے حضور بھجوائیں۔

پارلیمنٹ میں بھی ایک پارٹی تورانیوں کی ہے اور Turan Szovetsey (توران یونین) کے موجودہ پریذیڈنٹ کے اجلاس میں میرے لیکچر بھی کرائے۔ اور یونین کے اخبار Magyasok Lapja نے ''پیغام احمدیت'' ایک طویل مضمون 24 نومبر 1936ء کو شائع کیا۔ ایک دفعہ ایک دو کیتھولک جریدوں نے Kelet es Neugat اور Szkelyseg نے میرے خلاف مضمون لکھا تو توران یونین کے اس اخبار نے اس کے جواب میں لکھا تھا کہ ''ایاز خان ہمارے ملک کا مہمان ہے اور یہ اہل ہنگری کے اخلاق اور مہمان نوازی کا تقاضا ہے کہ کیتھولک رسالہ کا مضمون نگار شرم کرے اور آئندہ مخالفت نہ کرے اگر کرے بھی تو اخبار یا رسالہ میں ایسا طریق نہیں ہونا چاہئے''۔

حکومت ہنگری نے ایک خاص سوسائٹی Turantarseseg قائم کی ہوئی ہے جو تورانی آثار قدیمہ کی محافظ اور مزید تحقیقات میں مشغول ہے۔ بوڈاپسٹ کے اورینٹل میوزیم کے ڈائریکٹر جاپان اور چین کا سفر کر کے جب واپس آئے تو اورینٹل آرٹ سوسائٹی اور ماجر جاپان سوسائٹی اور توران سوسائٹی نے ان کے اعزاز میں 9 جنوری 1937ء کو کارلٹن ہوٹل کے سبز ہال میں دعوت طعام کا انتظام کیا ان دنوں مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب ناصر بی اے بھی ہنگری میں آ گئے تھے ہم دونوں بھائی بھی اس دعوت میں اور تقریب میں شامل تھے۔ ہنگری کے امراء، وزرا اس شب وہاں موجود تھے۔ ڈائریکٹر میوزم کو خوش آمدید کہنے کے لیے خاص خاص آدمیوں کی تقریریں ہوئیں۔ برادرم ناصر صاحب نے اپنی پہلی رپورٹ (الفضل 24 جنوری) میں اس تقریر کی روئیداد بھی لکھی جو یہ تھی۔

''ماجر جاپان سوسائٹی کے سیکرٹری Dr. Merzey نے مجلس میں افتتاحی تقریر کے دوران برادرم ایاز صاحب کا بھی ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے لیے یہ بھی خوشی کا مقام ہے کہ آج نہ صرف

جاپانی سوسائٹی والے اپنے معزز مہمان کو خوش آمدید کہنے جمع ہوئے ہیں بلکہ اس جگہ ہندوستان اور اسلام کا نمائندہ بھی موجود ہے۔ سیکرٹری بلدیہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ وہ ہنگری جس کا تعلق مشرق کے ساتھ ہمیشہ رہا ہے وہ آج یہ دیکھ کر مسرت کا اظہار کرتا ہے کہ جس طرح مشرق کی دوسری قومیں ہمارے ساتھ ملکی تعلقات کے قیام کی کوششیں کر رہی ہیں، ہندوستان بھی ہمیں روحانی غذا پہنچانے کی فکر کر رہا ہے اور یہ دو صاحبان جو ہندوستان میں اس جگہ بیٹھے ہیں وہ صرف اسی مقصد کو لے کر کہ ہماری روحانی ترقی ہو یہاں آئے ہیں۔ برادرم ایاز صاحب نے بھی تقریر کرتے ہوئے معزز مہمان کو خوش آمدید کہا اور ہنگری کے مشرقی تعلقات پر روشنی ڈالی۔ آخر میں ہز ایکسیلنسی Paikar Zyula نے برادرم ایاز صاحب کی تقریر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس امر پر بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا کہ جماعت احمدیہ ہمارے روحانی عروج کی خواہاں ہے اور کہا کہ جس قدر مذہبی تحریکات اُٹھی ہیں وہ ایشیا ہی سے اُٹھیں اور اب یہ نئی تحریک بھی ایشیا ہی سے اُٹھی ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ اس کے ذریعہ مشرق اور مغرب کا اتصال ہوگا اور ہمیں وہ دن دیکھنا نصیب ہوگا جبکہ ہنگری کا تعلق مشرق سے نہایت اُستوار ہوگا۔"

A Magyerorayazgi Turan Szovetseg کے سیکرٹری پروفیسر Furmezei Loszlo کا لکھا ہوا ایک ٹریکٹ Turan Ropivek میں لکھتا ہے کہ - Nyugat Magyararsyag a mienk! Attila Foldje ez! Szent, es szamontarott han-sziztoya oronoeg! Islan-Kardjanak vedettji!... 1914-20 Ola nea Vollak Alyan sars vestesek pint vennak ma" .... یعنی مغرب میں ہنگری کی سرزمین تمام تورانیوں کے لیے مقدس ہے۔ کیونکہ "ہن" قوم اور شاہ اٹیلا کی عظمت کا یہی ایک نشان مغربی دنیا میں ہے اور یہی آسمانی تلوار کی مغربی سرحد ہے۔ ہماری جو حالت 1914-20ء میں تھی وہ آج نہیں ہے اب خیالات بدل چکے ہیں۔

تورانی عورتوں کی مشہور لیڈی محترمہ Bekssy Gyogi نے توران یونین کے سالانہ ایڈریس 1937ء (Tljekoztato) میں اعلان کیا تھا کہ:

"Tudjuk, es akarjuk; a trianoni magyarea gnak sokkatta tobb kell, semmint cs-ak a haboru elotti Magyaraszag. Szellemeken es eletfor-majaban uj Europa, uj Eurozia, uj vilag

Kell! Uj ertekegysegek, uj eszmenye K Villannak es villamlank verzo hater-ainon innen, meg tul. Taj annak, aki nem all ma helyt! Taj, ki itt idejon d nem igazadik!

ترجمہ: ہم جانچ تول کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ عہد نامہ تریانن (Trianon) کے مضروب شدہ ماجروں کو اپنا تمام کھویا ہوا ملک لینا چاہئے جو جنگ عظیم سے پہلے ان کے پاس تھا۔ اب روحانی اور جسمانی لحاظ سے نیا یورپ، نیا ایشیا اور نئی دنیا آنے والی ہے ہمیں بھی ازسرنو اپنا توران چاہئے۔ نیا آسمان، نئی زمین، نئے نقشے، نئے نظام، نئے خیالات اور نئے مقاصد کی داغ بیل پڑنے والی ہے۔ افسوس ہے ان پر جو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا نہیں سکھتے۔ اور حیف ہے ان پر جو اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔"

(مجاہد ہنگری)

اسلام

محترم ایاز صاحب نے ہر ایک موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہنگری میں اسلام کے بارہ میں صحیح معلومات پہنچانے کی ہر ممکنہ کوشش کی اور اِس مقصد کے لیے نہ صرف مضامین بلکہ تقاریر سے بھی ایک انقلاب پیدا کردیا۔ چنانچہ اہل ہنگری کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے کے لیے آپ کی ایک تقریر بہت مشہور ہوئی اور اخبارات نے اُسے آپ کی تصویر کے ساتھ شائع کیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ تقریر ہنگری زبان میں تھی اِس کی روداد خود ایاز صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایک قومی اجتماع کے وقت تورانیوں میں میری ایک ہنگری زبان میں Iszalam es Magyararrsezag (اسلام اور ہنگری) کے موضوع پر تقریر ہوئی تھی اور ہنگری کے مشہور جریدہ "OSERO" کے ایڈیٹر مسٹر Istok Laszlo نے میرا بیان قلمبند کر کے اپنے رسالہ "Osero" (اوشیرو) میں یکم فروری 1937ء کو میری فوٹو کے ساتھ شائع کیا جو کہ حسب ذیل ہے:

''میں ہنگری کے احیاوعروج پر یقین رکھتا ہوں''

Hiszek Magyrorszaq Feltamada Saban

Irta. H.A. Ayaz Khan (India)

Magyarorsagi Moszlim Delegatt

اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

ہنگری کے کسانوں سے میں نے ایک مرثیہ سنا ہے جس کے یہ الفاظ ہیں کہ "Az on Magyarok gous mindennel Kesesub" یعنی ''میرا ماجر ہونا سب مصائب سے کڑوا ہے۔'' بہت ہی دردناک ہیں یہ حالات۔ جب ان حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے سوچنا شروع کیا کہ آخر ''ماجر'' قوم میں سے ہونا اپنے اندر کیا تلخی رکھتا ہے؟ آخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ کسی کا ''ماجر'' قوم میں ہونا تو اپنی ذات میں کڑوا نہیں ہاں اہل ہنگری کا قومی مذہب یا Netual Eread جو خالص توحید پر مبنی ہے۔ یہ واقعی عیسائی یورپ کے لیے بہت کڑوا ہے۔ یہ قومی دعا جو ہر روز گرجوں، سکولوں اور دفتروں میں پڑھی جاتی ہے اور یہ چاروں قومی دعائیں کہ:

Hiszek Egy Istenben!

Hiszek Egy Hazaban!

Hiszek Egy Isteni Orko Igozsagban

Hiszek Magyarorszag Fdtomadroaban, Amen

ترجمہ: ''میں ایک خدا پر یقین رکھتا ہوں، میں ایک وطن پر ایمان رکھتا ہوں، میں اس واحد خدا کے ازلی ابدی انصاف پر ایمان رکھتا ہوں، میں مجرستان کے دوبارہ احیاوعروج پر یقین رکھتا ہوں۔ آمین''

دوسری عیسائی اقوام کے لیے اس لیے تلخ ہیں کہ اگر اہل ہنگری ''ایک خدا'' پر ایمان لے آئیں یعنی توحید کا اعلان کردیں تو تمام عیسائی یورپ (جو تثلیث کا قائل ہے) تیوری چڑھالے گا۔ پھر اگر ہنگری کے محبّ وطن یہ ٹھان لیں کہ ہم ''ایک وطن'' کے فرزند ہیں تو وہ حکومتیں جو آج کل ہنگری کے دوتہائی حصہ پر قبضہ کئے بیٹھی ہیں وہ گھبرا جائیں گی۔ اگر اہل ہنگری ''ایک خدا کے ابدی انصاف'' کی دہائی دے کر پرامن ذرائع سے اپنے حقوق فاتح قوموں سے طلب کریں تو ایسی فاتح قومیں برا منائیں گی اس لیے صرف آخری دعا یہ رہ جاتی ہے کہ "Hiszek Magyarorszagg Feltamaoasaban" میں ہنگری کے دوبارہ احیاوعروج پر یقین رکھتا ہوں اور اگر آپ سب لوگ اسی یقین اور ایمان کے ساتھ کمربستہ ہوجائیں تو پھر زمانۂ گزشتہ کی طرح ظالم اقوام ڈر کر پکار اُٹھیں گی کہ "A Magyarok Nyilaital Ments Mag Uran, Minket!" موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے احیائے ہنگری کے لیے صرف ایک رستہ ہی ہوسکتا تھا اور وہ یہ کہ اہل ہنگری تورانی نسل ہونے کی وجہ سے اپنی مشرقی برادری میں داخل ہوجائیں لیکن لیکن ماجر قوم کی بدقسمتی سے یہ راہ بھی مسدود کردی گئی ہے کیونکہ عرصہ ہوا ماجروں نے عیسائی مذہب قبول کر کے تورانی مسلمانوں سے قطع تعلق کرلیا اور پھر طرہ یہ کہ یہی ماجر اپنے مسلمان تورانی بھائیوں کو Gyaurok ''بے دین'' کہہ کر ان سے لڑتے رہتے ہیں۔ آج کل تمام تورانی اقوام اسلام کی عالمگیر برادری میں خوش وخرم ہیں لیکن بیچارے ماجر ہنگری کی مختصر سی چاردیواری میں عیسائی یورپ کے نرغہ میں پھنسے ہوئے ہیں اور یہ عیسائی اقوام ان غریبوں کو نفرت کی نگاہ اور ناانصافی کے ہتھیاروں سے ہمیشہ دبائے رکھتی ہے۔

اے برادران ہنگری! اس میں شک نہیں کہ آپ مغرب میں رہتے ہیں لیکن آپ کے دلوں میں سچائی کی تڑپ اور مشرق کی محبت ہونے کی وجہ سے مجھے بھی آپ سے روحانی تعلق ہے اور آپ یقین جانئے کہ جو دعا آپ روزانہ کرتے ہیں وہی دعا ہر مسلمان کے دل سے نکلتی ہے اور ''ایک خدا پر یقین

رکھنا“ اور ”حب الوطنی کی وجہ سے اپنے ایک دِن پر یقین ہونا“ اور ”ایک خدا کے ابدی انصاف“ (جزا سزا) اور دوبارہ احیا (بعث بعد الموت) پر یقین رکھنا۔ یہ سب قرآن مجید کے فرمودہ اصول ہیں جن پر ہر مومن ایمان رکھتا ہے اور آپ کی روحانی مثلث کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اے برادران ہنگری! آپ قومی دعا کرتے وقت جو کچھ کہتے ہیں وہ دراصل قرآن مجید کے مقدس الفاظ کا مفہوم ہے اور میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ ”ماجروں کا خدا“ اور ”مسلمانوں کا خدا“ ایک ہی خدا ہے اور اسی خدا کی قسم کھا کر مایہ ناز قومی شاعر Petofi Sandor نے آپ کو یوں مخاطب کیا تھا:

Amagyarok Istenera Eskus younk
ekuszunh
Hogyrefok tovable meg men

خدائے ماجر کے پرستار ہیں ہم
غلامی سے غیروں کی بیزار ہیں ہم

پس آپ کے مشہور شاعر Torkos نے تو اپنے جذبات اور اہل ہنگری کے اسلامی تاثرات کو کھلے بندوں اپنی نظم (مغرب) Nyugathon میں ظاہر کیا ہے جس میں وہ لکھتا ہے A Magyarok Istene a Moszlinmak Istene is۔ پس آپ ماجروں اور ہمارا مسلمانوں کا وہی ایک خدا ہے۔ ہمیں نہ شراب کی ضرورت ہے نہ اچھے کھانوں کی، ہمیں نہ آرام کی خواہش ہے نہ سونے کی کانوں کی۔ یہ سب شیطان نے ہمیں پھسلایا جو مغرب میں ہم نے خود کو پایا۔ ہمیں تسکین قلب کی حاجت ہے پر وہ میسر نہیں اور اگر قسمت کے نوشتہ میں کوئی کسر نہیں تو ہمارے ہونٹوں کی دعاؤں اور دل کی سرد آہوں کا یہی نتیجہ ہوگا کہ ہم پھر مشرق کی طرف منہ کر کے ترک مسلمانوں کی طرح ہاتھ باندھ کر اسلام کے مقدس نبی کی آواز پر لبیک کہیں گے اور دوڑ کر اس کے پاس پہنچیں گے۔

پس اگر ماجر قوم اپنے مسلمان اور تورانی بھائیوں سے مذہبی اور روحانی اتصال اسلام کے ذریعہ کرے تو تمام مستقبل کی ایک ہی وقت کی دعائیں ”ہنگری کے دوبارہ احیا“ اور شاندار مستقبل کے خوابوں کی حقیقت سے بدل دیں گے اور تب مشرق کا نور اس سرزمین کو منور کرے گا۔ کوئی اہل ہنگری کے روحانی احیا پر ہرگز شک نہ کرے۔ یورپ کے اخلاقی، تمدنی اور مذہبی مطمح نظر میں پہلے سے ہی تبدیلی شروع تھی اور اب تو بلاشبہ

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار

میں یقین رکھتا ہوں کہ ہنگری کا سورج پھر نکلے گا اور سب تورانی بھائی ایک دوسرے سے مل کر اسلام کی لاثانی اور عالمگیر برادری میں داخل ہوں گے۔ A multban Budapest mellozve meradt. Magyarorazag pedig letaged olt igazrag volt, ma Magyaroszeg alakalom uton kutat, a Jov ben peading as gzlaim eletemelts akeleti kalturank mindem sugarat Budapest fogja osszegyujtenz زمانہ ماضی میں کسی نے بوڈاپسٹ پر خاص توجہ نہ کی اور ہنگری کے حق میں ناانصافی کی جاتی رہی لیکن زمانہ حال میں ہنگری بھی موقع کی تلاش میں ہے اور زمانہ مستقبل میں انشاءاللہ بوڈاپسٹ ضرور مشرقی تمدن اور اسلامی تہذیب کی تمام شعاعیں اپنے اندر جذب کرے گا اور یہی معنی ہیں اس فقرہ کے جو قومی جھنڈا پر کندہ ہے۔ یعنی

"Hungary's place under the sun"

پس ہنگری کے شاندار مستقبل والی پیشگوئیوں کا اسلام کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اور اسلام ہی انہیں پورا کرے گا (انشاءاللہ)۔ ہر روز اہل ہنگری عاجزی سے ”ہنگری کے دوبارہ احیا“ کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں اور آج سنو! کہ خدا تعالیٰ نے ہنگری والوں کی دعا سن کر قبولیت بخشی ہے اور اب اس کا یہ حکم ہے کہ اہل ہنگری اپنے اندر اسلام کی حقیقی روح پیدا کریں اور امن وانصاف کو دنیا میں قائم کرنا اپنا مقصد قرار دے کر پھر ایک دفعہ Talpre Magyar (جاگ جوان) کا گیت گائیں۔ میں خود بھی جب اہل ہنگری کا خیال دل میں لاتا ہو، میری مخلصانہ دعا یہی ہوتی ہے کہ ”اہل ہنگری کا دوبارہ احیا ہو۔“ (مجاہد ہنگری صـ103 تا 107)

ایاز صاحب نے ماجر قوم کا تشخص حقیقی رنگ پیدا کرنے کی کوشش اور ان کو واضح الفاظ میں بتا دیا وہ ایک زندہ قوم ہیں تو پھر زندگی کی طرف آئیں نہ کہ غلامی کی زنجیریں پہنے رکھیں۔ چنانچہ ان کی تاریخ کا مزید ذکر کرتے ہوئے ہنگری میں اسلام کی دوبارہ آمد کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ:-

”بوڈاپسٹ کا اخبار Buda Naplo (بوڈا ناپلو) اپنی 15/اگست 1936ء کی اشاعت میں حسب ذیل مقالہ لکھتا ہے:-

”ان دنوں بوڈاپسٹ کے لوگ قلعہ بوڈا کو ترکوں سے آزاد کرانے کی دوسو پچاسویں سالگرہ

منارہے ہیں جو کہ اہل ہنگری کے نزدیک اپنے سابقہ دشمنوں سے بغیر کسی رنج یا نفرت کی الائش کے ہے۔ گزشتہ اڑھائی سوسال کے واقعات کو موجودہ نسلیں اپنے اسلام واجداد کے نظریہ سے بالکل نرالے طریق سے دیکھتی ہیں۔ آج ترک Pegan یا بت پرست نہیں کہے جاسکتے بلکہ وہ ایک شاندار تاریخی قوم ہے جس کے ساتھ ہماری روح اور نسل کا دوسری ''مطلبی دوست'' اقوام کی نسبت کہیں زیادہ گہرا تعلق ہے۔

ہنگری کے مدبرین نے مذہب اسلام کی شاندار تاریخ اور روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام کو ہنگری میں ''منظور شدہ'' مذہب میں برابر کا درجہ دیا اور اخبار Buda Naple چونکہ مسلمانوں کا یقینی دوست ہے اور اسلام وترکوں سے برادرانہ تعلقات پیدا کرنے کے لیے ہمیشہ اپنے کالم وقف کرتا رہا اس لیے آج بھی ہم اپنے اخبار کے کالم ہنگری کے مسلمانوں اور تمام اسلام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور ہم اپنے محبت بھرے سفید آتشی ہنگرین دل میں کامل یقین رکھتے ہیں کہ اس طرح اسلام کی خدمت ہمارے اپنے ہی ملک کی خدمت ہے۔ تمام اسلامی دنیا نے ہماری اس پیشکش کو ہمیشہ کمال شکریہ سے قبول کیا ہے۔ چنانچہ اسلامی دنیا کے مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کے اس شکریہ کی سند میں کئی خطوط اس امر کے گواہ ہیں۔

ناظرین Buda Naple ودیگر ہمارے حلقوں کے لیے یہ امر یقینی خوشی اور دلچسپی کا باعث ہوگا کہ اسلام کے فدائیوں کا ایک جوشیلا اور جرار کیمپ بوڈاپسٹ کو حقیقی اسلام کا مرکز بنانا چاہتا ہے۔ کئی ماہ سے حاجی احمد ایاز خان صاحب اس مقصد کو پورا کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ ہمارے پاس دور دراز ہندوستان سے آئے ہیں ان کے آنے سے پہلے Gul Baba Committee کے صدر صاحبان یعنی Dr. Barey Istvan اور Beron perevyi Zsig mand نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی جو کہ اسلام کی نئی جماعت کے پیشوا ہیں کہ خدمت میں قادیان خط لکھا تھا جس میں Gul Baba Committee کی طرف سے ہنگری کے مسلمانوں کی آرزوؤں کی طرف آنحضور کو توجہ دلائی۔ اس خط کے جواب میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے حاجی احمد ایاز خان صاحب ایسی قابل شخصیت کو روانہ فرمایا۔ اس نوجوان نے ہمارے ملک کو اپنے دل میں خاص جگہ دی اور ہماری زبان سیکھی اور اسلامی اخباروں میں ہمارے مظلوم ملک کے حق میں انصاف اور ہمدری کے مضامین اور رپورٹیں شائع کرائیں۔ انہوں نے باشندگانِ ہنگری کی روح میں وہ بھائی چارہ پالیا جو جذبات اور محبت کا خواہاں اور احساسات اور الفت سے بھرپور تھا۔

ہم ان کے مذہبی ارادوں کی مہم کی نسبت کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتے۔ کیونکہ یہ امر دینیات سے تعلق رکھتا ہے ہمارے لیے تو صرف یہ خیال ہی موجب عزت اور باعث صد فخر ہے کہ اسلام کی وہ جماعت جس نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے آئندہ باب میں ہمارے لیے بہت بڑا ذخیرہ شرکت کے لیے رکھا ہوا ہے وہ بوڈاپسٹ کو احمدیت کا مرکز بنانا چاہتی ہے اس میں وہ تمام اہالیان ہنگری حصہ دار ہیں جو مذہبی رواداری کی وجہ سے مشہور ہیں مگر ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ اس مبارک کام میں اخبار Buda Naplo کا بھی حصہ ہے کیونکہ یہ سب سے پہلا اخبار ہے جس نے ملک کے سامنے ان جذبات کو پیش کر کے متواتر زور دیا کہ ہنگری کے تعلقات صحیح طور پر مسلمانوں سے ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ مشرقی النسل ہونے کے علاوہ روحانی طور پر مساوات، یکجہتی اور برادرانہ صفات سے منور ہیں۔ یہ ہماری کامیابی ہماری حوصلہ افزائی کا موجب ہوگی اور وہ راستہ جس پر چل کر ہم نے اپنے مسلمان بھائی کو ملنے کی ٹھانی تھی اس کو طے کرنے کے لیے یہ امر موجب تسلی ہے کہ اب مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہمارے برادرانہ محبت کے رشتے اور بھی مضبوط ہو جائیں گے۔"

(اخبار بوڈاناپلو۔ 15/اگست 1936ء بحوالہ مجاہد ہنگری ص۔ 102 تا 110)

ہنگری کو اسلام کا پیغام اور مسیح موعودؑ کی آمد کی خوشخبری

بوڈاپسٹ کے اخبار Magyarohllpja نے 22 نومبر 1936ء کے پرچہ میں ایک طویل بیان شائع کیا جس میں ایاز صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی شخصیت، بعثت، اسلام کی ترقی اور آسمانی بادشاہت کی آمد کو واضح کیا ہے۔ ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

> ”کئی مہینوں سے ایک نوجوان ہندوستانی ہمارے شہر میں گشت کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ بہت لوگ تعجب کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور وہ ان کے سلام کے جواب میں تشکرانہ انداز میں سر ہلا کر مسکرا دیتا ہے۔ چند دن ہوئے وہ ہمارے اخبار کے چیف ایڈیٹر صاحب کی ملاقات کے لیے دفتر میں آیا اور ہمیں معلوم ہوا کہ یہی ایاز خان ہے جو ہندوستان سے اس لیے آیا ہے کہ ہنگری میں اسلام کی اشاعت و نمائندگی کرے۔ اس نے بتایا کہ وہ احمد نبی جن کی بعثت کا قرآن کریم میں وعدہ دیا گیا تھا ہندوستان کے مسلمانوں میں ظہور فرما چکے ہیں، انہوں نے کوئی نیا دین قائم نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بنی نوع انسان کو گناہوں اور لامذہبیت کے بھنور سے نکالنے کے لیے مبعوث فرمایا ہے تا کہ دلوں کی زمین کو پاک صاف کر کے ان میں محبت قائم کریں۔
>
> بجائے اس کے کہ ہم ایاز خان کی نسبت خود کچھ بیان کریں ہم اسی کے الفاظ ناظرین کو سناتے ہیں: اس نے کہا کہ: ”حضرت احمدؑ اپنے آقا و پیشوا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہیں، وہ خدا تعالیٰ کی مکمل اور ابدی تعلیم کو جو قرآن مجید میں درج ہے دوبارہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے آئے ہیں، قرآنی تعلیم کو زندہ کرنے سے انہوں نے اسلام کا احیا کیا ہے اور دلائل اور براہین سے مذہب اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے لیے انہوں نے ایک سلسلہ کی بنیاد ڈالی ہے جس کو جماعت احمدیہ کہتے ہیں۔ اس جماعت کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ حق آشکار کرے اور ان تمام لوگوں کو جو مذہب کے مطالعہ کی تڑپ رکھتے ہیں دعوت حق دے۔ اس جماعت کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ دنیائے عالم کی مشکلات کا علاج صرف اسلام کی سادہ، عملی اور حکیمانہ تعلیم ہے۔ معاشرتی برائیوں، پولیٹکل دلدلوں اور سب جھگڑوں کا تب ہی خاتمہ ہو سکتا ہے جب کہ مذہب اور عقل کا سمجھوتہ کرا دیا جاوے اور بین الاقوامی اختلافات پر غیر جانبدارانہ اور مخلصانہ طریق سے غور کیا جائے لیکن یہ تمام اُمور تب ہی طے ہوں گے جب کہ اسلام جیسے عالمگیر اور بلند خیال مذہب کی تعلیم پر عمل کیا جاوے۔“ اس نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ: ”امن عالم کی خواب کو اسلام ہی پورا کرے

گا۔ لفظ اسلام کے معنی ہیں ’’امن‘‘ اور قرآن مجید کے حکم کے مطابق وہی مسلمان ہے جو خدا اور اس کی مخلوق کے ساتھ امن و صلح کا رشتہ قائم کرے۔ اس زمانہ میں بھی خدا نے سلامتی کے شاہزادہ حضرت احمدؑ نبی کو تمام انسانوں کو عالمگیر اخوت اور برادری میں منسلک کرنے کی غرض سے بھیجا ہے۔ آپؑ نے جنگ اور خونریزی پر اظہار نفرت فرمایا ہے کیونکہ قرآن پاک فرماتا ہے ’’دین میں کوئی جبر نہیں کہہ دے کہ دین تمہارے رب کی طرف سے حق ہے جس کا جی چاہے قبول کرے اور جس کا جی چاہے انکار کرے لیکن اگر وہ سچائی سے منہ موڑیں تو ہم نے تجھ کو ان پر داروغہ مقرر نہیں کیا تمہارا کام صرف تبلیغ حق ہے۔‘‘ سن لو! کہ بلا شبہ احمدؑ ہی مسیح موعودؑ ہے اور اس کے ظہور کی یہی غرض ہے کہ بنی نوع انسان کو ایک خدا کی طرف لائے اور ایک دین پر جمع کرے۔‘‘

اس نے جوش سے کہا کہ ’’احمدیت وہی آسمانی بادشاہت ہے جس کی مدتوں سے دنیا کو انتظار تھی اور یہی وہ روحانی جلوہ ہے جس سے دلوں کو فتح کیا جاتا ہے، یہی وہ طاقت ہے جو روحانی مردے زندہ کرتی ہے اور یہی وہ روح ہے جسے اخلاقی اپاہجوں اور مریضوں میں پھونک کر انہیں تندرست اور توانا بنایا جاتا ہے۔ جب سائنس اور ایجادات نے نئی دنیا دریافت کی اور نظام معاشرت، تمدن کو بدل کر نیا آسمان بنایا تو احمدیت نے روحانیت کے میدان کو نیا رنگ دیا اور اسلام کی پوشیدہ خوبیوں اور محاسن کو نمایاں کر کے مذہبی دنیا کی فضا کو بدل کر رکھ دیا اور اب بیسویں صدی میں اسلام کا حقیقی نام احمدیت ہے اس کا مرکز قادیان ہندوستان میں ہے، اس کے موجودہ امام حضرت امیر المؤمنین مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی ہیں۔‘‘

(مجاہد ہنگری صہ 110 تا 112)

اس جیسی ولولہ انگیز تقاریر اور بیانات نیز تراشے اور خبریں جو اخبارات کی زینت بنتی رہیں انہوں نے ہنگری میں ایک روحانی انقلاب کی ایسی بنیاد ڈالی کہ جس پر اسلام احمدیت کی ایک عالیشان عمارت تعمیر کی جانی تھی۔ ایاز صاحب کی بہت بڑی خوش قسمتی تھی کہ یہ سعادت انہیں نصیب ہو رہی تھی اور حضرت مصلح موعودؓ کی جوہر شناس نظر نے بھی موزوں ترین جوہر تراش کر ہنگری بھیجا تھا جس کی چمک دمک سے اب سارا ہنگری مثبت روشنی سے بھرپور تاثر لے رہا تھا۔ پس اسلام احمدیت ہنگری میں اب جاگ بھی رہا تھا اور جگمگا بھی رہا تھا۔

ہنگری میں اسلام احمدیت کی صداقت کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔ اسلام احمدیت کا تعارف اور ترقی اس قدر زور شور سے ہونے لگی کہ میڈیا اس طرف بھرپور توجہ دینے پر مجبور ہو گیا اور اس مثبت تبدیلی پر لوگ قلم بھی اُٹھا رہے تھے۔ چنانچہ 18/اپریل 1937ء کے ایک اخبار Pasti Maplo (پسٹی ماپلو) میں ایک خاتون

Ronai Maria نے ایک مضمون لکھا جس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس مضمون کے ساتھ ایاز صاحب اور محمد ابراہیم صاحب ناصر بی اے جو ایاز صاحب کے بعد ہنگری کے مبلغ تھے، کی تصاویر بھی شائع کی گئیں۔ مضمون یہ ہے:۔

> ”حاجی احمد خان ایاز مشرقی پیغام بر قانون اور ادب کی کئی اسناد حاصل کیئے ہوئے اعلیٰ قابلیت کے شخص ہیں انہوں نے اپنی زندگی احمدیہ جماعت (جو اسلام کی خالص اور صحیح جماعت ہے) کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔ وہ آکاسفا سٹریٹ کے ایک کمرہ میں فروکش ہیں۔ دیواروں پر چاروں طرف ہنگری کے اخبارات کے وہ آرٹیکل جو اُن کی اسلامی تعلیم اور سرگرمیوں کے متعلق شائع ہوتے رہے لٹک رہے ہیں۔ ان کو بوڈاپسٹ آئے صرف ایک سال کا عرصہ ہوا اور اس دوران انہوں نے متعدد اخبارات کے نمائندوں کو بیانات دیئے ہیں جن میں اپنی آمد کی غرض بیان کی۔ اس وقت سے اب تک انہوں نے ہماری زبان سیکھنے میں حیرت انگیز ترقی کی ہے اور ایسی ہی اچھی کامیابی بھی حاصل کی ہے۔
>
> ایک سو سے زائد اہل ہنگری اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے بیان کیا کہ وہ اپنے آپ کو ہندوستانی لباس میں ملبوس رکھتے ہیں بلکہ مکان پر اس سے بھی سادہ لباس میں رہتے ہیں۔ ایک ہلکے بھورے رنگ کی قمیض بغیر کالر کے جو گھٹنوں تک سفید سوتی پاجامہ کے اوپر لٹک رہی تھی پہنے ہوئی تھی، پاؤں میں معمولی سی گرگابی تھی ان کے دوسرے ساتھی محمد ابراہیم ناصر جو ریاضی کے ڈاکٹر ہیں اور جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کی اشاعت کے لیے وقف کی ہوئی ہے ویسے ہی لباس میں ملبوس ہیں۔ یہ چھوٹی عمر کے پیغامبر بوڈاپسٹ میں تھوڑا عرصہ ہوا آئے تا ایاز خان کو فارغ کریں کیونکہ وہ اب یورپ کے دوسرے ملک میں اپنے مشن پر کام شروع کرنے کے لیے روانہ ہوں گے۔
>
> میز پر ایک بوتل دودھ کی پڑی تھی جس کے قریب روٹی کے ٹکڑے موٹے موٹے کاٹ کر رکھے ہوئے تھے، یہ پیغام بروں اور روحانی لوگوں کی خوراک یعنی ان دونوں کا کھانا تھا۔ انہوں نے ابھی کھانا شروع نہیں کیا تھا کیونکہ ان کا ایک مہمان ان کے پاس آیا بیٹھا تھا۔ یہ مہمان ایک خوش شکل نوجوان کمرشل گریجوایٹ تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جن کو حال ہی میں اسلام میں داخل کیا گیا ہے۔ وہ Mr. Orban Mustafa ان کے جوشیلے مبلغین میں سے ہے اور ان کے تبلیغی کاروبار کا انتظام بھی کرتا ہے بلکہ بعض دفعہ ان کی نمائندگی کا فرض بھی سرانجام دیتا ہے۔
>
> میں نے ایاز خان سے دریافت کیا کہ آپ کو ہنگری آنے کا خیال کیسے پیدا ہوا؟ اس کے

جواب میں انہوں نے بتلایا: ''پہلے گل بابا کمیٹی کے ساتھ ہماری خط و کتابت تھی بیرن زن گمانڈ پیرینی Baron Zsigmond Perenyi اور سٹیفن بارسیسی Stephon Barezy دونوں اسلام کے ہمدرد دوست ہیں اور حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے اس جگہ بھیجا کہ ہنگری کی طرف نہایت ہمدردانہ رویہ ہے۔

غرض اس طرح میں بہت محبت اور جوش کے ساتھ آ کر اس جگہ آباد ہوا۔ میں نے دیکھا کہ اس جگہ کے مسلمان بری حالت میں ہیں، ان میں ایمان نہیں، اسلامی روح ان میں مفقود ہے۔ میں نے کوشش کی کہ اہل ہنگری کو صحیح اسلامی خوبیوں سے آگاہ کروں۔ اس غرض کے لیے میں نے کئی دن لیکچر توران سوسائٹی، انٹرنیشنل کلب، ورکنگ وومن کلب، لافونٹن سوسائٹی اور متعدد جگہ دیئے، بہت سے اخبارات نے لمبے لمبے آرٹیکل میرے متعلق لکھے جنہوں نے اسلام کے متعلق بہت دلچسپی پیدا کر دی۔'' اور وہ اپنی کامیابی کا اظہار حرکات سے بھی کرتے تھے اور ہلکی مسکراہٹ بھی چہرہ پر ظاہر تھی۔

ہنگری کا وہ جوان Mr. Orban Mustafa اس موقع پر جوش میں آ کر اپنے مسلمان ہونے کے متعلق کہنے لگا: ''اگر ایک شخص یہ سمجھ لے کہ مسلمان کون ہے اور اسلامی رُوح کا خلاصہ کیا ہے؟ تو وہ محسوس کرے گا کہ وہ بہت عرصہ قبل سے اسلامی خیالات رکھتا ہے صرف اس کا علم نہ تھا کہ وہ مسلمان ہے۔ جب یہ خیال اس کا پختہ ہو جاتا ہے اور اس کو اس امر کا احساس صحیح طور پر ہو جاتا ہے تو وہ خود بخود ہماری جماعت میں داخل ہو جاتا ہے۔''

اس کے بعد ہمارا مجاہد خود بیان کرنے لگا کہ احمدیت کیا ہے؟ پہلے اس نے ہنگری زبان میں الفاظ کہے پھر اپنے بیان کو واضح کرنے کے لیے انگریزی میں بیان کرنا شروع کیا:

''حضرت احمد علیہ السلام 1908ء میں فوت ہوئے۔ ان کے مقدس وجود سے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ ان کی ذات میں ہی وہ خبر جو مسیح کی آمد کی کتب مقدسہ میں دی گئی ہے پوری ہوئی۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی آمد کی خبر بائبل اور قرآن میں بھی دی گئی ہے۔ زرتشت نبی، بدھا اور کرشن اور دوسرے بنی اسرائیل کے انبیاء نے بھی ان کی آمد کا ذکر کیا ہے۔ یسعیاہ نبی اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی پیشگوئی کی تھی کہ مشرق سے ایک نبی برپا ہوگا۔ حضرت احمد علیہ السلام کی بعثت ان پیشگوئیوں کے عین مطابق ہے۔ آپؑ خواہ دانیال نبی کی پیشگوئی کے الفاظ لیں یا زرتشت کی پیشگوئی کو لیں یا اسلامی کتب کی پیشگوئیوں کو لیں، وہ تمام کی تمام آپ کی صداقت کے دلائل ہیں۔ حضرت احمد نبی علیہ السلام نے خالص اسلامی مذہب کو پھیلایا جو قرآن کی بنیادوں پر قائم ہے، انہوں نے لوگوں

کے غلط اعتقادات کی اصلاح فرمائی، توہمات کو بالکل مٹادیا اور ان غلط تعلیمات کو جواُن میں آگئی تھیں دور کیا۔

حضرت احمد علیہ السلام کا پہلے جانشین جنہوں نے اسلام کی تائید کی، حضرت مولوی نورالدین اعظمؓ تھے جنہوں نے جماعت کی 1908ء سے 1914ء رہنمائی اور قیادت کی۔ ان کے بعد ہمارے موجودہ خلیفہ حضرت امیر المومنین مرزا البشیر الدین محمود احمد جانشین ہوئے۔ جنہوں نے پانچ براعظموں میں بسنے والے احمدی مسلمانوں کو متحد کیا۔ خلیفۃ المسیح قادیان میں رہتے ہیں ان کے ناظر اور سیکرٹری ہیں۔

جماعت متعدد اخبارات اور کتب شائع کرتی ہے جو مختلف زبانوں میں ہوتی ہیں اور ان کے ذریعہ تبلیغ اسلام کی جاتی ہے۔ وہ اپنے مبلغین مختلف ممالک میں روانہ کرتی ہے جو امریکہ، افریقہ اور یورپ کے تبلیغی مراکز کا انتظام کرتی ہے۔ افریقہ ہمیں ہمارے مبلغین نے اس قدر شاندار کامیابی حاصل کی ہے کہ ایک دن میں بیس ہزار لوگ آغوش احمدیت میں آگئے۔ چین اور جاپان میں ہمارے مبلغین ہیں لیکن ہماری یورپ کی تبلیغی سرگرمیاں بھی شاندار ہیں خصوصاً لنڈن میں ہمارے بہت سے متبعین ہیں۔ ہماری جماعت میں زیادہ تعداد معزز طبقہ اور اہل دماغ لوگوں کی ہوتی ہے۔ بوڈاپسٹ میں بھی معزز طبقہ کے لوگ جن میں ڈاکٹرز، وکلا، پروفیسر اور کلرک شامل ہیں ہمارے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ میں اہل ہنگری کا بہت گہرا دوست بن گیا اور ہندوستانی اخبارات میں متعدد مضامین اس کے متعلق تحریر کئے اور ان میں اس ملک کی اہمیت اسلام کے لحاظ سے واضح کی خصوصاً اس جگہ کے حماموں کی تعریف لکھی۔''

ایاز خان نے مزید بتایا: ''ہم جلد ہی اس جگہ مسجد کی تعمیر کے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی سعی کریں گے۔ اسی طرح ایک بہت بڑی مسلم لائبریری کا قیام بھی ہوگا تا اس ذریعہ سے ہنگری کے دارالسلطنت کو یورپ کی تبلیغ کا مرکز بنایا جائے۔''

ہنگری کا احمدی نوجوان اس کو نہایت جوش کے ساتھ واضح کرتا ہوا کہتا ہے:۔

''ہنگری اسلام کے لیے ایک زرخیز اور موزوں ملک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ احمدیت قادیان سے شروع ہوئی جو پنجاب کے شمال میں ہے اس جگہ تورانی لوگ بستے ہیں اور ہم ہنگری کے حقیقی باشندے بھی تورانی ہیں۔ ہمارے لیے کوئی خاص رسوم اور ڈھکوسلے نہیں ہیں ہمارا تمام کام اس نماز اور دعا پر موقوف ہے جو ہم خدا کے حضور کرتے ہیں لیکن ہماری دعاؤں میں ایک خاص جوش،

طاقت اور قبولیت ہے۔“

ایاز خان نے یہ الفاظ خوشی کے ساتھ اور اچھی ہنگری زبان میں بیان کئے۔ ”میں نے دعا کے مقابلہ کے لیے چیلنج کیا تھا، میں نے کہا تھا کہ بیمار چن لیے جائیں چار جماعت احمدیہ کو دیئے اور چار عیسائیوں کو اور چار پادری یورپ کے مذاہب کے نمائندے آجائیں اور دعا کے ذریعہ ان کو صحت یاب کرنے کی کوشش کریں اور پھر دیکھیں کہ کس کی دعا اثر کرتی ہے لیکن کسی کو اس چیلنج کے قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ یہ تو ان لوگوں کے لیے نشان ہو سکتا ہے جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں لیکن دہریوں کے لیے دلائل اور براہین موجود ہیں۔ ہر چیز موجود ہے۔ دہریہ خیالات کے لیے دلائل اور خدا کو ماننے والوں کے لیے نشانات۔ ہر وہ شخص جس میں ایمان ہوگا وہ وہی کچھ کر کے دکھا سکتا ہے جو مسیح نے کیا۔“

اس کی سیاہ آنکھیں چمک تو پہلے ہی رہی تھیں لیکن جب اس نے یہ الفاظ ادا کئے تو وہ زیادہ روشن ہوگئیں اور ویسی ہی روشنی اور چمک چھوٹے پیغام بر کی آنکھوں میں تھی۔

الوداع ہوتے ہوئے وہ پہلے سیدھے کھڑے ہوئے پھر خفیف سا جھکے۔ انہوں نے ہمارے ہاتھ کو جو مصافحہ کے لیے بڑھایا گیا نہ چھوا کیونکہ ان کا مذہب ان کو اس سے منع کرتا ہے کہ وہ کسی نامحرم عورت کو چھوئیں خواہ وہ مصافحہ کے ذریعہ ہی ہو۔“ (ترجمہ منقول از مجاہد ہنگری صـ113 تا 118)

یہ ایک ایسا نیک اثر تھا جو اس فدائی ایاز نے ان پر ڈالا اور خدا کے فضلوں کا وارث ہوا۔

ہنگری میں جماعت احمدیہ کا قیام

ایک سال کے قلیل عرصہ میں اس قدر خالص اور فدائی لوگوں نے احمدیت قبول کرلی کہ احمدیت اور حضرت مسیح موعودؑ کے خدا کی طرف سے ہونے کے حق میں آج بھی گواہیاں ملتی ہیں۔ 1996ء کے جلسہ سالانہ انگلستان کے موقع کا ذکر کرتے ہوئے مکرم مولانا صوفی محمد اسحٰق صاحب بانی احمدیہ مشن لائبیریا مشرقی افریقہ لکھتے ہیں:-

"1996ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت اس عاجز کو مہمان خصوصی کے طور پر جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ انگلستان میں شمولیت کا اعزاز بخشا تو ایک روز حضور نے یورپ اور بعض دیگر ممالک کے پرانے احمدیوں کو سٹیج (Stage) پر بلایا اور ان میں سے ہر ایک سے باری باری یہ پوچھا کہ کیا تم نے اپنی آنکھوں سے حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام پورا ہوتا دیکھ لیا ہے یا نہیں کہ:

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

اس وقت متعدد ممالک کے پرانے احمدی باری باری سٹیج پر آتے رہے اور گواہی دیتے رہے کہ ہاں ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ الہام پورا ہوتے دیکھ لیا ہے کیونکہ دنیا کے متعدد ممالک کے ہزاروں لوگ اس جلسہ میں موجود ہیں۔ اس وقت جبکہ یہ خاکسار بھی سٹیج پر موجود تھا۔ ہنگری کے ایک معمر بزرگ جنہوں نے مکرم حاجی احمد خان صاحب ایازؔ کے وقت میں احمدیت قبول کی تھی، جن کا نام شاید "دوسہ" تھا، وہ بھی سٹیج پر آئے اور حضور کے پوچھنے پر گواہی دی کہ ہاں میں نے حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھ لیا ہے کہ:

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

یاد رہے کہ انہیں احمدیت قبول کئے اس وقت ساٹھ سال کا عرصہ ہو چکا تھا ان کا اتنا لمبا عرصہ احمدی رہنا خصوصاً جبکہ جنگ عظیم دوم کے بعد کئی سال تک روس کے ماتحت ہنگری کمیونسٹ ملک رہ چکا تھا، یقیناً ایک غیر معمولی بات تھی اور ان کے احمدیت پر پختہ ایمان کی ایک پختہ دلیل تھی۔ اس کے بعد میں نے انہیں دیکھا کہ یہ اپنی گواہی پر بہت خوش خوش پھر رہے تھے۔ پس یہ ایک پھل تھا اس پودے کا جو مکرم حاجی احمد خان صاحب ایاز نے ہنگری کے ملک میں لگایا تھا اور دہریت کے ایک طویل دور کے باوجود اپنی جگہ پر سرسبز و شاداب چلا آرہا تھا۔" (مکتوب بنام محمد یوسف ایاز صاحب)

سبحان اللہ! وہ عظیم مقصد جس کی خاطر ایاز صاحب نے اپنا ملک، گھر بار اور اپنے اہل وعیال کو خیر باد کہا آج پورا ہو رہا تھا کہ جماعت احمدیہ کا پودا ہنگری میں لگ رہا تھا۔ اب وہاں پر جماعت کے قیام کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ تنظیم قائم ہوتے ہی اس کا پھیلاؤ یقیناً بڑھنا تھا اور تیزی سے ترقی کرنا اب احمدیت کا مقدر تھا۔ چنانچہ یہ صورتحال درج کرتے ہوئے حاجی احمد خان صاحب ایاز فرماتے ہیں:۔

> ”اللہ تعالیٰ کے فضل کے بھی نرالے رنگ ہیں۔ اِدھر تو ہنگری کے پریس میں شور پڑا اُدھر لوگوں کے دلوں میں قبول احمدیت کی تحریک کی۔ بعض متلاشیان حق اخباروں میں پڑھ کر خط وکتابت شروع کر دیتے، بعض خود ملاقات کرتے، بعض سوسائٹیوں میں مل جاتے اور اس طرح ہر ماہ لشکر توحید کے سپاہیوں میں اضافہ ہونے لگا۔ پہلے ہماری جماعت میں صرف چار کس تھے یعنی ڈاکٹر احمد، پونگو خالد، محمد قاسم اور میڈم ارنکا کولاٹنا۔ اس کے بعد چار پانچ تورانی جو جنگ عظیم میں لیفٹیننٹ اور کنڈکٹر بھی رہ چکے تھے اور اب مختلف اداروں میں ملازم تھے وہ داخل اسلام ہو گئے اور ہمیں ایک جگہ جمع ہو کر جماعت احمدیہ کے اجلاس وغیرہ کرنے کی خواہش تھی اس لیے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ کرم بوڈاپسٹ میں دار التبلیغ لیا جانا منظور فرمالیا۔ چنانچہ اس کمرہ میں ہر ہفتہ احباب جماعت جمع ہوتے اور اپنے اپنے دوستوں کو بھی ساتھ لے آتے۔ خاکسار انگریزی زبان میں سلسلہ کے لٹریچر سے ہر ہفتہ دو تین نئے مضامین اسلام واحمدیت پر لکھتا اور مسٹر خالد (Pongo) اور مس سٹانکوچ فلیسی ٹاش (Stonkovics Felicitas) ان مضامین کا ہنگری زبان میں ترجمہ کرتے اور وہ ہنگری ترجمہ شدہ مضامین اپنے ایک دو نومسلم دوستوں میں تقسیم کر دیئے جاتے تا کہ وہ ان مضامین کو اتوار کے دن میٹنگ میں پڑھ کر سنائیں۔ اب مسٹر اُربان مصطفیٰ (Orban Bela) اور مسٹر شارندے جیفر (Sarandy De Jafar) بھی داخل اسلام ہوئے۔ اب ہم نے نماز کا عربی تلفظ اور ہنگری ترجمہ کر کے ہر احمدی کو دے دیا۔ چنانچہ برادران سلاجی عمر (Szillagy Omar) اور کالمان مرزا (Kalman Mirza) اور ڈاکٹر احمد (Dr. Ahmad) اور خالد پونگو اور مسٹر مصطفیٰ نے بہت جلد عربی میں نماز سیکھ لی اور برادرم اُربان مصطفیٰ نے تو کئی سورتیں قرآن کریم کی بھی حفظ کر لیں۔ ان دنوں موسم سرما کی شدت اور کام کی کوفت سے یہ عاجز بیمار پڑ گیا تو برادرم مصطفیٰ کام کاج کرتے اور امام الصلوٰۃ بھی وہی ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم مولوی محمد الدین صاحب مولوی فاضل مجاہد البانیہ کو میری تیمارداری کے لیے بوڈاپسٹ بھیج دیا اور اس مجاہد بھائی نے نومسلموں کو نماز وغیرہ سکھانے میں بہت محنت سے کام کیا اور دو ماہ تک میری جگہ کام کیا

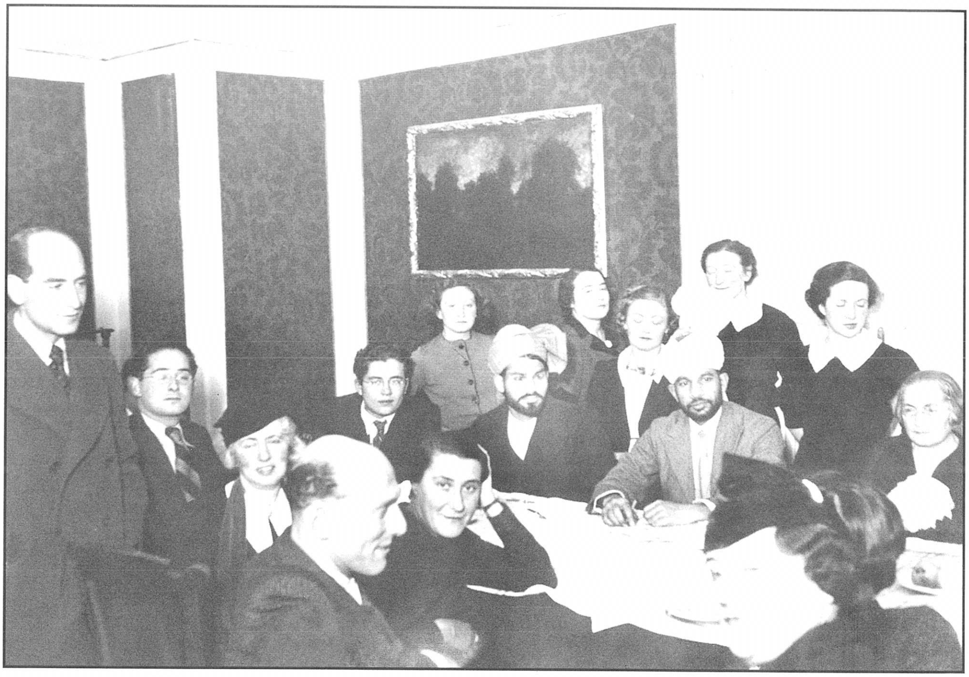

مکرم ایاز صاحبِ اور مکرم محمد ابراہیم ناصر صاحب جماعت احمدیہ ہنگری کے ساتھ یادگار تصاویر

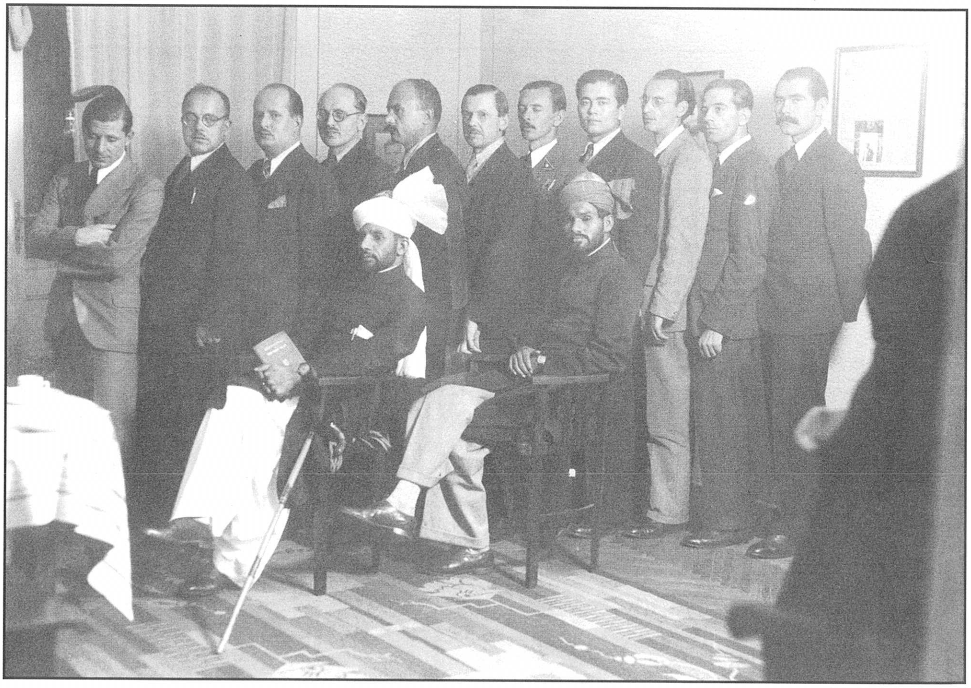

جماعت احمدیہ ہنگری 1936ء

ہنگری کے دو عظیم واقفین زندگی مجاہد

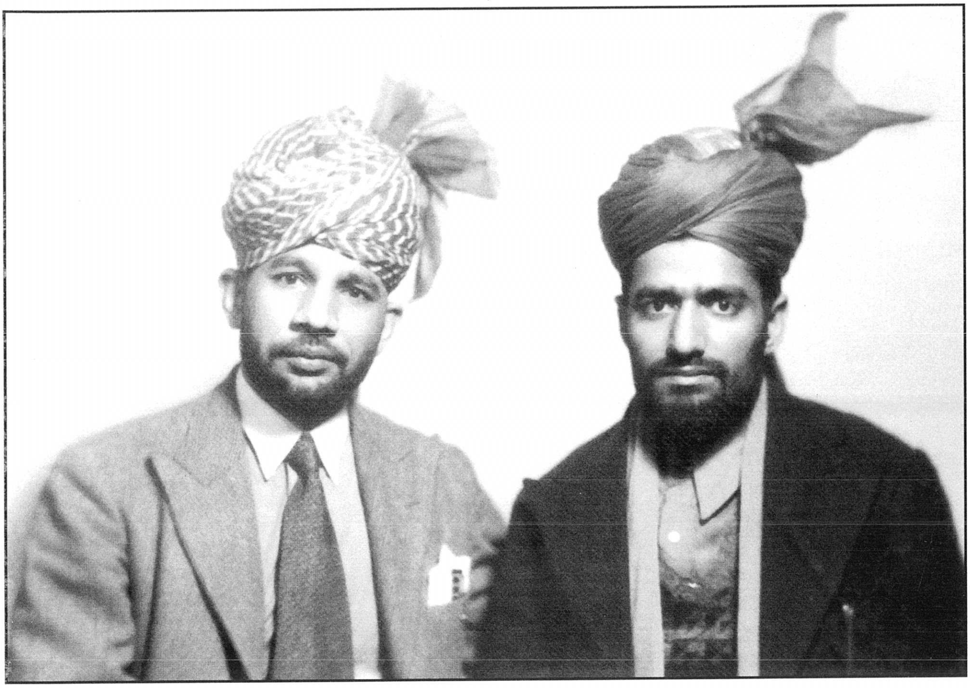

مکرم محمد ابراہیم ناصر صاحب

مکرم کیپٹن حاجی احمد خان صاحب ایاز

مجاہدین ہنگری احباب جماعت ہنگری کے ہمراہ

اللہ تعالیٰ کے بے شمار برکات وانوار نازل ہوں اس مجاہد بھائی پر کیونکہ اس عرصہ میں انہوں نے اس عاجز کو بھی بہت کچھ سکھایا اور دو بھائیوں کا ایک جگہ ہونا خصوصاً جبکہ ایک بیمار ہو، یہ بڑی نعمت عظمیٰ ہے اس بات کو وہی جانے جو کبھی اس حالت میں رہا ہو۔ پھر محترم مولوی محمد الدین صاحب حضرت اقدس کے ارشاد کے ماتحت یوگوسلاویہ میں تشریف لے گئے۔ مسٹر Englo Akhtar نے مولوی صاحب سے کئی دینی مسائل سیکھے۔ ان دنوں میں ایک اور مخلص دوست پروفیسر Foder Endre داخل سلسلہ ہوئے جو ریزور فوج کے کپتان بھی ہیں، ان کا اسلامی نام حمید رکھا گیا ہے۔ اب اور کئی تورانی دوست جماعت میں داخل ہوئے جن میں مسٹر Rozsas Joszef کا خاندان نہایت ہی مخلص ہے، ان کی اہلیہ صاحبہ جن کا اسلامی نام Zainaeb (زینب) رکھا گیا وہ اور ان کی والدہ تبلیغ میں خاص حصہ لیتی تھیں۔ ایک اور احمدی بہن فاطمہ (Fatima Ettel) اور مریم ہمیشہ نمازوں میں شامل ہوتی تھیں اور مردوں کے ساتھ دوسری صف عورتوں کی بوقت ضرورت بنالی جاتی تھی۔ برادرم پروفیسر فودر حمید چیف سکاؤٹ بھی ہیں انہوں نے مجھے انٹرنیشنل کمشنر اور دوسرے سکاؤٹ ماسٹروں تک تبلیغ کرنے کے مواقع بہم پہنچائے اور جیروں ویشالینی (Garon Wessalenyi) جو ہنگری کے سکاؤٹ ٹرپ نمبر 32 کے بانی ہیں ان کی طرف سے مجھے بھی ہنگری کے سکاؤٹوں کے اس ٹرپ کے آنریری کمانڈر ہونے کا خطاب اور تمغہ نشانات اور ایک جھنڈا دیا گیا۔ ہنگری سے روانگی کے وقت مجھے اس ٹرپ کے درمیان بٹھا کر فوٹو لیا گیا اور سکاؤٹوں نے مجھے الوداعی سلامی دی۔

بوڈاپسٹ مشن کی ماہوار رپورٹیں تفصیل کے ساتھ الفضل 1936ء و 1937ء میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ ایک سال کے عرصہ میں پینتیس سے زائد نو مسلم اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی دعاؤں سے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ان کے خاندانوں اور بیوی بچوں کی اچھی طرح اسلامی تربیت کے ذرائع ابھی تک میسر نہیں آئے لیکن اپنے اپنے لحاظ سے نو مسلم بھائی نہایت اخلاص کے ساتھ کام کرتے ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشادات کی تعمیل میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہنگری کے پرانے مسلمانوں کے چیدہ چیدہ آدمی مثلاً عبداللہ آڈرنچ، مولوی محمد اسماعیل صاحب اور گل آغا صاحب بھی داخل احمدیت ہو گئے۔ عیدین کے موقع پر شاندار اجتماع ہوتے اور تقاریر بھی ہوتی تھیں غیر مسلم معززین بھی نماز عید کے بعد جلسہ میں شمولیت اختیار کرتے۔

Kedves Magyar Ahmadia testvereim!

Magas igen testiveri szretettel es igaz turani tisztelettelre halas-en Kosz nom. Ez a Magas vellasi es sgellemi hokonsagrol emlekozem mundtlor imadban. Munden tudasomat es eromet felfogam hasznalni mindon utt arra hogy magyar testvereimnek segitsegere legyet. Maradok mindent koszonre Magyarorszagre halasan gondlo, Ayaz Khan.

اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی رونق ہوتی تھی۔ برادرم مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب ناصر بی اے نے نہایت محنت اور جانفشانی سے جماعت کی تعلیم و تربیت کا کام شروع کر دیا۔ قرآن کریم اور حدیث شریف کا درس بھی دیتے تھے۔ ان دنوں ملک پولینڈ کے مفتی صاحب ہندوستان گئے ہوئے تھے وہ قادیان بھی گئے اور حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی کے حضور حاضر ہو کر مفتی صاحب نے پولینڈ کے مسلمانوں کے حالات بھی سنائے۔ چنانچہ حضرت اقدس نے اس غلام کو ملک پولینڈ کی مہم پر روانہ ہونے کا ارشاد فرمایا۔ میرے بعد برادرم ناصر صاحب مشن انچارج ہوئے اور چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب بھی جب یورپ کا دورہ فرما رہے تھے تو چار دن بوڈاپسٹ میں ٹھہرے اور نومسلموں اور رؤسائے شہر اور ارکان حکومت پر سر موصوف (حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ۔ ناقل) کی اسلامی سادگی اور آپ کے لیکچروں اور اخلاص کی وجہ سے بہت اعلیٰ اثر ہوا اور جماعت بوڈاپسٹ کو تقویت پہنچی۔ ہنگری کی جماعت کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے حضرت مرزا مظفر احمد صاحب آئی سی ایس بھی 1938ء میں ایک دو دن بوڈاپسٹ میں قیام فرما ہوئے۔“

(مجاہد ہنگری صـ118 تا 123)

بوڈاپسٹ میں آخری ایام

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے پولینڈ جانے کا حکم ملا اور محمد ابراہیم ناصر صاحب چارج لینے ہنگری پہنچ گئے تو یہ غلام بڑی بشاشت قلبی کے ساتھ آگے بڑھ جانے پر کمربستہ ہوگیا۔ جماعت احمدیہ بوڈاپسٹ کے نئے مبلغ انچارج محمد ابراہیم صاحب ناصر نے اب چارج سنبھال لیا تھا۔ یہ حالات بیان کرتے ہوئے ایاز صاحب لکھتے ہیں:۔

> ”اب میرے بس سے باہر ہے کہ میں اس موقع کے حالات لکھ سکوں۔ مجھے ہنگری سے پولینڈ جانے کا حکم ملا تو جماعت نے نماز عید ادا کرنے کے بعد تمام بھائیوں اور بہنوں کی طرف سے الوداعی جلسہ کیا۔ برادرم ناصر صاحب انچارج بوڈاپسٹ مشن کے علاوہ اور بہت سے بھائیوں نے مخلصانہ تقاریر کیں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کے حضور گردن جھکائے شکریہ ادا کرتا اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لیے دعا کرتا تھا کہ اے مولیٰ! تیری ہی رضا کی طلب میں تیرے ہی خلیفہ کے حکم سے اس عاجز ایاز کو ہنگری میں تبلیغ اسلام و اشاعت احمدیت کی توفیق ملی۔ میرے پیارے خدا! میں اپنی کمزوریوں اور ناسپاسیوں کا اقرار کرتا ہوں اور تیرے عفو و رحم کا اُمیدوار ہوں، تیرے خلیفہ ہی کی بدولت یہ جماعت پیدا ہوئی تو خود ہی اس باغ کی آبپاشی فرما اور ان کو بڑھا تاکہ ان کی آئندہ نسلیں دین کو پھیلائیں اور میرے حق میں بھی دعا کریں اور مجھے بھی بہارِ دین دکھا اور مجھے اپنے فضل و عنایت کی چادر میں چھپالے اور مجھ گنہگار کو اپنا ہی بنالے کیونکہ تیرا خلیفہ مجھے تیرے ہی حوالے کرکے قادیان اسٹیشن پر چھوڑ گیا تھا۔
>
> بھاویں مار تے بھاویں رَکھ لے
> تیرے لڑ میں لگی آں
>
> میں اپنے خیالات کی دنیا میں غرق تھا اور جماعت ہنگری کے امام الصلوٰۃ برادرم اُربان مصطفیٰ (Orban Mustafa) نے مندرجہ ذیل الوداعی ایڈریس پڑھا:۔
>
> ”عید کی مقدس تقریب کے بعد اے بھائی ایاز! میں ہنگری کے احمدیوں کی طرف سے تمہارے اس قیمتی تحفہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو ہمیں خدائے واحد پر ایمان لانے کا تم نے دیا۔ تمہارا جانا ہمارے لیے باعث رنج ہے لیکن چونکہ یہ مجبوریٔ امر ہے اس لیے ہم راضی بہ رضا ہوتے ہوئے اپنے غمناک دلوں سے الوداع کہتے ہیں لیکن میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ الودع آخری نہیں ہوگا اور ایک بار

پھر تم ہم میں آ ؤ گے۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ ہم کو کبھی نہ بھولنا، ہرگز کبھی نہ بھولنا، ہرگز کبھی نہ بھولنا اور ہمیں یاد رکھنا۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اسی ایمان پر قائم رہیں گے اور اسی ایمان پر ہماری موت ہو گی جو تو نے ہمارے دلوں میں داخل کیا۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اس امانت کی پوری پاسداری کریں گے اور جو تو نے اور حضرت خلیفہ ثانی نے ہمارے سپرد کی ہے۔

ہم تمہارے جانشین محمد ابراہیم ناصر سے بھی ویسی ہی محبت اور امداد جاری رکھیں گے جو تم سے تھی، ہم ہر ممکن کوشش کریں گے کہ مسلمانانِ ہنگری اور ان کی اولادیں پھر کسی غلطی میں مبتلا نہ ہوں اور وہ متحدہ طور پر واحد اسلامی نظام کے اندر رہیں، ہم ان مسلمان دوستوں اور بھائیوں سے بھی وہی محبت کریں گے جو نہ صرف مسلمان پیدا ہوئے بلکہ اپنی آزاد مرضی اور یقین سے دینِ حق کو قبول کریں گے۔

میں تمہاری مشکلات اور غم اور خوشی میں شریک رہا ہوں، باہمی تعاون میں ہم دونوں یک قالب دو جان ہو چکے تھے کیونکہ ہم دونوں کا مدعا واحد تھا ہمارا باہمی مقصد یہی تھا اور یہی ہے کہ اس پیارے ملک ہنگری کو جو اس وقت شکستہ، درماندہ، روندا ہوا اور عاجز ہو چکا ہے اس میں اسلامی روح پھونک کر اس کے مستقبل کو اُمید افزا بنا دیں اور اسلام کے ذریعہ اس کے احیاء و عروج کا نظارہ دیکھیں۔ میں تم سے اور تمام مسلمانانِ عالم سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ ہم اہلِ ہنگری تورانی نسل سے ہیں اور اس وجہ سے ہمارا حق ہے کہ ہم مشرق کے ذہین فرزندوں سے اُمید کریں کہ وہ ہمارے دوبارہ خروج و عروج کی مہم میں معاون ہوں گے۔

میں اب تجھ سے جدا ہوتے وقت غمزدہ حالت میں یہی کہوں گا کہ اگر جانا ہی ہے تو جاؤ...... میں ہمیشہ تمہارے لیے دعا کروں گا۔ اسے یقین جانئے کہ ہماری یہ جدائی محض جسمانی ہے کیونکہ ہم ہمیشہ ایک دوسرے کو دیکھ لیا کریں گے اور اگر کسی طرح ملاقات نہ ہوئی تو دعاؤں میں تو اکٹھے ہوں گے۔ خدا تمہاری تمام کوششوں کو بارآور کرے۔ میں اس غم سے چُور مگر ایمان سے بھرپور دل سے پھر کہتا ہوں ”جزاکم اللہ احسن الجزاء۔“

(مجاہد ہنگری صـ123 تا 125)

اہلِ ہنگری کی طرف سے الوداع

اب روانگی نزدیک تھی۔ اہل ہنگری کے ساتھ جو تعلق قائم ہو چکا تھا وہ بھی تو اپنی جگہ موجود تھا۔ اس موقع پر اہل ہنگری آپ کو الوداع کرنا نہ بھولے تھے۔ چنانچہ خود ایاز صاحب لکھتے ہیں:۔

> ”ہنگری میں قیام کے دوران میں خاکسار نے متعدد سوسائٹیوں میں شمولیت اختیار کر کے بوڈاپسٹ میں کئی لیکچر دیئے۔ اس عرصہ میں نہ صرف ہنگری کے مہمان کی حیثیت سے آؤ بھگت ہوئی بلکہ اہل ہنگری کے ایک خیر خواہ اور مخلص دوست کی حیثیت سے بھی میرا خیر مقدم کیا گیا، عوام نے بھی اور حکام نے بھی۔ غرض ہر طبقہ کے لوگوں نے محبت اور ہمدردی کی۔ ہنگری کے پریس نے بھی خوش آمدید کہا اور اسلام کی اشاعت کی ہر ممکن مدد دی۔ لنڈن اور ہندوستان کے مسلم اخبارات ”سن رائز“ اور ”مسلم ٹائمز“ نے بھی میرے کئی مقالات ”ہنگری کے ساتھ انصاف کرنا چاہئے“ کے موضوع پر شائع کئے اور بعض ہنگری کے اخبارات نے مجھے ”مذہبی مدبر“ کا خطاب بھی دیا کہ اس نے ”ہنگری اور اسلامی دنیا کی دوستی کا معاہدہ“ نہایت کامیابی کے ساتھ مرتب کیا ہے“ (بوڈائی ناپلو مؤرخہ 12 نومبر 1936ء) نیز ہر سوسائٹی میں دوستوں اور ہمارے نومسلم بھائیوں نے ایسے جوش سے تبلیغ اسلام کا فرض ادا کیا کہ عیسائیوں کا اخبار (Reformaties Elet) اپنے 16 مارچ کے پرچہ میں کہہ اٹھا بوڈاپسٹ میں اسلام کے مبلغوں کی تعداد تمام دنیا کے عیسائی مشنریوں سے زیادہ ہے۔“

ایاز کے متعلق یہ خبر سن کر کہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس کو کسی اور ملک میں جانے کا حکم دیا ہے۔ توران یونین کے ایک خاص اجلاس میں Prof. Turmezyi نے ایاز کو الوداع کہتے ہوئے 13 مارچ کو جو تقریر کی اس میں کہا:

> ”ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ایاز خان کے وجود میں ہم ہنگری کا ایک بہت بڑا دوست پاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ہمارا ہی ایک تورانی بھائی ہے۔ ایک غیر ملکی یا اجنبی آدمی کے لیے ہنگری ذہنیت کا سمجھنا ناممکن ہے لیکن ایاز خان ایک استثنائی صورت ہے کیونکہ اس کی رُوح اہل ہنگری کی روح ہے اس لیے جہاں میں اہل ہنگری کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں وہاں اس امر کا ذکر بھی غیر مناسب نہ ہوگا کہ ہمارے شکریے سے مراد ہمارے ہنگری کے بھائی کو مبارکباد ہے جس نے ہمارے دلوں کو فتح کر لیا۔“

ایک مشہور رسالہ Osero نے اپنی 16 مارچ کی اشاعت میں اپنے ناظرین کی ایک سرکل میٹنگ کا ذکر

اس طرح کیا:۔

’’ہماری کلچرل سوسائٹی کا سب سے زیادہ مؤثر واقعہ ہمارے ہندوستانی بھائی ایاز خان کا ہم کو الوداع کہنا تھا۔ مسٹر Istok Laszlo چیف ایڈیٹر نے Circle of Osers Friends کی طرف سے اظہار عقیدہ کیا جس کے جواب میں ہنگری کے مسلم مجاہد ایاز خان نے دل دہلا دینے والے الفاظ کے ساتھ ہم کو الوداع کہا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ ہم کو کبھی نہ بھولے گا اور یہ کہ وہ ہمیشہ اہل ہنگری کا دلی خیر خواہ اور دوست رہے گا اور جس ملک میں بھی قسمت اس کو لے جائے گی وہ اہل ہنگری کے لیے انصاف اور عدل کی تائید کرے گا۔‘‘

ایک اور ہنگری کا اخبار Magyarok Lapaja اپنی 14 مارچ 1937ء کی اشاعت میں ایاز کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کرتا ہے:

’’ہم مسلمانان ہنگری کی شاندار تقریب عیدالاضحیٰ کو کبھی نہیں بھول سکتے جس میں بہت سے مسلمان آئے اور بہت سے غیر مسلموں نے بھی شمولیت کی اور ہم اس امر کو بیان کرنے میں انتہائی خوشی محسوس کرتے ہیں کہ وہ اہل ہنگری کی تقریب تھی۔ ایاز خان احمدی مجاہد نے اس دن کو شاندار بنانے میں ہر ممکن کوشش کی۔ اس نے ایک نہایت عمدہ تقریر ہنگری زبان میں کی جس میں سامعین کو خوش آمدید کہا۔ ایاز خان نے اہل ہنگری کی محبت کو حاصل کر لیا ہے اور اس کی نیک نیتی، پسندیدہ آداب اور معقول پراپیگنڈا اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل مقدر ہے۔ ’’سن رائز‘‘ کے بہت سے مضامین میں سے ہم اس وقت ایک کا ذکر کرتے ہیں جو 30 جنوری کی اشاعت میں شائع ہوا۔ ایاز خان کا یہ مضمون تورانی سوال کے متعلق ہے اور ہم کو اس بات کی امید دلاتا ہے کہ تورانی خیالات یورپ سے باہر بھی لوگوں کے دلوں میں اثر کر رہے ہیں۔ یہ مضمون ہنگری کی اصل اور مکمل تاریخ ہے اور اس میں ہماری ہزار سالہ قسمت کا مختصر سا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ حقیقت میں اس مضمون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح اہل ہنگری مشرق سے علیحدہ ہو گئے اور کس طرح مغرب کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن گئے۔ ہم اپنی خوش دلی کا اظہار اس موقع پر کرنا چاہتے ہیں کہ مشرق بعید کے مسلمان ہنگری کے متعلق خیر خواہانہ الفاظ میں ذکر کر رہے ہیں۔ پچاس سے زائد مضامین میں ایاز خان نے ہمارے ملکی اور تمدنی معمہ جات پر روشنی ڈالی ہے۔ ہم اہل ہنگری کی طرف سے شکریے کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے اور امید کرتے ہیں کہ ’’سن رائز، مسلم ٹائمز، الفضل‘‘ اور دوسرے مسلمان اخبارات ہم کو کبھی نہ بھولیں گے۔‘‘

تورانی موحدوں کے اخبار Turani Roham نے 25/اپریل 1937ء کے پرچہ میں ایک مؤثر مضمون بعنوان "Bucsu Ayaz Khan Tol" (ایاز خان سے جدائی) شائع کیا۔ جس میں تورانی نے اخلاص نامہ پیش کرتے ہوئے لکھا کہ ”ایاز خان کے جانے سے ہم ایک محبوب لیڈر کی رہنمائی سے محروم ہو گئے ہیں۔“ (مجاہد ہنگری صہ 126 تا 129)

ہنگری کا احیا یقینی ہے

ایاز صاحب نے ہنگری سے روانہ ہوتے ہوئے پریس کو آخری انٹرویو دیا۔ یہ انٹرویو ان کے لیے بہت اہمیت کا حامل تھا۔ اخبار Az East لکھتا ہے:-

’’ہنگری میں ایک سال تبلیغ اسلام کی خدمت سرانجام دینے کے بعد چودھری حاجی احمد خان ایاز صاحب بی اے۔ ایل ایل بی کو حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے پولینڈ جانے کا ارشاد فرمایا۔ روانگی سے قبل آپ نے بوڈاپسٹ ٹاؤن ہال میں اخبارات کے نمائندوں کو ملاقات کا موقع دیا۔ متعدد اخبارات نے ان کے متعلق مضامین لکھے۔ چنانچہ بوڈاپسٹ کے مشہور اخبار Az East نے اپنی 21/اپریل کی اشاعت میں مندرجہ ذیل انٹرویو شائع کیا:

> ’’کل کا ذکر ہے کہ ہماری گفتگو دنیا کے مشہور فاتح باتو خان کی نسل کے ایک فرد سے ہوئی۔ ایک سال کے عرصہ سے ایاز خان ہمارے دارالسلطنت میں اس غرض سے مقیم تھا کہ تا جماعت احمدیہ کے لیے متبعین حاصل کرے۔ اب وہ اعلیٰ ہنگری زبان بولتا ہے اور نہایت اعلیٰ ذہنی قابلیتوں کا شخص ہے۔ بائیس سال کی عمر میں اس نے ادب اور قانون کی ڈگریاں لاہور اور دہلی یونیورسٹی سے حاصل کیں اور پھر اپنی زندگی کو اسلام کے لیے وقف کرتے ہوئے غیر ممالک کا سفر اس لیے اختیار کیا کہ صحیح اسلام کے لیے متبعین حاصل کر سکے۔ اس کی آنکھوں میں جوش کی وجہ سے چمک پیدا ہوتی تھی۔ جب ہم نے اس سے احمدیت کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا: ’’آج کل کے عام مسلمان اسلام سے اسی قدر دور ہیں جس قدر عیسائی عیسائیت سے۔ احمدیہ جماعت کی مثال Reformation سے دی جاسکتی ہے تا آپ کو اچھی طرح اس کا علم ہو جائے۔ ہمارا خلیفہ جو قادیان میں مقیم ہے اس نے مجھے اسی غرض سے روانہ کیا اور میں اب تک اسلام کے لیے بہت سے متبعین حاصل کر چکا ہوں۔‘‘
>
> کیا وہ ہنگری کے اصل باشندے ماجر لوگ ہیں؟ ہم نے تعجب کرتے ہوئے دریافت کیا۔
>
> ہاں وہ اصل ہنگری کے باشندے ہیں۔ جن میں وکلاء، ڈاکٹر، پروفیسر، فوجی افسر اور کلرک شامل ہیں۔ ان میں سے اکثر نے مذہب کو ترک کر رکھا تھا لیکن جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو وہ بہت اچھے مذہب کے پابند ثابت ہوئے۔ آج کل بوڈاپسٹ میں قریباً 150 لوگ اسلام کو ماننے والے ہیں‘‘۔
>
> اپنے قیام کے دوران ایاز خان اہل ہنگری کے ساتھ دوستی اور مؤدت کے تعلقات رکھتا ہے۔

اس نے ہنگری کے متعلق بہت سے مضامین دنیائے اسلام کے انگریزی اخبارات میں لکھے۔ قدرتی طور پر ہمیں خواہش ہوئی کہ ہم مشرق کے اس تعلیم یافتہ نوجوان سے یورپ کے لوگوں کے متعلق رائے دریافت کریں۔

’’اہل یورپ‘‘ اس نے جواب دیتے ہوئے کہا ’’مہذب اور متمدن ہیں لیکن ان میں روحانیت بہت کم ہے۔ جسمانی طاقت کی وجہ سے وہ بہت بڑے کام کر سکتے ہیں لیکن ان کو اپنے مقصود ومنتہا کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ان کے کاموں میں جوش نہیں ہوتا، ان کو اس بات کا علم ہی نہیں کہ وہ دنیا میں کس غرض سے رہتے ہیں۔ اہل مشرق نسبتاً زیادہ سنجیدہ اور کام کرنے کی روح اپنے اندر رکھتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ مشرق کا ہر فرد اپنی روح کا زیادہ خیال رکھتا ہے۔‘‘

ہمارے سوال کے جواب میں ہمیں علم ہوا کہ جنگی تیاریوں کے متعلق بھی وہ اپنی رائے رکھتے ہیں۔ یورپ کی جنگی سپرٹ کے متعلق انہوں نے کہا: ’’یورپ میں لوگ ہمیشہ لڑائی کے متعلق باتیں کریں گے لیکن ہمارے مشرق میں اس کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں سنا جاتا۔ اگر ہم کو مجبور ہو کر جنگ کے متعلق خیال کرنا پڑے تب بھی ہم اس کے متعلق بولنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ یورپ میں اب ان پیشگوئیوں کے ظہور کا وقت ہے جو قرآن کریم اور بائبل میں یاجوج اور ماجوج کی طاقتوں کے نام سے بیان کی گئی ہیں۔ ایک ان میں سے اشتراکی طاقت ہے اور دوسری فسطائیت۔ جب یہ دونوں طاقتیں لڑائی کی موجوں کے ساتھ ایک دوسری پر حملہ آور ہوں گی تب اہل یورپ کو علم ہوگا کہ وہ کس لیے دنیا میں رہتے ہیں؟ تب ان کی آنکھیں کھلیں گی اور یورپ کی فضا صاف ہوگی۔ اہل یورپ کا ہر فرد آج کے لیے زندگی بسر کر رہا ہے مگر کل کی کسی کو بھی فکر نہیں! وہ اموال اور روٹی کے لالچ میں مشغول ہیں۔ حالانکہ یسوع مسیح نے فرمایا تھا ’’انسان صرف روٹی سے ہی نہیں زندہ رہتا بلکہ خدا کے کلمہ سے بھی۔‘‘

باتو خان ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے ہنگری کو تباہ کیا لیکن اس کی نسل کا یہ شخص ہمارا خیر خواہ ہے اور اس نے کہا کہ وہ دن دور نہیں جبکہ ہنگری ایک مرتبہ پھر عروج اور طاقت حاصل کرے گا۔ ایاز خان نے اپنے قیمتی مضامین کے علاوہ ہنگری کے لیے اور بھی بہت سی خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس کے اس کام کے متعلق بھی شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ جارج ششم کی رسم تاج پوشی کے بعد لارڈ لنلتھگو وائسرائے ہندوستان کی کیبنٹ کے اوّل وزیر سر محمد ظفر اللہ خان صاحب ان کی تحریک پر لندن سے اس جگہ بوڈاپسٹ آئے تاکہ ہنگری کے خوبصورت دارالسلطنت کو دیکھیں۔

رخصت ہوتے وقت جب ہم ان کو الوداع کہہ رہے تھے اس نے ہمیں یقین دلاتے ہوئے کہا ''اپنی ہمتوں کو بلند کرو۔ اور یقین رکھو کہ ہنگری کا احیا یقینی ہے۔ دو یا تین سال کے عرصہ میں ہنگری زیادہ طاقتور ہوگا اور مشرق کی مدد کے ساتھ وہ شوکت اور قوت دوبارہ حاصل کرے گا۔''

(بحوالہ مجاہد ہنگری ص۔129 تا 132)

ہنگری کا محافظ تاج اور ایاز صاحب

ایاز صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"ہنگری کے معززین نے مجھے تبلیغ احمدیت واسلام میں بہت مدد دی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل ورحم اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ہی کی دعاؤں کا نتیجہ تھا اور اسی صاحب شوکت وعظمت خلیفۃ الاسلام ہی کی ذرہ نوازی کی بدولت ہنگری کے امیر، وزیر میرے ساتھ عزت واحترام سے پیش آتے تھے۔

برکت ہے سب کی سب اسی جانِ جہان کی
ورنہ مری بساط ہے کیا اور کیا ہوں میں؟

ہزایکسیلنسی بیرن ژگمنڈ پیرینی (Baron Zsigmund Perenyi) جو ہنگری کے پارلیمنٹ کے ایوان اعلیٰ کے صدر ہیں پہلے وزیرِ داخلہ بھی رہ چکے ہیں اور تمام عمر کے لیے ہنگری کے تاج مقدس کے معتمد اور وارڈن بھی منتخب ہوئے ہیں، وہ ہمیشہ مجھے گھر بلا کر اسلام واحمدیت کے حالات سنتے تھے اور گاہ بگاہ مجھے یہ بھی کہتے تھے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی قادیان کے حضور درخواست کروں کہ حضور ان کے لیے دعا فرماویں۔ عاجز نے ایک سیٹ کتب کا (احمدیہ لٹریچر) بیرن موصوف کو حضرت اقدس کی طرف سے دیا تھا اور وہ اس پر بہت فخر کرتے تھے کہ جماعت احمدیہ نے ان کو یہ روحانی تحفہ اور علمی خزانہ دیا ہے۔ جب حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ بوڈاپسٹ تشریف لے گئے تو ان کی آمد پر بیرن موصوف کے زیرِ صدارت ایک عظیم الشان جلسہ بھی ہوا جس میں حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ رکن حکومت ہند نے احمدیت پر پُر جوش تقریر فرمائی۔ بیرن موصوف نے اس جلسہ اور تقریر کی نسبت مجھے پولینڈ میں اطلاع دی کہ جس طرح کی تقریب اور احمدیت کے پراپیگنڈا کی تمہاری خواہش تھی اسی طرح ہو گیا ہے۔

جب مجھے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے ملک پولینڈ جانے کا حکم فرمایا تو ہزایکسیلنسی بیرن پیرینی نے صدر ایوان اعلیٰ ہنگری کے سفیر مقیم وارسا (پولینڈ) کو ایک پُر زور سفارشی خط لکھا (مؤرخہ 10.04.37) کہ ایاز خان پولینڈ میں آ رہا ہے وہاں اس کو اپنے مذہبی مقاصد میں کامیاب ہونے کے لیے ہر طرح امداد دینا۔ چنانچہ سفیر مذکور مسٹر (Haey Andras) کو محافظ تاج موصوف نے جو خط (Masolet) لکھا اس کا آخری پیرایہ یہ تھا:

Szives Jo indulatodba

Melegen ajanlom H.A. Ayaz Khan - T, aki Hazunk Kulturalio, socialis es vallasi kerdesei Tanulman yazasa celjabol hoszabb ideig Magyararszagon Tartazhadott ski most nagyan ezen Keradeseh magismerro regett lengylorszegbe Kuldetett ki Tehintettel arra hogy Ayaz Khan munkassagat ismerem, Tudom rola, hagy lelkes magyar barat, aki, a magyarorszagnak Kelettel Kulonosen Indian valo Kulturalis Kapesalate Kireptese erdekelen igen hasznos propagandat fejet ki-kivvansaganak keszsegel teszek elaget s keem Hogy ot szives Tomogatasodban reszesiteni meltoztessal.

Sigvelyesen idvozol oszinte kesz hived. Perenyi Xsigmund

S.K.

ترجمہ: علاوہ ازیں آپ کو خوشی اور انبساط کے ساتھ یہ بات بتاتا ہوں کہ ایاز خان اور اس کے مذہبی کام سے میں بہت اچھی طرح واقف ہوں اور وہ میرا دلی دوست ہے، اس نے کافی عرصہ یہاں رہ کر ہمارے ملک کے کلچرل، سوشل اور مذہبی حالات کا مطالعہ کیا ہے اور اب ایسے ہی مطالعہ اور مذہبی تبلیغ کے لیے اسے پولینڈ بھیجا گیا ہے۔ اس نے ہمارے ملک ہنگری کو مشرق میں بہت مشہور کیا ہے اور خصوصاً ہندوستان کے ساتھ مذہبی کلچرل تعلقات قائم کیے ہیں۔ اس نے بغیر کسی معاوضہ یا نفع حاصل کرنے کے ہمارے لیے نہایت فائدہ بخش پراپیگنڈا غیروں میں کیا ہے اس لیے ہمیں بھی اس کا احترام منظور ہے۔ پس میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ دل سے اس کا ساتھ دیں اور اس ملک (پولینڈ) میں اعلیٰ طبقہ کے ساتھ اس کی شناسائی کرا کر اسے تبلیغی راستہ نکالنے میں مدد دیں۔

آپ کا مخلص اور خیر خواہ۔ ژگمنڈ پیرینی

(مجاہد ہنگری صـ 132 تا 135)

وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

ایاز صاحب نے ہنگری میں نہایت شاندار خدمات سرانجام دیں اور اب وہ ہنگری سے پولینڈ کی طرف کوچ کرنے والے تھے تا کہ پولینڈ کے سینے میں بھی احمدیت کا پرچم گاڑ دیں۔ ایاز صاحب کے ہنگری سے پولینڈ جانے اور ہنگری میں مولوی محمد ابراہیم ناصؔر کے ورود مسعود کی خبر ان الفاظ میں اخبار الفضل قادیان کی زینت بنی:

”احمدیہ مشن بوڈاپسٹ (ہنگری) کے متعلق ضروری اعلان

احباب کی اطلاع کے لیے اعلان کیا جاتا ہے کہ مولوی محمد ابراہیم ناصؔر بی اے جو تحریک جدید کے ماتحت تبلیغ اسلام کے لیے امریکہ روانہ کئے گئے تھے انہیں بعض وجوہات کی بنا پر حکومت امریکہ کی طرف سے ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی جس پر حضرت امیر المومنین ایدہٗ اللہ تعالیٰ نے انہیں احمدیہ مشن بوڈاپسٹ (ہنگری) میں کام کرنے کی ہدایت فرما دی ہے اور تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ناصؔر بی اے خدا تعالیٰ کے فضل سے بوڈاپسٹ بخیریت پہنچ گئے ہیں۔ **الحمدلله علیٰ ذٰلک**

اس کے ساتھ ہی اس امر کا اعلان کرنا ضروری ہے کہ جناب چودھری حاجی احمد خان صاحب ایاز بی اے ایل ایل بی انچارج احمدیہ مشن بوداپسٹ چونکہ کثرت کار اور ناموافق آب و ہوا کی وجہ سے ہنگری میں بیمار ہو گئے ہیں اس لیے حضرت امیر المومنین ایدہٗ اللہ تعالیٰ نے انہیں بحالی صحت کے لیے ایک اور ملک میں جانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ احباب سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ جہاں احمدیہ مشن ہنگری کے نئے انچارج مولوی محمد ابراہیم صاحب ناصؔر کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں تبلیغ احمدیت میں کامیابی عطا فرمائے وہاں اپنے مجاہد بھائی جناب چودھری حاجی احمد خان صاحب ایاز بی اے ایل ایل بی کے لیے بھی، جنہوں نے ہنگری میں نہایت شاندار کام کیا ہے، خاص طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت عطا فرمائے اور بیش از بیش خدمات احمدیت بجالانے کی توفیق عطا کرے۔

انچارج تحریک جدید قادیان“

(الفضل قادیان جنوری 1937ء)

چودھری حاجی احمد خان صاحب ایاز مجاہد ہنگری کا خط

"مکرم ومحترم ملک فضل حسین صاحب مینیجر بک ڈپو قادیان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے متعدد اعلانات چار دانگ عالم میں احمدیت کا پرچار اور پیاری بہنوں کے لیے تبلیغ کا ثواب الفضل کے ذریعہ خاکسار تک یہاں یورپ میں بھی پہنچ کر تبلیغی جوش بڑھانے کا ذریعہ بنے مگر آپ کے اعلانوں میں ایک کسر باقی ہے وہ یہ کہ کئی بھائی اور بہنیں خیال کرتی ہوں گی کہ انگریزی کتب کا سیٹ خرید کر کہاں بھیجا جائے؟ آپ کو چاہیئے کہ ان کی اطلاع کے لیے یہ بھی لکھ دیا کریں کہ وسطی یورپ کے ممالک اور شہروں کے لوگوں سے بوڈاپسٹ میں ملاقات کا موقع ملتا ہے اور مشرق ومغرب بعید کے سیاح بھی یہاں بکثرت آتے ہیں، مختلف سلطنتوں کے نمائندے بھی آتے ہیں اور جب میں ان کو اسلام کے متعلق دلچسپی بڑھانے کے جوش میں احمدیت کا ذکر کرتا ہوں تو وہ کتابوں کا مطالبہ کرتے ہیں اور میں کتابوں کے نہ ہونے کے سبب سے شرمندہ ہوتا ہوں۔ اگر ہمارے بھائی اور بہنیں تمام مغربی ممالک کی لائبریریوں اور خاص اداروں میں احمدیت کا لٹریچر دیکھنا اور تمام مردہ روحوں کو زندہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ جتنے سیٹ انگریزی کتب کے بھجوائیں وہ کم ہیں اور خاکسار ایسے طریق پر ہر ملک کے اداروں اور اسلام سے دلچسپی رکھنے والوں تک وہ کتابیں پہنچائے گا کہ آپ کسی غیر ملکی آدمی سے جو ایک دفعہ بوڈاپسٹ میں آیا ہو گا پوچھ سکتے ہیں اور وہ آپ کو بتا دے گا کہ ہاں جماعت احمدیہ کے امام کا ایک غلام بوڈاپسٹ میں ملا تھا اور اس نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا تھا اور جن بہنوں اور بھائیوں نے اس کے ذریعہ لٹریچر بھجوا کر تبلیغ کا ثواب حاصل کرنا چاہا وہ ان کو کماحقہٗ مل جائے گا۔ یہاں ہنگری کا ملک یورپ کے تمام ممالک میں کٹر کیتھولک عیسائی ہے اور پادریوں کا زور ہے۔ گویا یوں سمجھو کہ دجال کا یہ مرکز ہے اور جب سے عیسائیوں نے ترکوں کو یہاں سے شکست دے کر نکالا تب سے لوگ اسلام کے نام سے بھی ناواقف ہیں اور اب خاکسار کے یہاں آنے سے لوگ دلچسپی لے رہے ہیں مگر لٹریچر موجود نہیں کہ میں لوگوں کو پڑھنے کے لیے دے سکوں۔ لہٰذا آپ ہمارے دوستوں اور بہنوں کو اطلاع کے لیے بے شک اشتہار میں لکھوا دیں کہ ایاز کہتا ہے کہ جو شخص ایک مجاہد کو جنگ اور گھمسان کی لڑائی میں عین دجال کے قلعہ پر چڑھائی کرتے وقت اسلام کے لٹریچر یا جہاد اکبر کے ہتھیار مہیا کرے گا وہ اپنے ثواب کا اندازہ مجاہد ایاز کی مشکلات سے لگا سکتا ہے۔ پھر

عرض کرتا ہوں کہ شیطان اور دجال سے جنگ بڑی شدومد سے ہو رہی ہے اور ہتھیار یا بارود نہ ہونے کے سبب احمدیت کے مجاہد نرغہ میں گھرے ہوئے ہیں اور اگر ہندوستان کے احمدی بھائی اور احمدی بہنیں جہاد میں شامل ہونا چاہیں تو وہ سلسلہ کا لٹریچر اور اپنی دعائیں مجاہدین کو پہنچا کر مجاہدوں کے حوصلے بڑھائیں۔ خدا گواہ ہے کہ یہ بڑی نازک جنگ ہے۔ تلوار سے سر کاٹنا یا کٹوانا یا کفن آسان ہے لیکن ہنگری جیسے رومن کیتھولک ملک میں احمدیت کا مرکز قائم کرنا نہایت دشوار ہے مگر یہ ہو کر رہے گا اور ایاز جیسے مجاہد یورپ میں احمدیت کے جھنڈے گاڑ کر واپس آئیں گے یا اس جنگ کے میدان میں مردانہ وار جان دے دیں گے۔

جو دوست اور بہنیں، احمدیت کا لٹریچر جو عیسائیت کے لیے لاثانی بارود ہے، بھیجنا چاہیں وہ خاکسار کو بک ڈپو کی معرفت بھیج سکتے ہیں۔ میں تمام دوستوں اور بہنوں کے لیے دعا کرتا ہوں اور منتظر ہوں کہ کب ہمارے بھائی اور بہنیں مجاہدوں کو ہتھیار مہیا کر کے تازہ دم کریں گے۔

محتاج دعا و دوا

چودھری حاجی احمد ایاز بی اے ایل ایل بی
مبلغ اسلام بوڈاپسٹ ہنگری۔

(الفضل قادیان 30 مارچ 1937ء)

پولینڈ میں ورود

ایاز صاحب کو پولینڈ بھجوانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بولونیا پولینڈ کے مفتی اعظم شنکیفتش جب مارچ 1937ء میں ہندوستان کے دورہ پر آئے تو انہوں نے قادیان پہنچ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حضور مسلمانان پولینڈ کے حالات بھی رکھے جس پر حضور انورؓ نے ایاز صاحب کو ہنگری سے پولینڈ روانہ ہونے کی ہدایت فرمائی۔

ایاز صاحب بوڈاپسٹ سے روانہ ہو کر 22 اپریل 1937ء کو پولینڈ کے دارالحکومت وارسا پہنچے جہاں تین دن ہوٹل میں قیام کر کے موزوں مکان کرائے پر لینے کی کوشش کرتے رہے۔ بالآخر وارسا سے سات میل دور ایک نئی بستی میں ایک کمرہ کرایہ پر حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یوں پولینڈ میں آپ نے دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ ان کی تبلیغ سے بہت جلد ایک پروفیسر احمدی ہو گئے۔ احمد نامی یہ پروفیسر الجیریا کے باشندے تھے اور چار سال سے پولینڈ میں عربی کے پروفیسر تھے۔ جرمن اور فرانسیسی کے ساتھ ساتھ پولش زبان کے بھی ماہر تھے۔

ہنگری سے نکل کر پیارے آقا حضرت مصلح موعودؓ کے حکم کی پیروی میں مکرم ایاز صاحب پولینڈ کے دارالحکومت وارسا چلے گئے اور وہاں جا کر پیغام حق پہنچانے کا فریضہ نبھانے لگے۔ نئی جگہ تھی نئی مشکلات تھیں جو آپ کے سامنے آن کھڑی ہوئیں لیکن آپ کے آہنی عزم کے ساتھ ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت اقدس میں خط لکھا جو الفضل قادیان کی 16 مئی 1937ء اشاعت میں شامل ہوا۔ اس خط کا متن ملاحظہ ہو:

”سیدنا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضور کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ساتھ 22 اپریل وارسا دارالسلطنت پولینڈ میں پہنچا۔ تین دن ہوٹل میں رہا اور مکان تلاش کرتا رہا مگر کوئی موزوں کرایہ پر مکان نہ ملا۔ آخر وارسا سے سات میل کے فاصلہ پر ایک نئی بستی جو جنگل میں آباد ہے وہاں کرایہ پر کمرہ حاصل کیا۔ وارسا میں مسلمان چالیس کے قریب بتائے جاتے ہیں۔ یہاں کے امام مسٹر علی اسماعیل Worano Vics سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ مفتی یعقوب آف Wilno بولونیا مسجد کے لیے چندہ کی فراہمی ہندو مصر میں کر رہے ہیں۔ مئی 1937ء میں واپس آئیں گے اور وارسا میں مسجد بنائیں گے۔ پہلے یہاں ایک مسجد تھی جو اب ویران ہو چکی ہے اس کے ساتھ Oriantal Institute میں گیا وہاں عربی کے یونیورسٹی لیکچرار علامہ Ahmad Kharli سے ملاقات ہوئی۔ ہر دو سے ٹوٹی پھوٹی عربی

میں گفتگو کی۔ دونوں بڑی اچھی طرح سے پیش آئے۔ پروفیسر احمد دوسرے دن ہوٹل میں ملاقات کو آئے وہاں ان کو تبلیغ کی وہ پہلے ہی ہمارے عقائد کے مداح تھے۔ اب خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لے آئے ہیں اور کہنے لگے یہاں کے جو امام مفتی ہیں ان میں سے کسی کو بھی خدا اور اس کے دین کی فکر نہیں اور انہوں نے نماز میرے پیچھے ہی پڑھی۔ گویا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم اور حضور کی دعاؤں سے پولینڈ میں اب دو احمدی ہیں۔

میں نے جب تذکرہ میں سے حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات پروفیسر احمد کو سنائے تو وہ بے اختیار کہہ اُٹھے کہ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْن!

میرے پیارے آقا! یہ پولینڈ کے پہلے احمدی ہیں ان کی عمر پینتیس سال ہے، الجیریا کے رہنے والے ہیں، چار سال سے یہاں عربی کے پروفیسر ہیں، جرمنی فرانس اور پولش زبان کے ماہر ہیں یعنی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہنگری کا پہلا احمدی بھی اسی نام کا یعنی ڈاکٹر احمد تھا اور پولینڈ کا پہلا احمدی بھی احمد ہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صفت احمد آج کل زوروں پر ہے۔ عیسائیت کے بہت سے فرقے اس ملک میں پائے جاتے ہیں اور تبلیغ کے لیے اچھا میدان ہے۔ زبان بہت مشکل ہے انگریزی جاننے والے نہیں ملتے۔ انشاء اللہ دو تین ماہ کے اندر زبان سیکھ کر ان عیسائی فرقوں تک پہنچوں گا جو پوپ اور عیسائیت سے قدرے متنفر ہیں۔ صرف کیتھولک کا لیبل ان پر لگا ہوا ہے۔ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کامیابی عطا فرمائے۔

خاکسار

ایاز (مجاہد پولینڈ)''

(الفضل قادیان 16 مئی 1937ء صفحہ 6)

پولینڈ کا پریس

ایاز صاحب کسی نہ کسی طرح لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جایا کرتے تھے اور سب کی محبت حاصل کر لیتے تھے یہ ایک دلچسپ امر ہے اور پھر پریس کو ان کو انٹرویو دینا اور ان کے سامنے ان کے ملک کے حقائق ادبی صورت میں رکھنا ان کے لیے اچنبھے اور حیرت کا باعث ہوا کرتے تھے۔ پولینڈ میں پہنچتے ہی ایاز صاحب نے پریس والوں کو کیسے متاثر کیا؟ اس کا اندازہ پولینڈ کے مشہور اور ہر دلعزیز اخبار Kurger Czerwony کی 19 مئی 1937ء کی اشاعت سے ہوتا ہے۔ انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کی تصویر کے ساتھ ایاز صاحب کا انٹرویو شائع کیا۔ اس

اخبار سے اخذ کر کے پولینڈ کے باقی اخبارات نے بھی ’’مجاہدِ اسلام کی وارسا میں آمد‘‘ کے عنوان سے خبریں شائع کیں۔ یہ مضمون الفضل قادیان 29 جون 1937ء کے صفحہ نمبر 5 کی زینت بنا جس کا متن پیش خدمت ہے:

’’عظیم الشان خلیفہ کا نمائندہ وارسا میں‘‘

ہم نے اس کو خاموشی اور سکوت کے ان لمحات میں دیکھا جب کہ شہر وارسا کی پبلک پرے باندھ کر بروز بدھ، مارشل کے محل Belvedrz کے سامنے تین منٹ کی خاموشی کی رسم ادا کر رہی تھی۔ سفید پگڑی باندھے اور ہندوستانی لباس میں ملبوس وہ ہجوم میں نمودار ہوا۔ اس نظارہ کو دیکھ کر ہم اپنے دل کی اس خواہش کو نہ دبا سکے کہ اس نا معلوم مہمان سے دریافت تو کریں کہ آپ کون ہیں؟ اور اس موقع پر آپ کا کیسے آنا ہوا؟ ہمیں اپنے سوالات کا مکمل جواب سننے کا موقع دفتر میں ملاقات کے دوران میں ملا۔

شروع ملاقات میں ایک دلچسپ غلط فہمی پیدا ہوگئی۔ ہمارے دفتر کی انچارج لیڈی نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور ذرا شرماتے ہوئے مسکرا دیا۔

’’میں مسلمان ہوں!‘‘ اس نے کہا ’’اور اسلام میں غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کرنا منع ہے۔ ہاں! ہم عورتوں کی عزت کرتے ہیں۔‘‘

ایچ اے ایاز خان ہندوستان کی دو یونیورسٹیوں یعنی دہلی اور لاہور سے قانون اور ادب وفنون کے عالم ہونے کی اسناد رکھتے ہیں اور یہاں ہمارے ملک کی تہذیب وتمدن اور معاشرتی حالات کا مطالعہ کرنے کی غرض سے اسلام کے عظیم الشان خلیفہ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ آپ ایک سال تک وارسا میں قیام کریں گے۔

اسلام کا پیامبر

ایک ایسے کام کے لیے پولینڈ کا آپ کو کیسے خیال آیا؟

اِس کے جواب میں ایاز نے کہا:

’’بات یہ ہے کہ پولینڈ کی حکومت رواداری کی بڑی خوبی رکھتی ہے اور بارہ ہزار مسلمانان پولینڈ کی بہتری اور بہبودی کے لیے حکومت ستاون ہزار زلوٹی سالانہ رقم عطا فرمایا کرتی ہے جس سے کہ سترہ اماموں اور پندرہ مؤذنوں کو لوازمات زندگی بہم پہنچا کر خدمت دین کے لیے سہولت پیدا کی جاتی

ہے۔ ابھی ابھی یہاں کے مفتیٔ اعظم Dr. Szym Kieuriez نے ہندوستان جا کر جماعت احمدیہ کے امام حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے قادیان میں ملاقات کا شرف حاصل کیۓ اور پولینڈ کے لیے دلچسپی پیدا کی۔ چنانچہ حضور خلیفۂ وقت ایدہُ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو پولینڈ جانے کا حکم فرمایا تا کہ اس ملک میں احمدیت پھیلانے کے لیے حالات و امکانات کا جائزہ لے کر احمدیہ جماعتیں قائم کی جائیں۔"

جب پوچھا گیا کہ احمدیت کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا:

"یہ تجدید اسلام کی بڑی مشہور تحریک ہے جس کی ابتدا 1890ء میں ہندوستان کے مسلمانوں میں ہوئی۔ اس جماعت کے بانی حضرت احمد نبی آخر الزمان علیہ السلام ہیں جن کی آمد کی پیش گوئی اقوام کے موعودؑ کے طور پر تمام مقدس کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ آنحضور علیہ السلام نے 1908ء میں وصال پایا اور آج کل آنحضورؑ کے کام کو موجودہ خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جاری رکھتے ہوئے جماعت احمدیہ کی راہنمائی فرما رہے ہیں۔ اس جماعت کا مرکز ہندوستان کے قصبہ قادیان میں ہے جہاں سے کہ اشاعت اسلام کے لیے دنیا کے تمام ممالک میں مبلغ بھیجے جاتے ہیں۔ ان کا نصب العین یہ ہے کہ دنیا میں امن قائم کریں اور تمام اقوام کو واحد برادری میں داخل کریں تا کہ روحانیت کا مادیت پر غلبہ ہو۔"

اگرچہ ایچ اے ایاز ہمان کو ہمارے ملک میں آئے بہت ہی معمولی عرصہ ہوا ہے لیکن پولینڈ کے علم و ادب و تاریخ کے متعلق اس کا مطالعہ نہایت وسیع معلوم ہوتا ہے اور حقیقی طور پر اس نے سنجیدگی کے ساتھ اپنے مشن کو کامیاب بنانے کے لیے مکمل تیاری کی ہوئی ہے۔"

(بحوالہ الفضل 29 جون 1937ء صفحہ 5)

پولینڈ کے سب سے مؤقر اور مشہور روزنامہ میں تصویر اور ذکر

قراقو سے شائع ہونے والے پولینڈ کے سب سے مشہور اور لاکھوں کی اشاعت رکھنے والے روزنامہ Kurjer Codzienny Illustrowony نے اپنی 11 اگست 1937ء کی اشاعت میں مجاہد پولینڈ ایاز صاحب کی تصویر شائع کی اور ساتھ کاؤنٹ Albert Sunrinstti کے قلم سے ایک قابل قدر مضمون شائع ہوا جس کا ترجمہ الفضل قادیان میں 7 ستمبر 1937ء کے صفحہ 5 پر شائع کیا گیا۔ احباب کی خدمت میں پیش ہے:

’’خلیفۃ الاسلام کے نمائندہ سے گفتگو

مسلمان مارشل پلسدکی کو نہایت عزت سے یاد کرتے ہیں

وقتاً فوقتاً سوسائٹیوں میں یہ ذکر سنا جاتا تھا کہ وارسا کے نزدیک بورنورو میں ایک ہندوستانی رہتا ہے جس نے Marshal Pilsudski کے متعلق کئی مضمون لکھے ہیں۔ اس خبر نے مجھ پر بجلی کا اثر کیا اور میں نے ارادہ کرلیا کہ اس غیر ملکی مہمان سے ملاقات کروں۔ چنانچہ ایک اتوار کو میں Boernerowo کی نو آبادی میں جو وارسا شہر کے قریب ہی ہے، گیا۔ نئی آبادی کے خوبصورت بنگلے، دلکش باغات، اُونچے درخت اور خوشبودار پھولوں کی جھاڑیاں قدرتی مناظر کے لحاظ سے نہایت شاندار ہیں۔ ایسی جگہ پر رہائش رکھنے والے ہندوستانی کی اعلیٰ شخصیت کا ملاقات سے پہلے ہی مجھ پر گہرا اثر ہوا اور میں نے اندازہ لگالیا کہ جس نے وارسا شہر کی گھبرا دینے والی گرمی سے بچنے کے لیے اس فرحت افزا آبادی کو اپنا جائے قیام بنانا پسند کیا ہے وہ ضرور زیرک انسان ہوگا۔ اس عجیب و غریب مہمان کا گھر ڈھونڈنا مشکل نہ تھا کیونکہ اردگرد کے سب لوگ اور وہاں کا بچہ بچہ اس سے واقف ہے۔ پس اس طرح میں چودھری حاجی احمد ایاز خان کے گھر پہنچ گیا جہاں اس نے غیر معمولی خوش خلقی اور مہمان نوازی سے میرا خیر مقدم کیا اور مجھے محسوس ہوا کہ وہ واقعی مشرق کا حقیقی فرزند ہے۔

ایاز خان دو یورپین زبانیں جانتا ہے۔ وہ ہنگری میں ایک سال رہا ہے تاہم ہنگری زبان اچھی طرح بولتا ہے مگر تلفظ میں ذرا مشرقی انداز پایا جاتا ہے۔ وہ قادیان کے نامور خلیفہ اسلام امیر المؤمنین میرزا البشیر الدین محمود احمد کا بھیجا ہوا ہے۔ حضرت امیر المؤمنین جماعت احمدیہ کے راہنما ہیں انہوں نے ایاز خان کو پولینڈ میں اسلام پھیلانے کی غرض سے روانہ فرمایا ہے۔ ایک یورپین طرز کے مکان میں اس کا مشرقی لباس میں رہنا کچھ عجیب سا معلوم دیتا ہے مگر اس کے الفاظ ایسے اخلاص اور یقین سے پر ہیں کہ دل میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اس کے مذہب یا عقائد کا خلاصہ ذیل کے فقرات سے عیاں ہے۔

’’عالم انسانی کو ہر زمانہ میں ایسی نازک گھڑیوں کا سامنا ہوا ہے جبکہ انسان کو خدا تک پہنچانے کے لیے ایک نبی یا ہادی کی ضرورت پڑتی رہی ہے اور ہر زمانہ کا نبی اس کام کے لیے آسانیاں بہم پہنچاتا رہا ہے۔ ایسا ہی ایک نبی احمدؑ ہے۔ قرآن مجید حکمت کی تمام باتوں پر حاوی ہے اور ہر ہدایت

اس میں موجود ہے جو تمام مسلمانوں کے لیے یکساں ہے۔ ہماری جماعت احمدیہ اور باقی تحریکوں اور جماعتوں میں یہ فرق ہے کہ ہم تمام بنی نوع انسان کو دعوت حق دیتے ہیں اور تمام نسلی، قومی اور ملکی تفاوتوں کے باوجود ہم ان کو ایک ہی لڑی میں پرونا چاہتے ہیں تاکہ ایک خوبصورت مالا بن جائے۔

ایاز خان، خلیفہ کے حکم سے پولینڈ میں آیا ہے مگر اس کا ارادہ ہے کہ ”بحیرۂ بالٹک کے قریبی تمام ممالک میں مذہب اسلام کی بنیادیں قائم کرے کیونکہ فی زمانہ لوگ مذہب سے لاپروا ہیں اور اگرچہ پولینڈ کے باشندے کٹر کیتھولک ہونے کی وجہ سے مذہبی معلوم دیتے ہیں تاہم خالص توحید قائم کرنے میں بڑی مشکلات ہیں۔“

”احمدیت کی ایک منظّم جماعت ہے جو ہر ملک میں تبلیغ اسلام کر رہی ہے۔ بہت سے جریدے مثلاً ’مسلم ٹائمز‘ لندن سے، ’سن رائز‘ لاہور سے، ’مسلم سن رائز‘ شکاگو سے، ’البشریٰ‘ فلسطین سے جماعت احمدیہ شائع کرتی ہے۔ اس کا اصلی گزٹ روزنامہ الفضل ہے جو قادیان سے شائع ہوتا ہے۔ قادیان سے دو اور پرچے بھی شائع ہوتے ہیں۔ یہ تو مشہور اخبار ہیں ان کے علاوہ اور کئی غیر معروف رسالے کثرت سے احمدی مسلمان شائع کرتے ہیں۔

”ہندوستان کے بارسوخ اور ترقی یافتہ طبقہ کے لوگ بھی جماعت احمدیہ میں شامل ہیں۔ ان میں ایک سر محمد ظفر اللہ خان ممبر حکومت ہند و وزیر تجارت ہیں۔ آپ ہی کو شاہ انگلستان کی تاج پوشی اور امپیریل کانفرنس میں تمام برٹش انڈیا کے نمائندہ کی حیثیت سے حکومت ہند نے لنڈن بھیجا تھا۔“

میں نے پوچھا، یورپ میں جماعت احمدیہ کی ترقی کا کیا حال ہے؟

”بہت اچھا حال ہے“ ایاز نے کہا۔

”جیسا کہ میں نے پہلے آپ کو بتایا ہے کہ لوگ مذہب کی طرف پوری توجہ نہیں دیتے تاہم ہم کو سعید روحیں مل ہی جاتی ہیں۔ انگلستان میں سینکڑوں انگریزوں نے اسلام قبول کیا اور ہنگری میں قریباً ڈیڑھ سو زن و مرد میرے ہاتھ پر داخل اسلام ہوئے۔ ہماری جماعت کے متبعین اکثر سمجھ دار طبقہ کے ڈاکٹر، وکلا وغیرہ ہیں۔ ہنگری دل کو مسحور کر لینے والا ملک ہے۔ سوائے پولینڈ کے (یعنی پولینڈ کے علاوہ۔ ناقل) ہنگری ہی ایک ایسا خطۂ زمین ہے جہاں کے لوگ بہت ملنسار اور خوش خلق ہیں۔ پولینڈ کے لوگ بھی کئی خوبیوں میں ان سے ملتے جلتے ہیں۔“

میں نے کہا پولینڈ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

ایاز نے کہا: ”اوہ پولینڈ! یہ واقعی ایک نرالا ملک ہے اور یورپ میں صرف یہی ایک ایسا ملک

ہے جہاں ہم کو اپنے مذہبی احکام پر چلنے اور تبلیغ کرنے میں کسی سرکاری حلقے کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور اس احسان کی وجہ سے ہم دراصل مارشل پلسدکی (Marshal Pilsudski) کے ممنون ہیں۔"

ایاز خان کی زبان سے ہمارے مارشل کا نام ایسی بے تکلفی اور آسانی سے نکلا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس نام سے خوب واقف ہے۔

"مارشل پلسدکی ہم مسلمانوں کے لیے کوئی غیر شخصیت نہیں ہے بلکہ ہم اس کو اپنا دوست اور مربی سمجھتے ہیں۔ اس کے خیالات انتہائی درجہ کے اسلامی رنگ میں رنگین تھے۔ ہم ہندوستان کے مسلمانوں کو تو افسوس ہے کہ جب مارشل آنجہانی نے مشرق کا سفر اختیار کیا تو ہماری اس سے ملاقات نہ ہوئی۔ اس عظیم الشان مارشل کی شخصیت سے ہماری گہری دلچسپی کا سب سے بڑا ثبوت 8 جولائی کے مسلم ٹائمز کا وہ مضمون ہے جو کہ قزاقو میں مارشل مرحوم کی نعش والے صندوق کی جگہ بدلنے کے سلسلہ میں بطور پروٹسٹ لکھا گیا۔ مسلم ٹائمز نے مارشل کی اسلامی ہمدردی اور مسلمانوں کی خاطر اس کے کارہائے نمایاں کا ذکر کر کے لکھا:

"مارشل پلسدکی مسلمانوں کے لیے واجب الاحترام ہستی ہے۔"

سوال کیا گیا: میں نے سنا ہے کہ آپ مارشل کے متعلق کچھ تصنیف کر رہے ہیں؟

ایاز نے کہا: "تصنیف! نہیں صاحب! تصنیف تو بہت بڑی چیز ہے میں تو صرف ایک مضمون لکھ رہا ہوں جس کا عنوان:

" Testament of Pilsudki " ہوگا جس میں اس کے اسلامی عقائد کی لمبی تشریح کروں گا۔ وہ یورپ کی تاریخ میں واقعی ایک غیر معمولی ہستی تھی اور جوں جوں ان کے حالات کا مطالعہ کیا جائے ان کے مزید حالات زندگی دریافت کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔"

ملاقات ختم ہوئی۔ ایاز خان نے نہایت اخلاص سے مجھے الوداع کیا اور اس سے مصافحہ کرتے وقت مجھے ہرگز محسوس نہ ہوا کہ وہ غیر ملکی ہے۔ ہمارے مارشل کے متعلق اس کے طرزِ کلام نے میرے دماغ سے ہی اس خیال کو نکال دیا کہ وہ کوئی مشرق سے آیا ہوا مہمان ہے۔"

(الفضل قادیان 7 ستمبر 1937ء صفحہ 5و6)

وارسا دار السلطنت پولینڈ میں احمدی مجاہد

ایاز صاحب نے کسی بھی جگہ جا کر منافقت یا مداہنت سے کام نہیں لیا بلکہ بانگ دہل اعلان کرتے رہے کہ وہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے یورپ بھجوائے گئے ہیں۔ چنانچہ وارسا کے ایک مشہور اخبار Express Paranny کے حوالے سے الفضل قادیان نے اپنی ایک اشاعت میں لکھا:

”وارسا کا مشہور روزنامہ Express Paranny احمدی مجاہد چودھری حاجی احمد خان صاحب بی اے ایل ایل بی کو فوٹو دیکھ کر چودہ اگست کی اشاعت میں لکھتا ہے:

”پولش زبان بولنے والے ہندوستانی ہر روز دیکھنے نصیب نہیں ہوتے مگر ہم چودھری حاجی احمد ایاز خان نمائندہ خلیفۃ الاسلام قادیان کو دیکھ سکتے ہیں جو کہ ہماری زبان اچھی طرح بول سکتا ہے۔

اُس کا حلیہ

میانہ قد، نازک بدن، سیاہ بال، سیاہ آنکھیں، سفید پگڑی، سفید پاجامہ ہے۔ تین یورپین زبانیں، انگریزی، ہنگری اور پولش اور پانچ مشرقی زبانیں جانتا ہے۔ دہلی اور لاہور کی یونیورسٹیوں سے قانون وفنون کی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد خلیفۃ الاسلام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی طرف سے یورپ میں نمائندگی کے لیے بھیجا گیا ہے۔ ایاز خان نے اسلام کی نئی تحریک اور جماعت احمدیہ کی نسبت بہت کچھ بتایا۔ اس جماعت کی بنیاد حضرت احمدؑ نے ڈالی۔ 1908ء میں آپؑ کی وفات کے بعد خلیفہ اول امیر المؤمنین نور الدین اعظمؓ جماعت احمدیہ کی راہنمائی فرماتے رہے۔ ایاز خان یورپ کے بعض اسلامی مرکزوں میں قیام کے بعد ہمارے ملک میں آیا ہے۔ وہ تحریک اسلام کی نسبت بڑی گرم جوشی سے گفتگو کرتا ہے۔

”میں تین ماہ سے وارسا میں مقیم ہوں۔“ اس نے کہا!

”میرا کام پولینڈ کے لوگوں اور جماعت احمدیہ کے درمیان مذہبی اور تجارتی تعلقات پیدا کرنا ہے۔ میں نے انگریزی اور ہندوستانی اخباروں میں پولینڈ کے متعلق چودہ رپورٹیں اور مضمون لکھے اور ان میں سے تین انگریزی مضامین Marshal Pilsudski کی یاد میں ہیں۔ میں اسلامی مشنوں کے لیے میدان تیار کر رہا ہوں۔ میرے بعد ہندوستانی مبلغ آئیں گے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ یورپ میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تبلیغ کریں۔“ (الفضل قادیان 3 ستمبر 1937ء)

پولینڈ کے سب سے پرانے اخبار میں ذکر

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجاہد پولینڈ ملک کے دارالحکومت وارسا پہنچ کر مصروف تبلیغ ہو گئے۔ چنانچہ یونیورسٹی کے پروفیسر احمد امین خربی بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو چکے تھے۔ مجاہد پولینڈ ان کے علاوہ بھی کئی ایک معززین تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچا چکے تھے۔ پولینڈ کے سب سے پرانے اور بارسوخ اخبار CZAS کے مالک اور منیجر COUNT A ROMER کو خاص طور پر تبلیغ کی جس کی بنا پر کاؤنٹ موصوف نے اپنے قلم سے ایک مقالہ لکھ کر مجاہد پولینڈ سے ملاقات اور احمدیت کا خاص طور پر ذکر کیا۔

اخبار مذکور کے Sunday Adition مؤرخہ 9 جولائی 1937ء میں شائع ہونے والے مضمون کا ترجمہ اخبار الفضل قادیان میں درج ذیل الفاظ میں شائع ہوا:

> ”کل ہمارے دفتر میں ایک غیر ملکی مہمان تشریف لائے۔ یہ چودھری حاجی احمد خان ایاز ہیں جو بوڈاپسٹ میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد اسلام کی جماعت احمدیہ کی طرف سے جس کا ہیڈ کوارٹر قادیان ہندوستان ہے بطور مبلغ پولینڈ بھیجے گئے ہیں، آپ ہنگری زبان بھی شستگی سے بولتے ہیں۔
>
> ہمیں اپنے مہمان کے ذریعہ معلوم ہوا کہ جماعت احمدیہ کے بانی حضرت احمد علیہ السلام ہیں جو 1908ء میں مرفوع الی اللہ ہوئے۔ حضرت احمد علیہ السلام مسیح موعود اور مہدی ہیں اور وہی موعود نبی ہیں جن کی تمام اقوام عالم کو انتظار تھی۔ حضرت احمد علیہ السلام نے دعویٰ فرمایا کہ آپؑ پہلے تمام نبیوں کے بروز اور آسمانی طاقتوں کے حامل ہو کر اس دنیا میں آئے ہیں تا خدا تعالیٰ کی ابدی اور اعلیٰ تعلیم جو قرآن کریم میں لکھی ہوئی ہے اس کو زندہ کریں اور اس کے صحیح مطالب لوگوں کو سمجھائیں۔
>
> اس جماعت کا مقصد صرف یہی نہیں کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک ہاتھ پر جمع کر کے حقیقی اسلام کی روح ان میں پیدا کریں بلکہ دہریوں کو ایمان کی روشنی سے منور کرنے کے علاوہ عیسائیوں کو خاص طور پر اسلام میں داخل کرنا اس کا نصب العین ہے کیونکہ عیسائی اقوام اسی ایک خدا پر ایمان رکھنے اور اسلام ہی کے ایک گزشتہ نبی یعنی مسیح کی پیروی کے باوجود مسلمانوں سے الگ تھلگ چلی آتی ہیں۔ آج کل جماعت احمدیہ اسلامیہ کی عنان حضرت احمد علیہ السلام کے جانشین ثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ میں ہے جو فی زمانہ ”خلیفۃ الاسلام“ ہیں۔ (اس سے قبل خلیفۃ الاسلام کا لقب صرف سلطان ترکی کے لیے تھا۔) اسلام کی بڑی بڑی جماعتیں احمدیہ نظام کے ماتحت

دنیا کے تمام ممالک میں قائم ہو چکی ہیں اور امریکہ اور شمالی وجنوبی، انگلینڈ، فرانس، اٹلی، ہنگری، پولینڈ، جاپان، فلسطین، افریقہ، چین اور جاوا میں جماعت ہائے احمدیہ قائم ہیں۔ ہمارے معزز مہمان کو بھی بوڈاپسٹ میں نو مسلموں کی ایک اچھی خاصی جماعت قائم کرنے کا فخر حاصل ہے اور اہل ہنگری اور ملک ہنگری کے وہ بہت مداح ہیں۔

مسٹر ایچ اے ایاز خان پولینڈ میں بھی خوش ہیں۔ پولینڈ پر وہ خاص طور پر اس لیے خوش ہیں کہ یہاں کی حکومت پولینڈ کے مسلمانوں پر امداد اور حفاظت کا سایہ رکھتی ہے۔ پولینڈ کے مسلمانوں کے ساتھ ہمارے معزز مہمان نے نہایت گہرے تعلقات قائم کر لیے ہیں اور وہ امید رکھتے ہیں کہ پولینڈ کا اسلامی دنیا سے پھر تعلق ہو جائے گا۔ پولینڈ اس وقت اسلامی ممالک کے ساتھ بہت کم تجارت کرتا ہے لیکن ان کی مساعی اور پروپیگنڈا سے عام تجارت میں فروغ ہونے کے علاوہ ہماری Metal Industry کی برآمد میں بھی شاندار نتائج پیدا ہوں گے۔

مسٹر ایاز خان اپنے مذہبی مقاصد کی کامیابی پر بہت پُر اُمید دل کے ساتھ کہتے ہیں کہ مارشل پلسد کی Marshal Pilsudki نے جو پولینڈ میں قومی بیداری اور حب الوطنی پیدا کر دی ہے وہ اسلام کی اس ملک میں ترقی کے لیے کھاد کا کام دے گی مگر اس کا سب سے دلچسپ ریمارک یہ تھا کہ مذہبی قدامت پسندی اور عیسائیت کی فوق الفہم تعلیم جو عملی زندگی میں مذہب کے اصول توڑنے پر مجبور کرتی ہے جیسا کہ آئے دن متعدد طلاق ناموں سے ظاہر ہے۔ یہ سب حالات پولینڈ کو براہ راست برکت وسلامتی کے حامل مذہب اسلام کی آغوش میں آنے کی طرف دھکیل رہے ہیں اور اسی وجہ سے مسٹر ایچ اے ایاز کی نظروں میں ونڈسر کا شہزادہ بھی اسلامی تعلیم کی اشاعت کرنے والا ہے۔

اس کے بعد ہمارا غیر ملکی مہمان ہم سے رخصت ہوا اور وعدہ کر گیا کہ اپنے ابتدائی تجربات اور کامیابی کے بعد وہ پھر ہماری ملاقات کو آئے گا۔"

(بحوالہ الفضل قادیان 26 ستمبر 1937ء صفحہ 9)

وارسا میں احمدیت کے متعلق کامیاب لیکچر

مکرم ایاز خان صاحب نے 16 اگست 1937ء شام چھ بجے Hygienic Society وارسا کے ایک بڑے ہال میں J.J. Pelezynski Excotic India پر لیکچر دیا اس موقع پر تمام اخبارات، حکومت کے دفاتر، سفارت خانوں، قومی اداروں اور وزارتوں کے نمائندے موجود تھے۔ خاص وعام سے ہال کھچا کھچ بھر

گیا۔ اس موقع پر چونکہ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی ممبر حکومت ہند بھی ان دنوں ایاز صاحب کی تحریک پر ہنگری سے پولینڈ تشریف لائے ہوئے تھے اس لیے آپؓ بھی بنفس نفیس جلسہ کی رونق بڑھانے کے لیے ہال میں تھوڑی دیر کے لیے تشریف لائے۔ پوسٹروں، دعوت ناموں اور اخبارات کے ذریعہ کئی دن پہلے سے لیکچر کی بڑی دھوم تھی۔ اس لیکچر کی روداد بتاتے ہوئے الفضل قادیان لکھتا ہے:

> ”سب سے پہلے مسٹر Robert Seszkiewicz نے انگریزی اور پولش زبان میں سر ظفر اللہ خان صاحب کی خدمت میں وارسا پبلک کی طرف سے ایڈریس پڑھا اور پولینڈ کے معزز مہمان کو خوش آمدید کہا۔ بعدہٗ مسٹر J. pelezynski نے ہندوستان کے متعلق لیکچر دیا اور میجک لنسٹرن کے ذریعہ تصاویر دکھائیں ہندوستان کی مذہبی زندگی کی تصاویر میں صرف قادیان کے مناظر، مسجد اقصیٰ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کے فوٹو دکھائے۔ جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فوٹو سامنے آیا تو خاکسار اپنی کرسی سے اُٹھ کر سٹیج پر آ گیا اور پولش زبان میں کہا:
>
> ”یہ ہے وہ مسیح موعود جس کی انتظار میں دنیا کی آنکھیں تھک گئیں۔“
>
> پولش زبان میں بلند آواز سے ایک ہندوستانی کے منہ سے سنتے ہی تمام پبلک نے اس قدر خوشی کا اظہار کیا کہ دو تین منٹ تک لگاتار تالیاں بجتی رہیں۔ پھر خاکسار نے حضرت مسیح موعودؑ کے مختصر حالات پولش زبان میں سنائے۔ پھر جب میرے آقا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی کا فوٹو نمودار ہوا تو میں نے کہا:
>
> ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو حقیقی اسلام دنیا میں دوبارہ لائے مگر اسلام کی خلافت کی شان اور عظمت کو پھر بلند کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے حضرت احمد علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ ’سب مسلمانوں کو جو رُوئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ اور اس کام کی تکمیل کے لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں تیری جماعت کے لیے تیری ذُرّیت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے۔ پس اے وہ لوگو! جو حق اور سچائی کو پسند کرتے ہو دیکھ لو یہ اس کا فوٹو ہے اور اس کا نام محمود خلیفۂ اسلام ہے۔ یہی وہ اُولوالعزم خلیفہ ہے جس نے دین اسلام کی شان ایسی بلند کی کہ آج دنیا کے مختلف ممالک میں میرے جیسے کئی غلام شانِ محمود کے مظہر ہیں اور آج اسلام کی صرف ایک ہی خلافت ہے جس کا پایۂ تخت قادیان ہے اور جس کے مناظر اور بلند مینار ابھی آپ نے دیکھے ہیں۔

پبلک نے اس بارے میں اس قدر گہری دلچسپی لی کہ مسٹر Daszkiewicz نے میرا مضمون ''احمدیت کیا ہے؟'' پولش زبان میں اسی وقت پڑھ کر سنایا۔ پھر خاکسار نے لیکچرار کے لیکچر پر مختصر سا تبصرہ کیا کہ غیر ممالک کے حالات اور غیر قوموں کے تمدنی اور معاشرتی پہلو اس طریق سے بیان کرنے چاہئیں کہ زیادہ نظر خوبیوں اور اخلاق پر پڑے نہ کہ بیکانیر کی مزدور عورتوں کے ننگے پیٹ دکھا کر سارے ہندوستان کو بدنام کیا جائے۔

پھر میں نے بتایا کہ ہندوستان بے چارے سے بھی یورپ کے لوگ اسی طرح ناواقف ہیں جس طرح اسلام سے! اس لیے میں نے حاضرین سے کہا کہ آپ اگر حقیقی اسلام کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مشرق اور مغرب دونوں کا ملاپ کتنا آسان ہے اور احمدیت کی تعلیم کس طرح ہر مذہب و ملت کے عقلمند انسانوں کے لیے قابل قبول ہے۔

خاکسار

ایاز مجاہد پولینڈ۔''

(الفضل قادیان 22 ستمبر 1937ء)

تعارفی کارڈ

مکرم حاجی احمد خان صاحب نے پولینڈ میں بھی اپنا ایک سادہ سا تعارفی کارڈ بنوایا اور ہر ایک ملنے والے کو جان پہچان کے لیے دیتے تھے اس کارڈ کا عکس درج ذیل ہے:

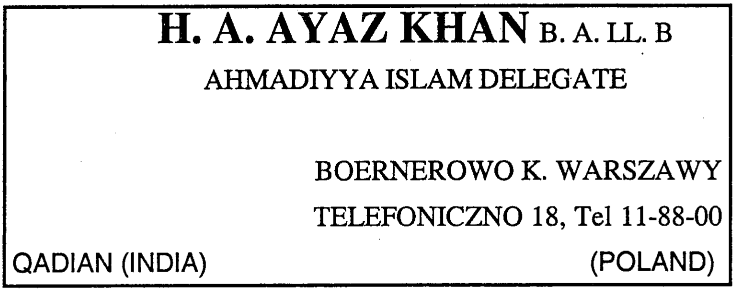

H. A. AYAZ KHAN B. A. LL. B
AHMADIYYA ISLAM DELEGATE

BOERNEROWO K. WARSZAWY
TELEFONICZNO 18, Tel 11-88-00
QADIAN (INDIA) (POLAND)

حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ پولینڈ میں

1937ء میں حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے مکرم ایاز صاحب کے بار بار اصرار پر ہنگری اور پولینڈ کا دورہ کیا۔ اس وقت ایاز صاحب ہنگری سے پولینڈ جا چکے تھے۔ چنانچہ حضرت چودھری صاحبؓ نے پہلے پولینڈ کا دورہ کیا اور پھر ہنگری تشریف لے گئے۔ آپؓ کے اس دورہ کی خبریں اخبارات میں شائع ہوئیں۔ چنانچہ ایک فرانسیسی اخبار LECHO نے اپنی 18 اگست 1937 کی اشاعت میں حضرت چودھری صاحبؓ کے پولینڈ آنے کا تذکرہ بڑے شان دار الفاظ میں کیا اور ہوائی جہاز سے اُترتے ہوئے تصویر بھی اُتاری اور شامل اشاعت کی۔ یہ تذکرہ الفضل قادیان کی 5 ستمبر 1937ء کی اشاعت میں شامل ہوا الفضل میں یہ خبر یوں شائع ہوئی:

> ”سر محمد ظفر اللہ خان رکن حکومت ہند وزیر تجارت و ذرائع آمد و رفت 15 اگست کو وارسا کے ہوائی مرکز پر اپنے پرائیویٹ ہوائی جہاز Lock Head کے ذریعہ اُترے۔ آپ کے سیکریٹری مسٹر نصیر احمد بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حکومت ہند کا وزیر وارسا میں خلیفۃ الاسلام کے نمائندہ احمد خان ایاز کے ہاں دو دن مہمان رہا۔ ہوائی مرکز پر سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے استقبال کے لیے کافی ہجوم تھا جس میں Mr. Kurmatowski معتمد وزارت تجارت Mr. Sweijkowski سیکریٹری وزارت خارجہ M. Speight سیکریٹری سفارت برطانیہ ایچ اے ایاز خان اور M. Kryczynski ایڈووکیٹ جنرل و پریذیڈنٹ مسلمانانِ پولینڈ قابل ذکر ہیں۔
>
> سر محمد ظفر اللہ خان صاحب ہندوستان کے اعلیٰ طبقہ میں سے ہیں۔ آپ لمبے قد کے مضبوط جوان ہیں۔ آپ کی آنکھیں چمکیلی ہیں۔ آپ یوروپین لباس پر سرخ ترکی ٹوپی پہنتے ہیں۔ جونہی آپ وارسا میں تشریف لائے آپ مسلم کانفرنس میں شامل ہونے کے لیے وارسا کے قریب نئی آبادی Boernerown میں تشریف لے گئے جہاں مسلمانوں نے آپ کی آمد پر بہت سے معززین کو دعوت طعام دی۔ اسی شام کو مسٹر Avling سفیر برطانیہ کے ہاں آپ مدعو تھے۔ دوسرے دن وزیر تجارت پولینڈ اور چیمبر آف کامرس کی طرف سے آپ کے اعزاز میں دعوت ہائے طعام دی گئیں۔ سر ظفر اللہ خان نے وارسا کی مسجد کی بنیاد اور شہر کا معائنہ کیا بعدہٗ آپ پراگ اور بوڈاپسٹ کی طرف بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوئے جہاں آپ مسلم نوآبادیوں اور خلیفہ عبد عبدالرحمٰن وگل بابا کی یادگاریں دیکھیں گے۔ آپ کا سفر یورپ ہندوستان کے تجارتی تعلقات کو فروغ دینے کی غرض سے

ہے۔ آپ جلد ہی واپس لنڈن جا کر ہندوستان اور انگلستان کے مابین نئے تجارتی عہد نامہ کے متعلق کام کریں گے۔

پولینڈ کے اخباروں نے وزیر حکومت ہند سے ہندوستان کے حالات حاضرہ اور نئے تجارتی عہد نامہ کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے ہندوستان کی بہتری کے لیے کوششوں اور ملک کے لیے مفید نتائج پیدا ہونے کا اظہار کیا۔ جب مسئلہ فلسطین اور شاہی کمیشن کی رپورٹ کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے کہا: ”ہم اس رپورٹ کو پسند نہیں کرتے اور جس طرح یہودیوں کی ہمدردی یہودیوں کے ساتھ ہے اسی طرح ہماری پوری پوری ہمدردی عربوں کے ساتھ ہے۔“

(الفضل قادیان 5 ستمبر 1937ء صفحہ 2)

پولینڈ کے ایک اخبار میں ذکر

پولینڈ کے مشہور اور سب سے چوٹی کے اخبار Illustrowony Kurjer Codzienny نے اپنی 19 اگست کی اشاعت میں مسلم کانفرنس کے موقع کی فوٹو کے ساتھ جو مضمون اپنے چیف ایڈمنسٹریٹر Count Albert Suminski کے قلم سے شائع کیا اُس کا اردو ترجمہ الفضل قادیان کی اشاعت 5 ستمبر میں شائع ہوا یہ ترجمہ پیش خدمت ہے:

”وزیر ایمپائر ہندوستان مسلمانان پولینڈ کا مہمان

وارسا 16 اگست۔ کل چودھری سر محمد ظفر اللہ خان وزیر تجارت حکومت ہند کا حکومت پولینڈ چودھری ایچ اے خان ایاز اور نعمان مرزا پریذیڈنٹ مسلمانان پولینڈ نے شاندار خیر مقدم کیا۔ بعد دوپہر مسلمانوں نے سر موصوف کے اعزاز میں دعوت طعام دی جس میں اُمرائے حکومت کے علاوہ پولینڈ کے مختلف شہروں مثلاً Wilno Nowogrodek اور وارسا کے مسلمانوں کے نمائندے اور امام بھی شامل تھے۔

روس اور قوقاز کے پناہ گزیں مسلمانوں میں مسٹر Dzabegi اور کرنل Kazbek جیسی ہستیاں بھی موجود تھیں۔

یورپین ہوٹل میں چند منٹ ٹھہرنے کے بعد سر ظفر اللہ خان صاحب موٹر پر سوار ہو کر ایاز خان کے مکان واقع نوآبادی Beornerowo میں تشریف لے گئے۔ اس جلیل القدر مہمان کا لباس

ایاز خان سے مختلف تھا۔ آپ یورپین لباس کے ساتھ خوشنما پھندنے والی ترکی ٹوپی پہنے تھے۔ سر ظفر اللہ خان لمبے قد کے مضبوط اور چست جوان ہیں۔ آپ کا چہرہ بشاش اور چھوٹی داڑھی سے پر رعب تھا۔ آپ انگریزی جانتے ہیں مگر آپ کی انگریزی گفتگو میں حیرت انگیز صفائی اور شستگی ہے۔

وارسا میں آپ اپنے ہوائی جہاز ''لاک ہیڈ'' ایلیکٹر ٹائپ کے ذریعہ ایک بج کر تیس منٹ پر پہنچے صبح آٹھ بجے روانہ ہو کر صرف Riga میں پٹرول لینے کی غرض سے ٹھہرے تھے۔ ایاز خان نے حاضرین کے ساتھ آپ کا تعارف کرایا اور سفر کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد ایاز خان نے میزبان کی حیثیت سے ہم سب کو دستر خوان پر دعوت دی۔ دعوت طعام عام تھی اور کھانے نہایت نفیس تھے۔

گفتگو

جونہی کہ کھانا ختم ہوا میں نے سر موصوف سے پولینڈ میں تشریف آوری کے متعلق پوچھنا شروع کر دیا۔ آپ نے بتایا کہ کئی ہفتوں سے آپ حکومت ہند کی طرف سے حکومت برطانیہ کے ساتھ نئے تجارتی عہد نامہ کے لیے لنڈن میں مصروف کار تھے۔ اب چونکہ عہد نامہ کے اربابِ گفت وشنید گرمیوں کی رخصتوں پر چلے گئے ہیں اس لیے میں نے ہندوستان کے تجارتی تعلقات بڑھانے کی خاطر اور یورپ کی تجارت اور دستکاریوں سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان ممالک کا سفر اختیار کیا ہے۔ پولینڈ سے ہمارے بہت تعلقات ہیں۔ ہم یہاں سے مختلف مشینیں درآمد کرتے ہیں اور چاول، قالین، چمڑہ اور تیل اس ملک کو بھیجتے ہیں۔ میرے علم میں ابھی ہر دو ممالک کے بیشتر فائدہ کے لیے بہت بڑی ممکنات ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ پولینڈ کے وزیر تجارت سے ان اُمور کی نسبت گفت وشنید کروں۔

میں نے پوچھا نئے آئین کے ماتحت انگلستان اور ہندوستان کے تعلقات کیسے ہو رہے ہیں؟

فرمایا: اس نئے آئین کے دو حصے ہیں ایک تو وہ ہے جو یکم اپریل سے صوبہ جات میں نافذ ہے اور دوسرا مرکزی یا فیڈریشن سکیم پر مشتمل ہے جو آہستہ آہستہ عمل میں آئے گا۔ تعلقات کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں کیونکہ نئے آئین میں بہت سے دُور رَس اور قومی فوائد مضمر ہیں جو ہندوستان کی بہتری کے حامل ہیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ بہت جلد ڈومینین سٹیٹس حاصل کریں۔ چھ صوبوں میں اب کانگریس پارٹی حکمران ہے جو کہ پہلے مرکزی حکومت کے خلاف تھی۔

میں نے سوال کیا فقیر ایپی کی شورش کی کیا وجوہات تھیں؟

فرمایا: اس شورش کی وجوہ تو اقتصادی تھیں لیکن اگر کسی نے ضرور لڑائی چھیڑنی ہو تو پھر ہر وجہ معقول بن سکتی ہے۔

میں نے دریافت کیا: اب آپ وارسا کے بعد کہاں تشریف لے جائیں گے؟

فرمایا: وارسا کے بعد پریگ، وی آنا، بوڈاپسٹ اور جنیوا سے ہوتا ہوا واپس انگلینڈ جاؤں گا جہاں تجارتی گفت و شنید کا سلسلہ جاری رہے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ عہد نامہ اب نئے طریق سے زندہ ہوگا جس سے ہندوستان کے لیے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل ہوسکیں گے۔ مجھے اپنے ملک کے مفاد کا انتہائی خیال ہے اور بحیثیت وزیر تجارت و ذرائع آمد و رفت مجھے مادرِ وطن کی بہبودی سے گہری دلچسپی ہے۔ اب مستقبل قریب میں حکومت ہند کے شعبہ جات کو ہم نئی ترتیب دیں گے اور اس نئی مرتب شدہ حکومت میں تجارت کے علاوہ پبلک ورکس اور انڈسٹری کے محکمہ جات بھی میرے سپرد ہوں گے۔

نماز

ہم یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ایاز خان نے ہمارے پاس آ کر کہا: ''نماز کا وقت ہوگیا ہے!'' سر ظفر اللہ خان چونکہ احمدی ہیں اس لیے فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور مکمل وضو تو آپ نے دعوت طعام سے پہلے ہی کر لیا تھا اب صرف ہاتھ دھوئے اور کلی کی۔

اِسی اَثنا میں باقی سب نے کالی ٹوپیاں سر پر لیں اور رنگا رنگ کے کلاہ پہن لیے اور تمام مسلمان ایک کمرہ میں داخل ہو گئے جہاں نماز کے لیے قالین پہلے ہی بچھے ہوئے تھے۔ وارسا کے نزدیک پولینڈ کے عین وسط میں امام کی اذان، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے الفاظ سے شروع ہو کر آسمانی فضا میں گونج کر دلوں میں جادو کا اثر کر رہی تھی۔ پھر ایاز خان نے امامت کی اور ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

خالص مذہبی کانفرنس

نماز ادا کرنے کے بعد تمام مسلمان صحن میں جمع ہوئے جہاں ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی افتتاحی تقریر نعمان مرزا کریزنسکی پریذیڈنٹ مسلمانانِ پولینڈ نے کی جس میں

مسلمانان پولینڈ کی طرف سے سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو خوش آمدید کہا اور مختصر الفاظ میں ہندوستان کی اس زبردست ہستی اور اپنے مسلمان بھائی سے اظہارِ عقیدت و اخلاص کیا۔ اس کے جواب میں سر ظفر اللہ خان صاحب نے پولینڈ میں سات ہزار مسلمانوں کی موجودگی اور صدیوں سے اپنے مذہب کو برقرار رکھنے کے منظر پر خوشی کا اظہار کیا اور تقریر کے اختتام پر احمدیت کی سچائی پر جوشیلے الفاظ میں زور دیا۔ جماعت احمدیہ مشرق کے علاوہ یورپ میں بہت ترقی کر رہی ہے۔ پھر دو اور تقریریں ہوئیں اور ایاز خان کی آخری تقریر کے بعد کانفرنس ختم ہوئی۔"

(الفضل قادیان 5 ستمبر 1937 صفحہ 5و6)

بوڈاپسٹ، وارسا اور چیکوسلوا کیہ سے خطوط

ایازؔ صاحب نے بوڈاپسٹ، وارسا اور چیکوسلوا کیہ میں قیام کے دوران اپنے والد محترم کو کچھ خطوط لکھے جن میں سے تین خطوط دورانِ تحقیق مل سکے ہیں ان کے متن بھی ازدیادِ ایمان کے لیے ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں:

بوڈاپسٹ سے

بوڈاپسٹ
01-02-1937

والد صاحب قبلہ وکعبہ جانِ من!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج مولوی سعدالدین صاحب کا خط آیا انہوں نے اطلاع دی ہے کہ آپ بھی قادیان تشریف گئے تھے۔ مجھے یہ پڑھ کر اس قدر خوشی ہوئی کہ سجدۂ شکر ادا کیا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ بہت ہی مبارک موقع دیا ہے۔ میں اب بالکل تندرست ہوں اور آپ کے قادیان جانے سے میرے سب غم دور ہو گئے ہیں۔ فرمایئے آپ کس طرح وہاں رہے؟ اختر صاحب اور حضرت صاحب سے کیا کچھ بات چیت ہوئی؟ اور کیا قادیان کی برکات معلوم ہوئیں؟ کیا وہ جہلم والی بیعت دوبارہ تازہ ہوئی یا نہ؟ آپ مفصل حالات سے مطلع فرمائیں۔

میں اب مصر نہیں جاؤں گا یہاں ہی رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ بڑے بڑے آدمی اسلام میں داخل ہو کر احمدیت کے نور سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ کافی جماعت پیدا ہو چکی ہے۔ الحمدللہ

جماعت احمدیہ کھاریاں کو سلام علیکم اور دعا کی درخواست ہر جمعہ پر کراتے رہیں۔

سب برادری کو سلام وعلیکم۔ چچا ابراہیم کو سلام علیکم۔ امید ہے کہ وہ بھی آپ کے قادیان جانے سے بہت خوش ہوئے ہوں گے۔ غلام احمد اور برادرم محمد خان بھی خیریت سے ہوں گے۔ بھائی غلام محمد صاحب کے خط کی انتظار میں ہوں کہ وہ قادیان کے حالات خوب لکھیں گے۔ راج بیگم کو سلام وعلیکم، یوسف اور عادل کو پیار، ہمشیرہ نور بیگم کو ادب سے سلام۔

والسلام

آپ کا فرزند

حاجی احمد خان ایاز

وارسا پولینڈ سے خط

وارسا
29-12-1937

بخدمت والدم چودھری کرم دین صاحب کسانہ
بمقام کھاریاں ضلع گجرات پنجاب براستہ قادیان
والد صاحب قبلہ دَامَ ظِلُّکُمْ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

بعد آداب فرزندانہ عرض ہے کہ عرصہ سے میں آپ کو خط نہیں لکھ سکا اور اب دیر نہیں کروں گا انشاء اللہ۔ برادرم غلام محمد صاحب کا لکھا ہوا مفصل خط پہنچ گیا ہے۔ حالات سے آگاہی پا کر خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت سے رکھے۔

کیا آپ قادیان تشریف لے گئے تھے؟ حضرت اقدس کے ہاتھ چومے تھے یا نہ؟ آپ کو تو ہم سے بھی زیادہ عشق و محبت ہے اپنے امام اور خلیفہ سے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اور ترقی دے۔

ہمشیرہ نور بیگم صاحبہ اور بھائی کرم خاں کے لیے میں اکثر دعا کرتا رہتا ہوں اور میں ان کے احسانات کا بہت ہی ممنون ہوں اللہ تعالیٰ ان کی ساری مرادیں پوری کرے گا۔

یوسف، عادل اور ان کی والدہ کو سلام اور دعا کی عرض، چچا ابراہیم صاحب اور غلام احمد کو خاص طور پر سلام علیکم۔ سب برادری کو سلام وعلیکم۔

میں اب وارسا شہر میں آ گیا ہوں اس لیے میرا نیا پتہ یہ ہے

H.A. Ayaz Khan,
Ul. Elektoralna, 28 m. 12,
Warsa,
Poland.

سب برادری اور جماعت احمدیہ کو سلام علیکم۔

اب کام نیا ہے اور بہت دعاؤں کا محتاج ہوں۔ دعا فرماویں کہ اس عاجز کو دین کی خدمت کا پورا

پورا موقع ملے اور آپ کا یہ نالائق فرزند بھی خدا تعالیٰ اور اس کے خلیفہ کی بارگاہ میں دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کرے۔

اللہ تعالیٰ ہی کے آپ حوالے ہیں اور میں بھی اسی کی پناہ میں ہوں۔ کوئی غم و فکر نہ کریں خدا مل جائے تو سب کچھ مل جائے گا اسی حصول کے لیے دعا فرمایا کریں۔

والسلام

آپ کا دعا گو اور طالب دعا فرزند

حاجی احمد خان ایاز مجاہد پولینڈ

چیکوسلواکیہ سے خط

پریگ (چیکوسلواکیہ)

20-05-1938

حضرت والد صاحب قبلہ دام ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرصہ تین سال وقف زندگی کا ختم ہونے کے بعد حضور امیر المؤمنین نے واپس ہندوستان آنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ الحمدللہ کہ احمدیت کی خدمت کا موقع اچھی طرح ملا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اب میں 30 مئی کو یہاں سے انشاء اللہ روانہ ہو کر 15 جون کو قادیان پہنچنے کا ارادہ رکھتا ہوں آگے جو خدا کو منظور ہے دعا فرماویں۔ قادیان پہنچنے کی اصل تاریخ کا پتہ آپ کو اخبار الفضل کے ذریعہ لگ ہی جائے گا۔

ہمشیرہ صاحبہ کو دعائے بندگی، یوسف کی والدہ کو سلام وعلیکم، یوسف اور عادل کو پیار اور کہنا کہ ابا آرہا ہے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ خیر و برکت اور سلامتی کے ساتھ واپس لائے اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو۔ آمین

تمام برادری اور جماعت احمدیہ کو سلام علیکم اور دعا کی درخواست۔

والسلام

طالب دعا و دعا گو

آپ کا فرزند

ایاز خان

قادیان واپسی

یورپ میں اپنے تین سال کا وقف پورا کرنے کے بعد ایاز صاحب واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ جولائی 1938ء میں قادیان واپسی پر چیکوسلواکیہ کے دارالحکومت پراگ سے آپ نے بیرن پیرینی (ہنگری) کو خط لکھا اور اطلاع دی کہ اب وہ جرمنی اور فرانس سے گزرتے ہوئے مارسیلز جہاز پر سوار ہو کر قادیان واپس جا رہے ہیں۔ ان کا جواب ایاز صاحب کو قادیان میں موصول ہوا۔ ان کے جواب کا متن اور اس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔

Budapest, 1938, Augusztus

Kedves Ayaz Khan! Megkaptam kadves levelet udvozletet hazaindulase ellot s nagyon koszonom azokat a szavakat, melyekkelmagyarosz agrol es rolunk magyarobrol megemlekezet. Halasak othon Indiaban is kesz foglelhozui a magyar uggyel s amennyiben ez iranyban valamilyen keresunk lesz szinees engedelmevel Tevyleg kerni fogjuk a segitseget

Minden jot kivan szive lyes udvozlettel

oszinte kesz hive.

Perenyi

ترجمہ: از بوڈاپسٹ ۔ اگست 1938ء

پیارے ایاز خان! وطن کو روانہ ہوتے وقت جو الوداعی خط آپ نے لکھا اس کا بہت بہت شکریہ! اور آپ کو گھر جانے پر مبارک باد۔ آپ کا تپاک کے ساتھ ہم ماجروں کو یاد کرنا اور مجرستان کا خیال رکھنا خاص طور پر قابل شکریہ امور ہیں اور ہم بھی آپ کو ہمیشہ محبت سے یاد کرتے رہا کریں گے۔ ہمارے لیے یہ مسرت اور تسلی کا موجب ہے کہ اب ہمارا ایک محرم دوست اور دلی خیر خواہ ہندوستان میں موجود ہو گا جس سے ہم ہر وقت کھلے دل سے دعا و مدد کی درخواست کر سکیں گے۔

آپ کا دلی خیر خواہ اور ہمیشہ کے لیے مخلص دوست ۔ پیرینی

(مجاہد ہنگری صہ 135-136)

قادیان دارالامان

اس کامیاب مراجعت کا ذکر الفضل قادیان میں ان الفاظ میں ملتا ہے:

> ”قادیان 27 جولائی۔ ہمارے مجاہد بھائی چودھری حاجی احمد خان صاحب ایاز بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی جو جنوری 1936ء میں تحریک جدید کے ماتحت تبلیغ اسلام کے لیے بوڈاپسٹ (ہنگری) تشریف لے گئے تھے اور پھر وہاں کے مشن کو مولوی محمد ابراہیم صاحب ناصر بی۔ اے کے سپرد کر کے قریباً ایک سال کا عرصہ ہوا وارسا (پولینڈ) تشریف لے گئے مگر وہاں بعض ناقابل حل مشکلات کی وجہ سے زیچوسلواکیہ میں چلے گئے تھے، اب وہاں سے کل ساڑھے نو بجے کی گاڑی سے تشریف لائے۔ بہت سے احباب باوجود بارش کے اپنے مجاہد بھائی کے استقبال کے لیے سٹیشن پر موجود تھے۔ گاڑی آنے پر اللہ اکبر، حضرت امیر المومنین زندہ باد، مجاہد تحریک جدید زندہ باد کے نعرے بلند کئے گئے۔ چونکہ ایاز صاحب نیشنل لیگ کور کے سالارِ جیش اور قائد اعظم رہ چکے ہیں اِس لیے کور کے والنٹیئر ز بالخصوص باوردی استقبال کے لیے موجود تھے۔“

(الفضل قادیان 29 جولائی 1938ء)

یوں ہنگری، پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں ایک سنہرا اور کامیاب دور گزار کر ایاز صاحب واپس وطن تشریف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دوران آپ پر بے انتہا فضل نازل فرمائے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ
پولینڈ میں 1938ء کی یادگار تصاویر

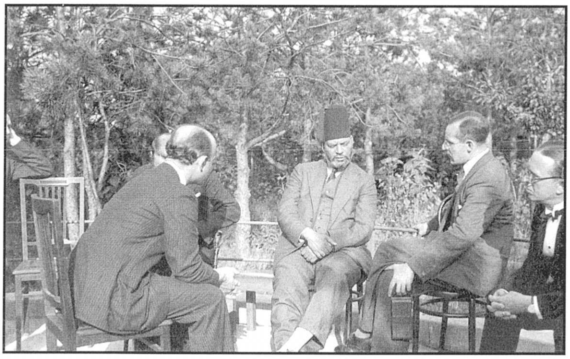

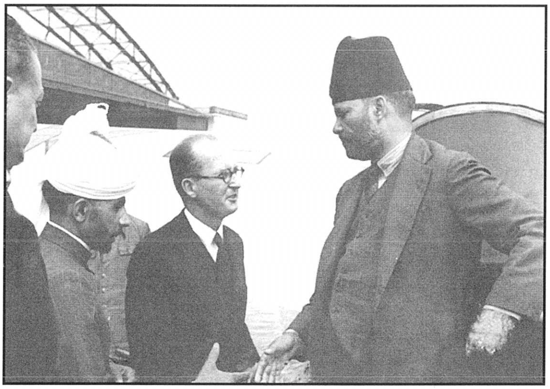

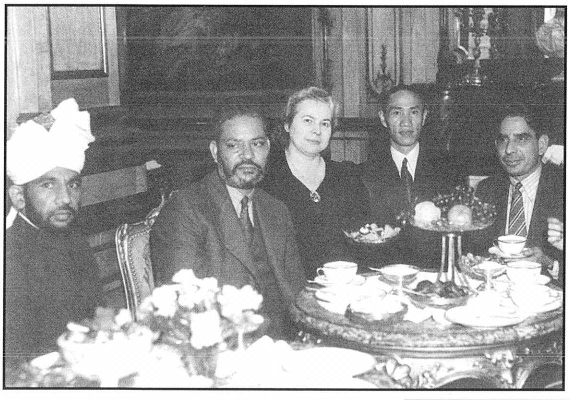

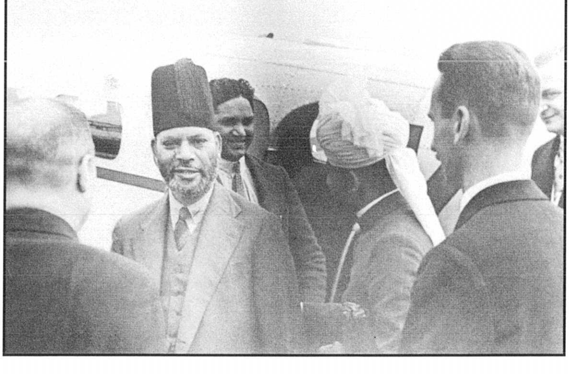

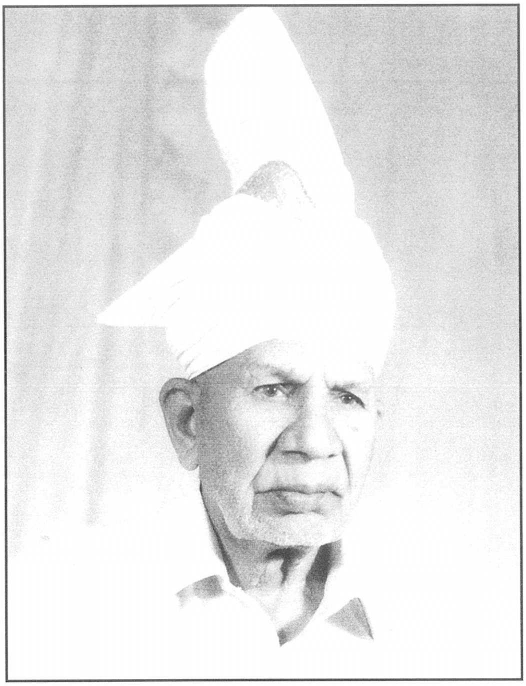

کیپٹن حاجی احمد خان صاحب ایاز امیر جماعت احمدیہ کھاریاں

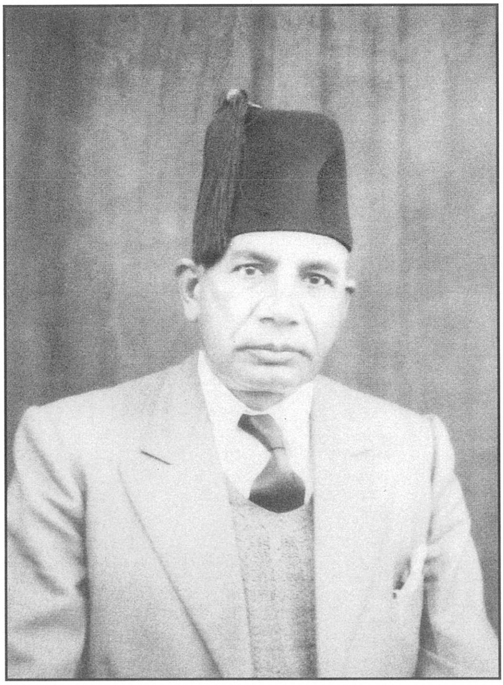

کیپٹن حاجی احمد خان صاحب ایاز بطور وکیل

ایاز صاحب بطور منیجر ایمپلائمنٹ ایکسچینج

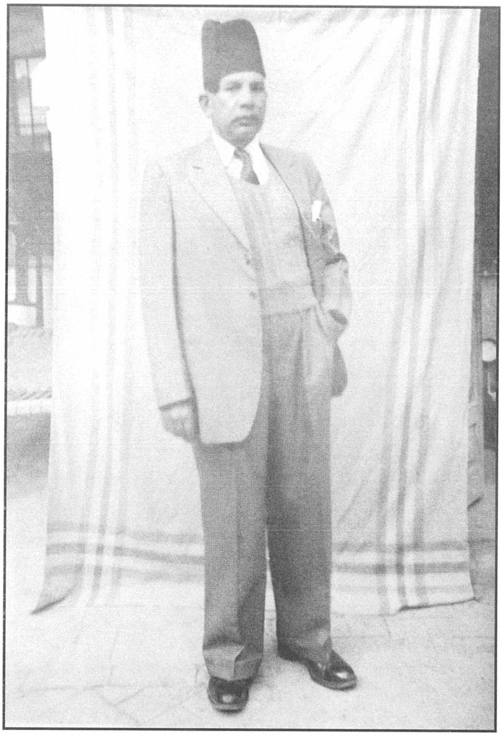

مکرم محمد یوسف ایاز صاحب اپنے والد
مکرم حاجی احمد خان صاحب ایاز
مجاہد ہنگری کے ساتھ ایاز باغ کھاریاں میں

مجاہد ہنگری اپنے پوتے مکرم یحییٰ ایاز صاحب
کی شادی کے موقع پر

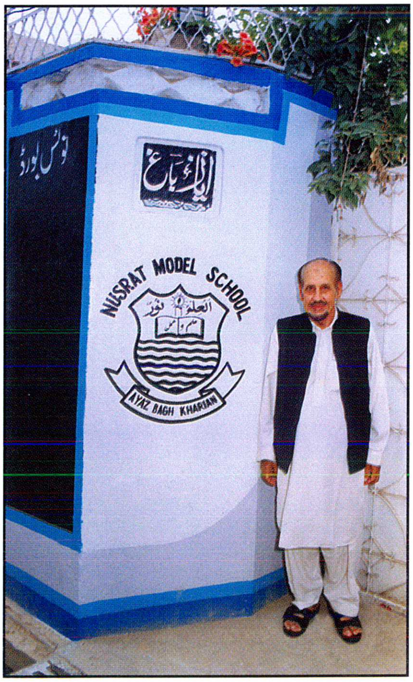
نوٹس بورڈ
ایاز باغ
NUSRAT MODEL SCHOOL
العلم نور
AYAZ BAGH KHARIAN

مکرم محمد یوسف ایاز صاحب ایاز باغ کھاریاں میں

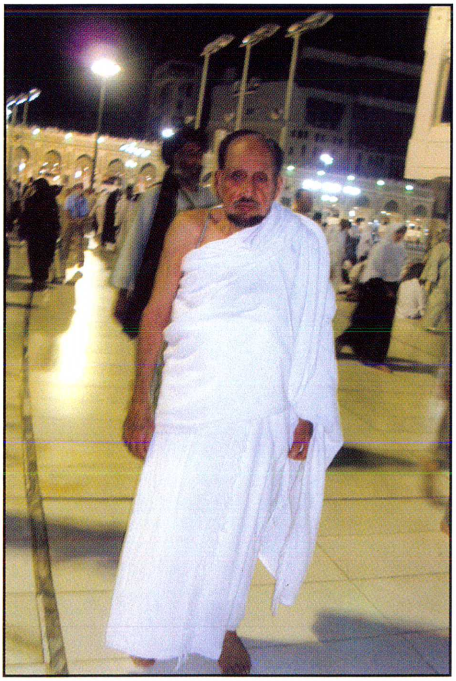

مکرم محمد یوسف ایاز صاحب 2009ء حج کی سعادت پائی

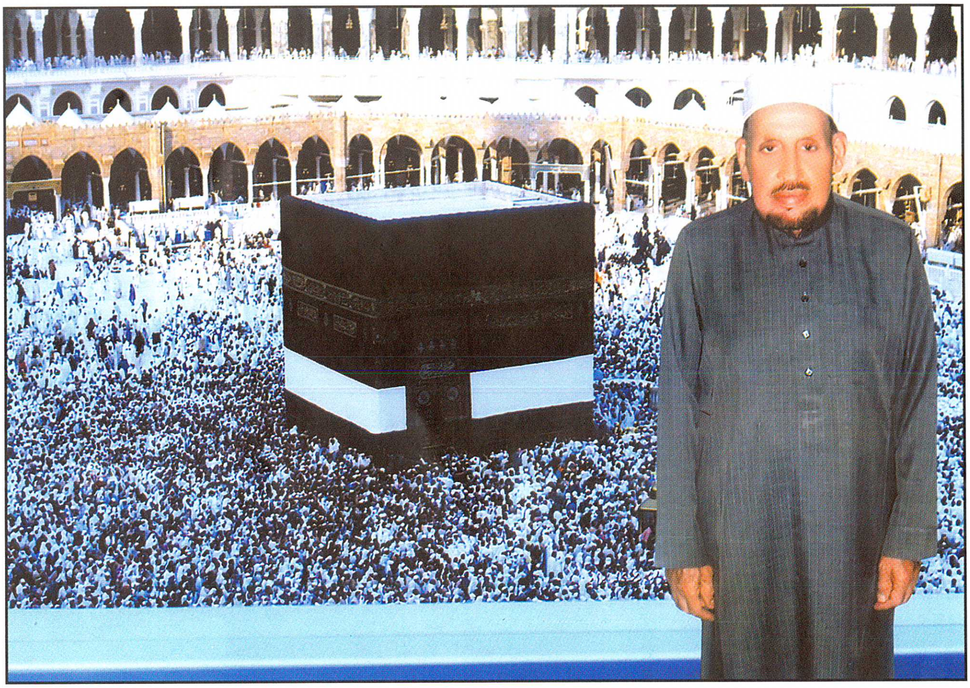

اِیں سعادت بزور بازو نیست

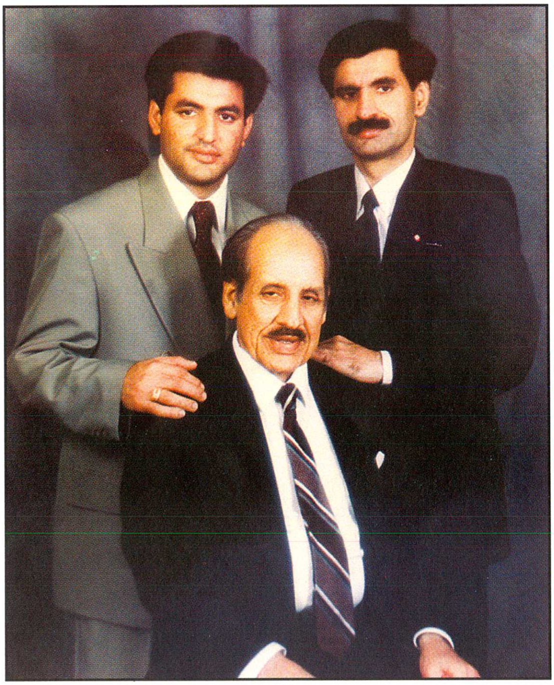

مکرم محمد یوسف ایاز صاحب اپنے دونوں بیٹوں مکرم محمد محمود ایاز صاحب اور محمد یحییٰ ایاز صاحب کے ساتھ

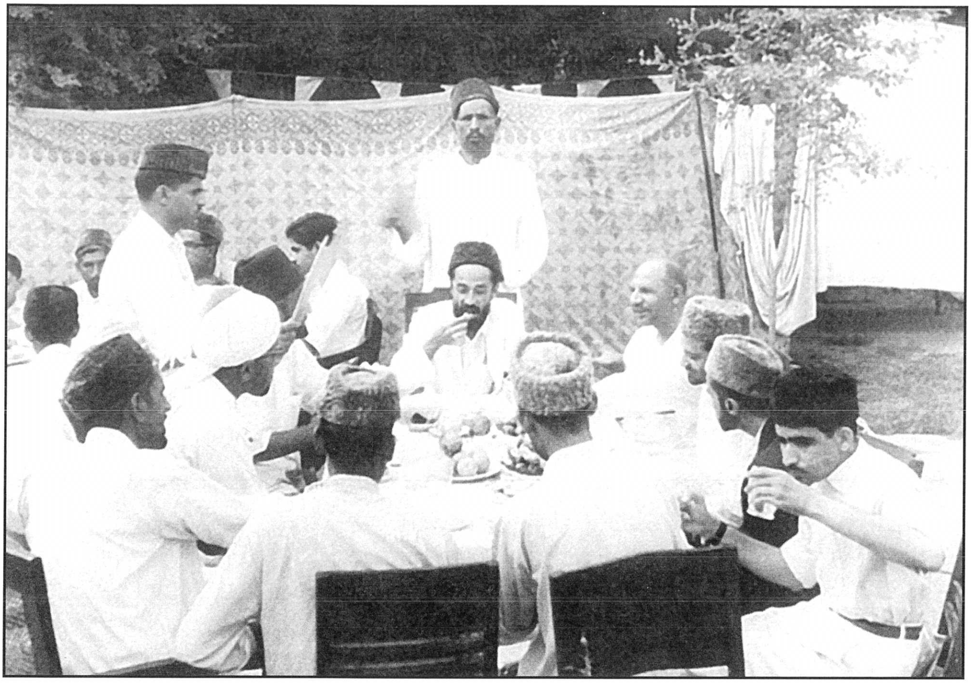

صدر مجلس خدام الاحمدیہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ایاز باغ کھاریاں میں

کیپٹن حاجی احمد خان ایاز

باب سوم

عائلی زندگی

آیئے اب ایاز صاحب کی عائلی زندگی پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

پہلی شادی

مکرم ایاز صاحب کی پہلی شادی مکرمہ راج بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوئی اور ان میں سے آپ کے تین بچے ہوئے۔

۱۔ مکرم محمد یوسف ایاز صاحب

۲۔ مکرم عادل ایاز صاحب (مرحوم)

۳۔ نصرت فضل صاحبہ

خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہنگری جانے سے قبل نہ صرف آپ کی شادی ہو چکی تھی بلکہ آپ کے دونوں بیٹے بھی پیدا ہو چکے تھے۔ مثلاً 1938ء میں آپ کی پھوپھی جان کی طرف سے لکھے ہوئے ایک خط میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ آپ کی پھوپھو لکھتی ہیں:

> ”محمد یوسف سکول جاتا ہے۔ یوسف و عادل کی طرف سے آپ کو درجہ بدرجہ السلام علیکم قبول ہو۔“

گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو اپنے والدین کی اکلوتی نرینہ اولاد تھے، دو بیٹوں سے نوازا اور واقفین زندگی کی یہ نسل آگے چلانے کا انتظام فرمایا۔

آپ کی عائلی زندگی بہت اچھی تھی اور گھر میں آپ کا ایک رُعب اور دبدبہ سب پر قائم تھا۔ والدین کا احترام حد درجہ کرتے تھے لیکن کبھی بھی وقف زندگی کی راہ میں کسی بھی محبت کو حائل نہ ہونے دیا ہمیشہ ایک مجاہدانہ زندگی بسر کی۔ جماعتی اور غیر جماعتی نیز سماجی و فلاحی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ کھاریاں شہر کی تاریخ میں آپ کا نام ہمیشہ سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ کیونکہ کئی ایک امتیازات آپ کو کھاریاں کے علاقہ میں حاصل تھے اور لوگ آپ کے بارہ میں بہت اچھی رائے رکھتے تھے۔ کھاریاں کے بہت سے بے کار نوجوانوں کے لیے آپ

نے روزگار مہیا کیا اور انہیں نوکریاں دلوائیں۔

محترمہ راج بیگم صاحبہ کی وفات پر احمدیہ گزٹ کینیڈا میں آپ کے صاحبزادہ مکرم محمد یوسف ایاز صاحب کا لکھا ہوا ایک مضمون شائع ہوا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

''حاجی احمد خان ایاز صاحب سابق مبلغ ہنگری و پولینڈ کی بیگم صاحبہ کا اجمالی ذکر خیر

(محمد یوسف ایاز۔ وینکوور۔ کینیڈا)

میرے والد محترم کیپٹن حاجی احمد خان صاحب ایاز ہنگری و پولینڈ کے سب سے پہلے مبلغ تھے۔ میری پیاری والدہ محترمہ راج بیگم صاحبہ 15 دسمبر 1996ء کو نماز فجر کی ادائیگی کے لیے وضو کر کے اپنے کمرہ میں واپس جا رہی تھیں کہ اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے گر گئیں اور بمقام کھاریاں ضلع گجرات پاکستان میں انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ان کو میرا بڑی شدت سے انتظار تھا اور ان کو میرے ساتھ بے حد پیار تھا۔ چند ساعتیں جو بے ہوشی کے عالم میں گزاریں ان میں صرف اتنا کہا کہ یوسف آ گیا ہے؟ اور پھر وہ ہونٹ جن پر دعائیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر رہتا تھا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے۔ دل حزیں اور آنکھیں اشکبار ہیں لیکن ہم خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں:

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

آپ بہت ہی صابر و شاکر خاتون تھیں۔ جب ابا جان ہنگری و پولینڈ میں فریضۂ تبلیغ انجام دے رہے تھے وہ تمام عرصہ امی جان نے ابا جان کے بغیر نہایت صبر و رضا کے ساتھ گزارا اور آپ کی قربانی کی حفاظت کی۔ اپنی جوانی کی عمر میں جب کہ ابا جان پولینڈ میں تھے اور اپنی طویل بیماری میں بھی امی جان نے نہایت صبر کا نہایت اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ بڑے صبر و تحمل سے حالات کو برداشت کرنے والی خاتون تھیں۔ تادم واپسیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہیں۔ دعا گو، نماز کی پابند، ملنسار اور خلیق تھیں۔

ہمیشہ خاتمہ بالخیر کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتیں سو انجام بھی اچھا ہوا۔ آپ موصیہ

تھیں میرے بھائی مکرم عادل ایاز صاحب اور دوسرے عزیزان کے علاوہ مکرم چودھری رشید الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع گجرات بھی مشایعت کی غرض سے ان کے جسد خاکی کے ہمراہ کھاریاں سے ربوہ تشریف لے گئے۔ جنازہ مکرم چودھری مبارک مصلح الدین صاحب ایم۔ اے۔ وکیل المال ثانی ربوہ نے پڑھایا اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کے بعد محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح وارشاد ربوہ نے دعا کروائی۔

اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا ببار

مقامی طور پر احمدیہ مرکز وینکوور میں بھی مکرم مولانا محمد طارق اسلام صاحب کی اقتدا میں نماز جنازہ غائب ادا کی گئی اور یہاں کی جماعت کے دوستوں اور بہنوں نے گھر تشریف لا کر تعزیت کی اور ہمارے غم میں شریک ہوئے اسی طرح ٹورنٹو اور کینیڈا کے دوسرے شہروں سے بھی تعزیت کے فون آئے کا خاکسار ان سب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب بہن بھائیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

سب سے بڑھ کر ڈھارس کا موجب تو حضور انور کا پرشفقت خط تھا جس میں حضور نے تعزیت فرماتے ہوئے ان کی مغفرت کے لیے دعا کی اور ہمیں راضی بہ رضا رہنے کی تلقین فرمائی اور تمام عزیزوں کے لیے تسلی اور تشفی کا دعائیہ پیغام دیا۔ احباب جماعت سے امی جان کی مغفرت اور بلندئ درجات کے لیے درخواست دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ اللہ تعالیٰ ہر آن ہمارا حامی ناصر ہو اور مِنْھُمْ مَنْ یَنْتَظِرُ کے مطابق ہمارا انجام بھی بخیر ہو۔ اور وہ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین‘‘

بہ یادِ مکرم عادل ایاز صاحب (مرحوم)

ایاز باغ کا ایک گل رعنا عادل ایاز مؤرخہ 24 ستمبر 2005ء کو بعمر 69 سال اپنے پیچھے غم زدہ اہلیہ مکرمہ زاہدہ عادل، بیٹے ناصر اور چار صاحبزادیوں اور بہن بھائی کے علاوہ کثیر سوگواران کو چھوڑ کر اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی سمت کوچ کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

اسلام آباد اور راولپنڈی جماعت کی مجالس عاملہ کے علاوہ کثیر تعداد میں احباب جماعت نے جنازہ میں

شرکت کی۔ 24 ستمبر کی رات جنازہ ربوہ پہنچا 24 ستمبر کو مکرم حافظ مظفر احمد صاحب ناظر دعوت الی اللہ نے بیت مبارک ربوہ میں نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ بفضلہٖ تعالیٰ موصی تھے لہٰذا بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

مکرم عادل ایاز ایک درویش منش، نیک فطرت اور سادہ مزاج انسان تھے۔ ایک پیارا چھوٹا بھائی، اپنی نیک بیوی کا ہم سفر، بچوں کیلئے ایسے شفیق باپ کی جدائی کا صدمہ معمولی نوعیت کا واقعہ نہیں صبر تو آتے آتے ہی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جدائی کے اس زخم کو مندمل کرنے پر قادر ہے۔

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

مکرم عادل ایاز ایک بے نفس اور سلسلہ عالیہ احمدیہ سے غایت درجہ محبت کرنے والا، خلافت احمدیہ سے دلی وابستگی رکھنے والے، نہایت صالح اور متقی انسان تھے۔ انہوں نے نوجوانی میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جاری کردہ نظام وصیت میں شمولیت کی سعادت پائی۔ وہ ایک تہائی حصہ کے موصی تھے۔ انہوں نے حتی الوسع وصیت کی شرائط کو انتہائی ذوق وشوق سے پورا کرنے کا عہد کیا اور پھر آخری دم تک اسے نبھایا۔ الحمد للہ

1936ء میں ان کے والد محترم ہنگری میں مبلغ کے طور پر دینی خدمات سرانجام دے رہے تھے تو مکرم عادل ایاز صاحب کی پیدائش یکم اگست 1936ء کو ہوئی۔ اس کی اطلاع تحریری طور پر مکرم میاں غلام احمد اختر صاحب سابق ناظر اعلیٰ ثانی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو دی اور نام تجویز کرنے کی درخواست کے ساتھ دی۔ اس خط پر حضور انور رضی اللہ عنہ نے اپنے قلم مبارک سے ازراہِ شفقت ”عادل ایاز“ نام تحریر فرمایا۔

جب حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کی تقرری کھاریاں میں بہ طور مربی سلسلہ ہوئی تو مکرم عادل ایاز مرحوم نویں جماعت کے طالب علم تھے۔ حضرت مولانا رضی اللہ عنہ مکرم مجاہد ہنگری مکرم احمد خان صاحب ایاز کے ساتھ بڑی محبت اور شفقت کا تعلق رکھتے تھے جس کی بدولت اس سارے خاندان نے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کی پاک صحبت سے بہت فیض پایا۔ ان ایام میں مکرم محمد یوسف ایاز صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں زیر تعلیم تھے اس لئے وہ تو مہینے بعد ہی گھر کا چکر لگاتے تھے لیکن مکرم عادل ایاز صاحب کو کھاریاں میں ان سے خاص قربت حاصل رہی۔ آپ رضی اللہ عنہ عادل کو پیار سے حضرت عادل کہہ کر مخاطب فرماتے۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ کی قوت قدسی سے عادل میں ایک خوش کن روحانی تبدیلی پیدا ہوئی۔ نمازوں میں باقاعدگی، قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت اور حصول تعلیم کی طرف پوری توجہ، اساتذہ کی عزت اور بڑوں کا احترام اور ساتھ ساتھ حضرت مولاناؓ کی تربیت اور دعائیں رنگ لائیں۔ میٹرک کا نتیجہ آیا تو سکول بھر میں

اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلی پوزیشن حاصل کی۔ حضرت مولاناؓ نے آپ کی اس کامیابی پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اسی زمانہ میں حضرت مولاناؓ کے صاحبزادے مکرم مبشر احمد صاحب راجیکی مرحوم سے بھی ان کی دوستی تھی۔

مکرم محمد یوسف ایاز صاحب کی والدہ محترمہ طویل عرصہ سے بیمار چلی آرہی تھیں اس لیے مکرم یوسف ایاز صاحب کی گریجوایشن کے بعد ان کی والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ’’میں تمہاری شادی کی خوشی اپنی زندگی میں دیکھنا چاہتی ہوں۔‘‘ انہی ایام میں مکرم محمد یوسف ایاز صاحب کو ربوہ جانے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ کے دولت کدہ پر حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی اور والدہ صاحبہ کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ موزوں رشتہ کیلئے عاجزانہ درخواست دعا ہے۔ آپؓ نے یہ سن کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ’’آؤ دعا کرلیں۔‘‘ دعا ختم ہوئی تو فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ بہتر سامان فرمائے دعا خود بھی کرنی چاہئے۔ نماز کے بعد تسبیحات اور ان کے بعد گیارہ مرتبہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم پڑھا کریں اور درود شریف بھی پھر اپنے مقصد کیلئے دعا کریں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام سنور جاتے ہیں۔‘‘

مکرم محمد یوسف ایاز صاحب کے رشتہ کی بات جب چل رہی تھی تو مولانا صاحبؓ کی خدمت میں دعا کیلئے خط لکھا تو آپ نے رشتہ کے بابرکت ہونے کی دعا کی۔ دعا کی تاثیر ایسی تھی کہ مکرم محمد یوسف ایاز صاحب کے رشتہ کی بات مکرم سیٹھی محمد اسحاق صاحب مرحوم کی صاحبزادی مکرمہ فرخندہ ساجدہ کے ساتھ چلی تو اس وقت عادل مرحوم ایئر فورس میں کراچی میں تعینات تھے۔ میرے سسرال والوں نے مجھے تو دیکھا تھا لیکن عادل کو انہوں نے دیکھا بھی نہیں تھا اور مولانا کی دعا اور مشیت ایزدی سے ان کا رشتہ میری اہلیہ کی چھوٹی بہن سے طے پا گیا اور ہم دونوں بھائیوں کی شادی جہلم میں دونوں سگی بہنوں سے 19 ستمبر 1964ء کو سرانجام پائی۔

دونوں بھائیوں کے نکاح حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی رضی اللہ عنہ رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاحبزادے مولوی عبدالمغنی صاحب رضی اللہ عنہ رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام امیر جماعت جہلم نے پڑھے۔ اس تقریب میں مکرم ثاقب زیروی صاحب مرحوم نے بھی شرکت فرمائی اور اپنے دلربا انداز میں تہنیت نامہ پڑھا۔ شادی کی اطلاع حضرت مولانا راجیکی صاحب رضی اللہ عنہ کو بھی دی گئی تھی انہوں نے بھی اپنی قیمتی دعاؤں سے نوازا۔ الحمدللہ کہ حضرت مولاناؓ کی دعاؤں اور خواہش سے یہ بندھن دونوں خاندانوں کے لئے بابرکت ثابت ہوئے۔

مکرم عادل ایاز صاحب نے جب میٹرک کا امتحان پاس کیا تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مراسلہ تحریر کر کے آئندہ تعلیم کے متعلق مشورہ مانگا۔ حضور انور رضی اللہ عنہ نے فرمایا جماعت کو ڈاکٹروں کی بہت ضرورت ہے لیکن عادل میڈیکل نہ کرسکے اور انٹر کے بعد ایئر فورس میں چلے گئے لیکن حضور انور کی خواہش کا احترام

اس طرح کیا کہ ہومیو پیتھک طریقۂ علاج کے کالج میں داخلہ لیا اور باقاعدہ D.H.M.S مکمل کیا۔ بعد ازاں کھاریاں میں انہوں نے ایک فری ہومیو ڈسپنسری قائم کی۔ اللہ تعالیٰ نے عادل مرحوم کے ہاتھ میں شفا بھی رکھی تھی۔ بڑی کثرت سے احباب جماعت اور دیگر اہل کھاریاں اس ڈسپنسری سے استفادہ کرتے اور مفت ادویہ حاصل کرتے اور شفا پاتے تھے۔

کھاریاں میں قیام کے دوران مختلف حیثیتوں میں جماعتی خدمات کی بھی توفیق پائی۔ طویل عرصہ تک کھاریاں میں ذیلی تنظیموں کے عہدے دار ہونے کے علاوہ جماعت کے سیکریٹری جنرل اور قائم مقام امیر بھی رہے۔

1970ء کے لگ بھگ آپ بسلسلہ ملازمت راولپنڈی میں منتقل ہو گئے۔ راولپنڈی میں قیام کے دوران بھی آپ کو جماعتی خدمات کی بھرپور توفیق ملی۔ دعوت الی اللہ کا بے حد شوق تھا اور دور دراز علاقوں میں اپنے خرچ پر وقف عارضی بھی کیا کرتے اور جماعتی خدمات سرانجام دیا کرتے تھے۔

مکرم عادل ایاز صاحب (مرحوم) اپنی زندگی کے آخری چار، پانچ سال جگر کی خرابی اور یرقان کے باعث صاحب فراش رہے لیکن اس جان لیوا بیماری میں بھی دینی خدمات کو پسِ پشت نہیں ڈالا اور پھر رخصت کا وقت آن پہنچا اور اپنے رب کی رضا کے سامنے سرتسلیم خم کرتے ہوئے ہم سے رخصت ہو گئے۔

مکرم عادل ایاز صاحب کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان الفاظ میں ہمیں تسلی دی اور ہماری ڈھارس بندھائی:

> ”آپ کا خط ملا جس میں آپ کے بھائی کی وفات کی خبر ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحمت کا سلوک فرمائے اور جنت میں جگہ دے اور تمام لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ اللھم آمین۔
>
> میری طرف سے اپنے عزیزوں سے تعزیت کر دیں اور سلام دیں۔
>
> اللہ حافظ!
>
> والسلام
>
> خاکسار
>
> (دستخط حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ)
>
> خلیفۃ المسیح الخامس“

عادل مرحوم کے ایک دوست مکرم مولانا محمد جلال شمس صاحب مبلغ سلسلہ جرمنی نے ان کی وفات پر مکرم

محمد یوسف ایاز صاحب کو تحریر فرمایا:

”آپ کا مکتوب گرامی مکرم چودھری سعید الدین صاحب کے ہاتھوں ملا۔ جزاکم اللہ۔ آپ کے خط سے کئی پرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔ آپ کے بھائی جان عادل صاحب کا ہنستا مسکراتا چہرہ اس وقت بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

آپ کے والد گرامی سے لندن میں 1985ء کے جلسہ سالانہ پر ملاقات ہوئی تھی۔ ان کی باتیں بھی ابھی تک ذہن میں ہیں۔ مولیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہمیں توفیق دے کہ بزرگوں کی نیکیوں کو دوام ہمارے اور ہماری نسلوں کے کردار کے ذریعہ ملتا رہے اور بزرگوں کی یادوں کو تازہ رکھ سکیں۔ گھر میں اور کھاریاں میں احمدی بزرگوں اور بھائیوں کو میرا سلام کہہ دیں۔“

والسلام

خاکسار

محمد جلال شمس۔

مربی سلسلہ۔ جرمنی“

مکرم عادل ایاز صاحب اب ہم ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن ان کی یادیں ہمارے دلوں میں رچی بسی ہیں۔ مکرم عادل ایاز صاحب ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے اور ہم ہر لحہ ان کیلئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے اور ہر آن ان کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔ نیز ان کی اولاد کو اپنے عظیم باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللھم آمین

قبولیت دعا کا ایک واقعہ:

مکرم محمد یوسف ایاز صاحب اپنے والد مجاہد ہنگری کی دعا کی قبولیت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میری بیٹی مریم کے بعد دوسری بیٹی عزت ایاز خاکسار کی ملازمت کے دوران راولپنڈی میں پیدا ہوئی۔ بچپن میں بیمار ہوگئی اور راولپنڈی ہولی فیملی ہسپتال میں کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پاگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ رات کا وقت تھا اس کی وفات میرے لئے بہت صدمہ کا باعث تھی۔ اس کی میت لے کر ہم اسی رات اپنے آبائی شہر کھاریاں تدفین کیلئے لے گئے۔ ہم نماز فجر سے قبل کھاریاں اپنے گھر ایاز باغ میں داخل ہوئے۔ گرمیوں کے ایام تھے۔ برآمدہ میں حضرت اباجان نماز تہجد ادا کر رہے تھے۔ عزیزہ کی میت ان کے قریب ہی رکھی تھی۔ گھر کے سب افراد جمع تھے۔ ان کو نماز میں ہی ہماری آمد کا احساس ہوا کچھ ہمارے رونے کی آوازوں نے بھی ان کو بتا دیا تھا کہ ہم آئے ہیں آخری سجدہ انہوں نے بہت لمبا کیا اور دعا میں مصروف ہو گئے۔ سلام پھیر کر انہوں نے اظہار افسوس کیا اور ہماری ڈھارس بندھاتے ہوئے اپنی بہو یعنی میری اہلیہ ساجدہ کو یہ بشارت دی کہ انشاء اللہ آپ کو نعم البدل کے طور پر اللہ تعالیٰ کوثر عطا کرے گا۔ چنانچہ 1971ء میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت کی وفات کے بعد بیٹا کوثر ایاز عطا فرمایا مگر آزمائش کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اسے بھی جلد اپنے پاس بلالیا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

حضرت اباجان کو اللہ تعالیٰ پر کامل یقین تھا۔ آپ نے دعائیں جاری رکھیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر شرف قبولیت بخشا اور کوثر مرحوم کا نعم البدل 9 ستمبر 1973ء کو عزیزم یحیٰ ایاز کی شکل میں عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے قبولیت دعا کا نشان اپنے عاجز بندوں کو دکھایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آج کل وہ وینکوور کینیڈا میں رہائش پذیر ہے۔ یحیٰ کے اس وقت دو بچے ایک بیٹی ماریہ اور بیٹا دانیال احمد ایاز اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ دونوں وقف نو کے مجاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی صحت اور عمر میں برکت عطا فرماتے ہوئے خادم دین بنائے۔ آمین۔"

دوسری شادی

لدھیانہ میں جب حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے کرشن اوتار ہونے کا دعویٰ فرمایا تو شیخ غلام احمد جو اس وقت ہندو تھے بہت متأثر ہوئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو گئے اور کچھ عرصہ بعد ہی ان کے اہل خانہ احمدی ہو گئے۔ شیخ غلام احمد صاحب جماعت احمدیہ کے واعظ مقرر ہوئے اور تبلیغ کے لیے بڑا جوش اپنے اندر رکھتے تھے اور نہایت جرأت مند اور نڈر آدمی تھے۔ حتیٰ کہ تبلیغ کے لیے راجوں مہاراجوں کے پاس پہنچ جاتے اور بڑی دلیری سے پیغام حق پہنچاتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ نوجوان اور پڑھے لکھے لوگوں میں بات کو سمجھنے کی زیادہ اہلیت ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ سکولوں اور کالجوں میں بھی چلے جاتے اور وہاں جا کر اساتذہ اور طلبا سے بات چیت کرتے تھے۔ علاوہ ازیں مرکز جہاں بھی بھجواتا آپ بے خوف وخطر چلے جاتے۔ آپ نہایت نڈر اور بے باک داعی الی اللہ تھے اور اسلام کے حق میں ایک ننگی تلوار تھے۔ سلیمہ بیگم صاحبہ ان کی چھوٹی صاحبزادی تھیں جن سے مکرم ایاز صاحب کی دوسری شادی اس وقت ہوئی جب آپ بمبئی میں کیپٹن تھے۔ سلیمہ بیگم نہایت سلیقہ شعار اور سگھڑ خاتون تھی۔ ایاز صاحب مرحوم ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ایاز باغ ان کی زندگی میں ہی لگا ہے۔ آپ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے مجھے فرشتہ سیرت بیوی عطا کی تھی۔ سلیمہ بیگم نے آپ کی بہت خدمت کی لیکن ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ آپ کی وفات بھی جلد ہی ہو گئی۔

تیسری شادی

مکرم ایاز صاحب نے تیسری شادی راولپنڈی میں کی۔ آپ کی تیسری بیوی کا نام رحمت پروین ایاز تھا جن کے بطن سے تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ آپ بہت پڑھی لکھی خاتون تھیں منڈی بہاؤالدین میں گورنمنٹ ڈگری کالج کی پرنسپل رہیں اور ریٹائرمنٹ کے کچھ عرصہ بعد وفات پا گئیں۔ آپ کی بیٹیوں کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ فوزیہ ایاز ۲۔ سلمیٰ ایاز ۳۔ بشریٰ ایاز

مکرم یوسف ایاز صاحب چونکہ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑے ہیں لہٰذا والد محترم کی تمام اولاد کے لیے ان کے دل میں باپ جیسی شفقت موجود ہے اور ان تینوں بہنوں کے بارہ میں بھی محبت بھرے جذبات ہیں جو بہرحال ان کے والد کی ہی اولاد ہیں۔ مکرم ایاز صاحب نے اپنی زندگی میں ہی رحمت پروین ایاز صاحبہ اور تینوں بیٹیوں کو ان کے حقوق ادا کر دیئے تھے۔ مکرم یوسف ایاز صاحب اپنی بہنوں اور سوتیلی ماں کے ساتھ شفقت بھرا سلوک کرنے میں ہمیشہ اپنے والد صاحب کے شانہ بشانہ رہے۔

تربیت اولاد بذریعہ خطوط

مکرم ایاز صاحب خود تو ایک واقف زندگی کے روپ میں خدمت دین کا مزہ چکھا ہی چکے تھے لیکن آپ نے اپنی اولاد سے بھی ہمیشہ یہی چاہا کہ وہ بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرے اور اعلیٰ اخلاق کی مالک بنے نیز خدمت دین کے لیے ہر وقت کوشاں رہے۔ چنانچہ آپ جہاں بھی رہے اپنی اولاد کی تربیت سے غافل نہیں رہے خطوط کے ذریعہ ان کی تربیت کرتے رہے۔ ذیل میں کچھ خطوط دیئے جا رہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی اولاد کی تربیت کا کس قدر خیال رہتا تھا کہ ان سے سینکڑوں میل دور رہ کر بھی ان کو نیک نصیحت کرتے ہی رہتے تھے۔

ہنگری، پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں قیام کے دوران بھی اور بعد میں بھی جب 1953-54ء میں جب آپ کو گورنمنٹ آف پاکستان کی طرف سے ریجنل منیجر کے طور پر چٹاگانگ بھجوایا گیا، جہاں آپ تقریباً تین سال متعین رہے، وہاں سے آپ نے جو خطوط لکھے انہیں بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دُور رہ کر بھی اپنی اولاد کی تربیت کا کس قدر خیال رہتا تھا۔ نہ صرف تربیت کا خیال بلکہ ان کے جذبات کا احساس کرتے ہوئے ان کی ڈھارس بھی بندھاتے تھے۔ ذیل میں کچھ خطوط درج کئے جاتے ہیں:

بوڈاپسٹ سے خط

عزیزمن یوسف خان!

السلام علیکم۔ تمہارا خط جو عزیزم رحمت خان کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا پہنچا۔ حالات معلوم ہوئے۔ تمہاری والدہ کو واضح ہو کہ مجھے یہ خط چھ ماہ کے بعد ملا ہے اور کوئی پہلے مجھ تک نہیں پہنچا۔ برادرم محمد خان کا خط آیا ہے کہ رجسٹری پہنچ گئی ہے۔ اب آج مزید ایک پونڈ ارسال ہے اور ہر مہینہ انشاء اللہ ایک پونڈ تو ضرور آپ لوگوں کے اخراجات کے لیے پہنچ جایا کریں گے اور باقی آپ فکر نہ کریں۔ بہشت اور آرام بغیر تکلیف اُٹھانے کے نہیں ملتا۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کے فضل کی جو بارش ہم پر ہو گی وہ نرالی ہو گی۔ خدا راج بیگم کو اور یوسف کو اور دوسرے لڑکے کو وہ عزت عطا کرے گا کہ دنیا سلام کرے گی مگر آپ لوگ گھبرائیں نہیں خرچ کے لیے ماہوار ایک پونڈ بھیج دیا کروں گا جو کپڑے جوتی کے لیے کافی ہے اور جو قرض میرے ذمہ ہیں آپ کوئی فکر نہ کریں آپ کو جو پوچھے اسے کہہ دو کہ جس کو تم نے روپے دیئے تھے وہ خود فکر میں ہے اور جلد ہی دے دے گا اور کسی کا حق نہیں کہ وہ آپ سے روپے مانگے۔

یہ مصیبتیں جو اِس وقت تم اُٹھا رہے ہو یہ سب خدا کی راہ میں ہیں اور یہ تمہارا اور میرا امتحان ہے جب اس میں صبر شکر کے ساتھ پاس ہو جاؤ گے تو پھر تمہارے لیے عزت آرام اور تخت ہے۔ دوسرے لڑکے کے نام کے لیے میں نے حضرت صاحب کو لکھ دیا ہے آپ کو جو جواب آئے اور جو نام حضرت صاحب تجویز کریں وہ نام رکھنا اور وہی نام مبارک ہے۔ آپ نے یہ نہیں بتایا کہ لڑکا کون سی تاریخ پیدا ہوا ہے؟ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس نئی برکت کو ہمارے لیے برکت کا موجب کرے۔ صحت وعمر عطا کرے اور خادم دین بنائے۔

آخر بھائی لعل خان اور محمد خان جانتے ہیں کہ ہماری حالت اس وقت اچھی نہیں محبت اور خوشی لڑکوں کی شادی کی مجھے بے حد ہے۔ حضرت صاحب سے قرضہ لینے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت جو لوگ میرے مخول کرتے ہیں کہ میری بیوی کے پاس اچھے کپڑے یا جوتی نہیں وہ لوگ اسی راج بیگم کو محلوں میں دیکھیں گے اور اسی راج بیگم کے سامنے جی جی کریں گے۔ آپ اس وقت کی انتظار کرو اور خدا کی یاد میں رہو۔ ہمارے خدا میں یہ سب طاقتیں ہیں۔ وہ میری بیوی کو اور میری اولاد کو بہت بڑی عزت دے گا۔ شاید آپ نے باقی بڑے بڑے آدمیوں

کو بھی دیکھا ہوگا وہ ہمیشہ غریب ہوتے ہیں اور ایک زمانہ کے بعد وہ بڑے بڑے آدمی بن جاتے ہیں۔ میری اس وقت جو اس ملک میں عزت ہے اور تمام جہان کے احمدیوں میں عزت ہے اور پھر خلیفہ وقت کی خوشنودی۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ میری اولاد فخر کرے گی اور میں بھی انشاء اللہ سال دو سال کے اندر خدا کے فضل و رحم کے ساتھ سارے قرضے اتار دوں گا اور وہی راج بیگم جو آج پھٹے پرانے کپڑوں میں ہے اور میرے باپ کی خدمت کرتی ہے وہ راج بیگم شہزادیوں کی طرح ہوگی اور لوگ اس کے محتاج ہوں گے۔

والسلام

دعا گو

ایاز

بوڈاپسٹ ہنگری

چٹا گانگ سے پہلا خط

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

چٹا گانگ
29-06-53

عزیزم عادل سلمکم اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج میں روزہ سوموار کا رکھا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ سے خوشخبری کا امیدوار تھا کہ تمہارا خط مبارک اور خوشخبری کا مل گیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری کامیابی مبارک کرے اور یہ اعزاز کامرانی دین اسلام اور احمدیت کی خدمت کے لیے مزید علم اور ھدیٰ اور نور وعرفان کی ڈگریوں کا پیش خیمہ بنائے اور سچا واقف زندگی اور خدا تعالیٰ کا سچا پرستار تم دونوں بھائیوں کو بنائے۔ اس کے لیے بھی دعا کر رہا ہوں اور اپنے مولیٰ سے اُمیدوار ہوں کہ وہ میرے یوسف کو بھی کامیابی اور دین و دنیا میں مرتبت اور عظمت بخشے۔ دونو کو خدا کی راہ میں وقف کیا ہوا ہے۔ ہر علم اور کامیابی دین کے لیے اور اللہ کی راہ میں استعمال کے لیے ہو۔ حضرت اقدس کو فوراً خط لکھو کہ میٹرک پاس کر لیا ہے، فسٹ ڈویژن میں، اب فرمائیں کہ کیا کروں؟ سائنس کا بھی ذکر کر دینا کہ مضمون لیا ہوا تھا۔ کیا حضور انجینئرنگ یا ڈاکٹری کرانا چاہتے ہیں؟ تا کہ داخلہ کا انتظام کیا جائے اور اگر ابھی دین کی خاطر کسی کام آ سکتا ہو تو بھی فرماویں۔ پھر جو جواب آئے بتوکل علی اللہ اسی پر عمل کرنا اور مجھے لکھنا۔ دونو بھائی تفسیر کبیر کا دیباچہ ضرور پڑھو۔ تم اُردو میں اور یوسف انگریزی میں، جو بھی کسی کو مل جائے۔

میں اگلے دن سمندر کے کنارے سیر کرنے گیا تھا وہاں گاؤں پاس تھا اُدھر کے فوٹو ہیں۔ ایک فوزیہ کا بھی فوٹو ہے وہ بھی ارسال ہے۔

پھوپھی صاحبہ، اپنی والدہ صاحبہ اور یوسف سب کو مبارک ہو۔ فضل کو پیار۔ یوسف کو کہنا کہ تمہیں آئندہ مضامین میں داخلہ کے لیے مشورہ دے۔ میں پھر روپے بھجوا دوں گا۔

دعا گو

ایاز

چٹا گانگ سے دوسرا خط

Chitagong

9-12-1953

My dear son,

JazakAllah for the prayers. I am glad you have grasped the idea of Tawakkal and have prefered it over treatment. When this stage is reached the cure becomes sure and climate also does somegood.It is gratifying to learn that you are feeling at home in chakwor and dear children, Tariq and sisters are the source of freterinity and enjoyment.

Shabash! you are gaining confidence and courage of a Mujahid and dashing against the studies without joining college. This is Grace of Allah, the source of all successes and honour. The Holly Quran's study of one Raku daily with commentary will brush up your intellect and logic. Your desires are very interesting and upto our ambitions. God has created every thing for a definite use and purpose. The effect of stars, moons and sun on the earth and its dwellers is not only for calculating

عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ

years (time) but also other measurements of developement and forgiveness of human beings in various phases of life.The human nature and conduct can be developed by experience and study of man and his work or structural features just as the geologists study the nature and layers pf the Earth and calculate presence of minerals and metals. Just as sun, moon and stars embellish the sphere and benefit the people similarly Allah has granted capacities of luster and afflugence to human heart which gradully makes the man a sun, moon or star (several kinds of stars with variation of effect) for the benifit of other peoples rather higher than these planets who are made subservient toman e.g. all of them

رَاَی اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَباً رَاَیْتُہُمْ لِیْ سَاجِدِیْنَ

are created to serve that man whose heart becamoes the place of God's throne and everything bends or bows to the side he turns his attention as whatever he does is only to fulfil the will of Allah. His study is to make him God's Mujahid and His knoledge is to benefite thousands and millions of people. His position as politician andpleader to establish the Victory of God and Truth (Sir Muhammad Zafar Ullah Khan Sahib). So dear son, there is no wonder if that Exalted Authority and Source of Grace and Bounty makes you successful. I pray for you. It is good that you always consider yourself as hunmble and lacking

ہر شاخِ پُر میوہ سر بر زمین

a fruit-bearing tree bows low to make itself approachable. The Promised Massiah amphassised, stressed and underlined this part of teaching for His followers and the Holly Quran has also enjoined

وَلَا تَمْشُوْا فِی الْاَرْضِ مَرَحًا

as God does not love haughty and bostful people.

With the improvement in your hand writing there is a marked progress in your signature as well somethings it was Mulyaz later on it became Ulyaz now it is Yyyaz. That shows you are by the Grace of God going up and making headway and swift in all respects. It is encouraging to note that you are "giving equal time to all the subjects and Bhai jan also devotes sufficient time". May Allah crown your efforts with success and reward Bhai jan with His Grace and Pleasure- Amin.

Pray fully

Ayaz

مجاہد ہنگری کے بڑے صاحبزادے مکرم محمد یوسف ایاز صاحب اپنے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ

چٹاگانگ سے تیسرا خط

Chitagong,
8-7-53

عزیزم یوسف سلکم اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی تمہارا 4/7 کا لکھا ہوا خط ملا۔ مفصل حالات پڑھ کر خوشی ہوئی اور دعا کی کہ:

ہمارا گھر ہو مثلِ باغِ جنت
ہو آبادی ہمارے آشیاں میں

تمہارے پاس ہونے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے روز دعا کرتا ہوں۔ اگلے دن ایک حدیث پڑھی ہے:

۱) کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا کی قبولیت کے دو وقت خاص ہیں ایک تو نصف رات کے بعد اور ایک فرض نماز کے بعد۔

چونکہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لیے نماز کے اندر اور فرض نماز کے بعد بھی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

۲) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ بھی خدائے رحمٰن کو بہت پیارے کلمات لگتے ہیں ان کا کثرت سے ورد رکھنا چاہیے۔

۳) اصل اسلام کھانا کھلانا ہے خواہ اپنے رشتہ داروں اور بھوکوں، یتیموں مسکینوں کو ہو۔

۴) جو آنکھ خدا تعالیٰ کی عظمت کے سامنے آنسو بہائے وہ کبھی دوزخ میں نہ جائے گی۔

۵) دنیاوی نعمتوں میں سے یہ قابل رشک ہیں:

ایمان باللہ، صحت تندرستی، وسعت مال یا فراغت۔

دو آدمی قابل رشک ہیں ایک وہ جسے خدا نے مال دیا اور اس نے اسے اچھے طریق پر خرچ کیا۔

دوسرے وہ جسے علم وحکمت دی گئی اور اس نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا اور اچھے فیصلے کئے۔

مومنوں کو فائدہ پہنچانے والا سیدھا جنت میں جائے گا۔

ستمبر میں انشاء اللہ دونو بھائیوں کو گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کراؤں گا۔ حضرت اقدس نے

فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پاس کرے۔ دعا جاری ہے آگے اللہ مالک ہے۔ ہاں بھئی! تمہارا خط ڈاکٹر کرامت علی خان کی طرز کے کئی پرزوں پر مشتمل تھا۔ بارہ صفحے تہنیت کے پیغامات دینے کو اور اُردو زبان کی تحریر سے ہی لگ جاتا ہے کہ پروین کا خط ہے ان سب کو Guess اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ عادل کی صحت کا کیا حال ہے؟ پھوپھی صاحبہ اور والدہ صاحبہ کی صحت اور اپنی صحت، فضل کی پڑھائی اور دینیات کی تعلیم میں اپنی اور عادل کی پراگرس بھی لکھنا۔ پھوپھی صاحبہ اور والدہ صاحبہ کی دوائی کا خاص خیال رکھنا۔

الحمدللہ کہ باغ کی حالت اچھی ہوگئی ہے اور گھاس کی کٹائی بھی ٹھیک ہوگئی۔ سردار غلام فرید کو بھی آرام کی جگہ D.L.R مل گئی۔ ڈاکٹر صاحب کو مبارک اور میں نے ڈاکٹر صاحب کے خط کا جواب دے دیا ہے۔ ان کے خط کو تم نے سینسر کیا ہوا تھا اور پھوپھی صاحبہ کی صحت کے متعلق مجھے کچھ تشویش ہوئی اور دعا کر دی۔

میری تبدیلی متوقع ہے۔ دعا زور سے کرتے رہیں اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ۔ اس پر توکل ہے۔ سب گھر میں دعا کرتے رہیں۔ ہمشیرہ صاحبہ کو تسلی دیں۔ عادل، فضل کو پیار۔ اپنی والدہ اور پھوپھی صاحبہ کو السلام علیکم۔

غلام احمد اور غلام حسین اور غلام محمد صاحب کو السلام علیکم۔ برادرم محمد خان، عبداللہ خان اور لعل خان کو السلام علیکم۔

اس دفعہ تم نے خط میں ذرا دیر کر دی ہے۔ ہفتہ میں دو دفعہ ضرور خط لکھا کرو خواہ پوسٹ کارڈ ہو یا لفافہ۔ برادرم غلام محمد صاحب کو الگ خط لکھ دیا ہے۔

والسلام

دعا گو

تمہارا والد ایاز

چٹاگانگ سے چوتھا خط

چٹاگانگ

4-8-53

عزیزم یوسف!

خدا تعالیٰ تمہیں عرفان و برہان و ایمان میں ترقی دے علم و عمل اور عزم و عزت اور اقبال عطا کرے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

شدید انتظار کے بعد آج تمہارا 31/7 کا لکھا ہوا خط ملا۔ الحمدللہ۔ سجدۂ شکر ادا کیا کہ جو جذبہ اور ایمان میں تمہارے اندر دیکھنا چاہتا تھا وہ ان الفاظ میں پالیا کہ:

”بہرحال میں اللہ تعالیٰ کے ہر کام پر سر تسلیم خوشی کے ساتھ جھکاتا ہوں۔ میں نہ منہ سے کوئی ایسا کلمہ کہتا ہوں اور نہ دل میں کسی ایسے خیال کو جگہ دیتا ہوں جو میرے رب کو ناپسند ہو۔“

الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ عزیزم! یہ الفاظ اور مقام تسلیم و رضا کا حاصل کرانا میری دلی دعا تھی اور میرا خیال تھا کہ گریجوایٹ ہوکر دَارُالْمُبَشِّرِیْنَ سے ہوکر کسی فارن مشن میں دھکے کھا کر یہ مقام حاصل کروگے مگر میرے مولیٰ کا یہ کتنا بڑا انعام ہے کہ مجھے برسوں کا انتظار نہیں کرایا اور خدا نے تمہیں اتنی جلدی یہ نعمت عطا کردی اور تمہارے تقویٰ و ایمان میں اعلیٰ ترقی کا یہ مقام رضا اور خدا تعالیٰ کے حضور ہر کام پر خوشی سے سر جھکانے اور ناکامی و رکاوٹ پر بھی عمل و عزم اور خدا سے ہی ڈھارس اور بچاؤ کی دعا اور ضائع نہ ہونے کا یقین اور نیک امید اپنے رب سے رکھنا، یہ سب ایسے پھل ہیں جو بہت کٹھن منزلوں کے بعد نصیب ہوتے ہیں۔

ایمانی بشاشت کی لہر کا دل میں پیدا ہونا ہی دلجوئی ہے۔ دشمن کے مقابل پر خدا تعالیٰ ضرور حق پرستوں کی مدد کرتا ہے اور وہ اپنے بندہ کی عزت و آن پر بت پرستوں کا کوئی طعنہ برداشت نہیں کرتا مگر یوسف کو چھوٹی عمر میں ہی امتحانوں اور ظاہری پستی اور وقت کی بندھنوں میں ڈال کر وہ برہان و عرفان دے دیا کہ پھر اقبال و عظمت میں بڑھا دیا۔ پس جو کچھ تم نے فیل ہونے سے سیکھا وہ ہزار پاس ہونے سے بہتر ہے اور یہ وہ کنجی ہے کامیابی کی کہ اس کے بعد انشاء اللہ تم کبھی فیل نہیں ہوگے:

آرزو ہے گر فلاح و کامیابی کی تمھیں
اس شہِ خوباں پہ کر دو بے تامل جاں نثار

اپنی مرضی چھوڑ دو تم اس کی مرضی کے لیے
جو ارادہ وہ کرے تم بھی کرو وہ اختیار
دونوں ہاتھوں سے پکڑ لو دامن تقویٰ کو تم
ایک ساعت میں کرا دیتا ہے یہ دیدار یار

الغرض یہ عشق مولیٰ بھی عجب اک چیز ہے
جو گداگر کو بنا دیتا ہے دم میں شہریار

جس نے ہمت کر کے نفس دوں کو زیرپا کیا
چیز کیا ہیں اس کے آگے رستم و اسفندیار

بس یہی ہے اک طریقہ جس سے ملتی ہے فلاح
بس یہی اک راہ ہے جس سے ہو عز و وقار

امتحاں میں پورے اترے گر تو پھر انعام میں
جام وصل یار پینے کو ملیں گے بار بار

پس عام لوگوں کو توکل کے ساتھ خواہش کے مطابق نتیجہ نکلنے سے خوداعتمادی اور ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔ وہ اس طرح توکل سے دل کو بہلا لیتے ہیں مگر روحانی مقام حاصل نہیں کر سکتے۔ مجھے خود آج کل اس قدر محکمانہ اور مالی مشکلات ہیں کہ کسی کو اگر علم ہو جائے تو توکل بدنام ہو جائے مگر حقیقت یہ ہے کہ: ''مصائب کا سب سے بڑا علاج توکل ہے''

اور خدا ہی ہے جو مدد کرتا اور مصائب کو دور کرتا اور دلجوئی کرتا اور کنوؤں میں اور کوٹھڑیوں میں اور زندان میں تسلی دیتا ہے اور پھر عزت و اقبال کی زندگی عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو بھی اور مجھے بھی

اور سب اہل و عیال کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ایمان و عزت کی زندگی دونو جہاں میں عطا فرمائے۔

آمین

والسلام

دعا گو

ایاز

چٹاگانگ سے پانچواں خط

Manager,
Employment Exchange,
Chitagong.
17-02-54

عزیزم یوسف سلکم اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سناؤ میاں! یہ خط لکھنے کی کیوں ہڑتال کی ہوئی ہے؟ 2/01/1954 کو ایک کارڈ تم نے کھاریاں سے لکھا تھا پھر کوئی خط نہیں آیا۔ ویسے تو برادرم انیس صاحب کے پاس ہونے کی وجہ سے مجھے تسلی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تم بڑے راضی خوش ہو مگر ہفتہ وار خط لکھ کر اپنے والدین کا دل خوش کرنے کا بہت ثواب اور سعادت ملتی ہے اس لیے اس کو نہ بھولیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو۔ بھائی جان کو بہت بہت السلام علیکم اور ہمشیرہ صاحبہ اور بچوں کو آداب ودعوات۔

پروفیسر فضل الٰہی صاحب کی طرف سے السلام علیکم۔ وہ یہاں آئے تھے کہتے تھے اگر انیس صاحب کے پاس ہے تو پھر انگریزی میں تو خوب ترقی کر گیا ہوگا۔

یہ لو کھیل کود کا پروگرام بھی پڑھ لو۔

کھاریاں سے خط آیا ہے اور خیریت ہے الحمدللہ۔ پروین لاہور میں ہے، فوزیہ بھی خوش ہے، پروین نے بھی ایم۔ اے کی تیاری شروع کی ہوئی ہے۔

والسلام
دعا گو
آپ کے والد
ایاز

باب چہارم

بعض اہم خطوط

ہنگری میں قیام کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خانصاحبؓ کے ساتھ آپ کی خط و کتابت جاری رہی۔ خطوط کے متن من و عن دیئے جا رہے ہیں۔ جہاں تحریر کی سمجھ نہیں آئی وہاں نقطے لگا دیئے گئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

30/3/36

عزیزم ایاز صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مرکز پہنچ کر پہلا خط ملا۔ اللہ تعالیٰ کامیاب کرے۔ آپ کے دفتر میں خط آئے ہوں گے کیونکہ دفتر اپنے مرکز پر تھا لیکن دفتر آپ کو کس طرح خط لکھتا کہ آپ سفر پر تھے۔ مجھے آپ کا خط جہاز کے سفر میں یہی ملا ہے۔

پروفیسر جرمانوس کا حال معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں احمدیت کو قبول کرنے کی توفیق دے۔ جس وقت وفد وہاں کا آیا انشاء اللہ ان کی امداد کی جائے گی بہ شرطیکہ وہ قادیان آئے۔ موجودہ حالات میں ہم ان لوگوں کی مدد کرنے کو تیار نہیں جو قادیان آنے سے بھی ڈرتے ہوں۔

اگر وفد والے چاہیں تو ہم اور جگہوں سے بھی ان کی امداد کرواسکتے ہیں۔ مثلاً میں سر ظفر اللہ خان صاحب کو خط لکھ دوں گا وہ ان کو سر حیدری کے نام سفارش لکھ دیں گے اس طرح حیدر آباد سے انہیں مدد مل جائے گی۔ کلکتہ سر ظفر اللہ خان، سر عبد الحلیم ....کو چٹھی لکھ دیں گے اور میں بھی خان بہادر خلیفہ اسد اللہ خان صاحب کو جو میرے بہنوئی ہیں خط لکھ دوں گا۔ اس طرح اگر لاہور، دہلی،... حیدر آباد، کلکتہ، کراچی یہ لوگ جماعت کے ساتھ تعلق رکھیں تو انشاء اللہ ان کی امداد جماعت کے ذریعہ بھی کچھ نہ کچھ ہوتی رہے گی۔

اگر سو سے زیادہ ضرورت ہے کہ آپ اسٹیمیٹ سے اطلاع دیں یعنی مسجد کی زمین کتنے میں خریدی جائے گی اور مسجد پر کیا خرچ آئے گا۔ ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کام کا وقت ہے شاندار مساجد کا وقت نہیں۔ لندن جیسے شہر میں ہمارا کل خرچ زمین، مکان اور مسجد پر ساٹھ ہزار ہوا ہے۔ بوڈاپسٹ میں یہ سب کام تیس ہزار میں ہوجانا چاہئے۔ یہ وقت ایسا ہے کہ مسلمانوں کا ہر پیسہ مفید جگہ پر اور خالص ضرورت پر خرچ ہو۔ پس آپ ایک اندازہ بھجوائیں کس قدر زمین کتنے کو آئے گی؟ مسجد کتنی بڑی اور کس قدر خرچ کی ہوگی؟ اس کے ساتھ ایک مکان امام کا جس میں ایک دو معزز مہمان بھی کبھی رہ سکیں وہ کتنے کو بن جائے گا؟ اگر ان کے اسٹیمیٹ دکھاوے کے نہ ہوں اور خلوص نیت پر دلالت کرتے ہوں تو یقیناً ان کو اچھی خاصی کامیابی ہوجائے گی۔ ممکن ہے سب رقم ہی ہندوستان سے

وصول ہو جائے مگر دکھاوے کی چیز پر لوگوں میں شکوک اور شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔

یہ تو میں نے لکھا ہے لیکن اگر آپ میری نصائح کو پڑھیں تو یہ پہلا ہی خط ان کے خلاف جب میں نے لکھوایا تھا کہ اس قسم کی تجاویز کہ فلاں کام میں مدد کر دی جائے، فلاں کام میں مدد کر دی جائے تو رسوخ بڑھ سکتا ہے لیکن یہ کام ہر اک کر سکتا ہے۔ اصل کام یہ ہے کہ ٹھوس تبلیغ ہو اور وہاں کے کام سے وہاں کے مشن چلنے کی صورت پیدا کی جائے۔

تجارت کے متعلق اب تک آپ کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔

پروفیسر جرمانوس کو میرا بھی السلام علیکم۔

والسلام خاکسار
مرزا محمود احمد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے سیکریٹری توران

سوسائٹی ہنگری کو خط

F.M. 97/5.4.37

To

The Secretary in Charge of the Moslem Matters,
Magyarorszaci Turan-Szovetseg,
Roza utca 131,
Budapest.

Dear Sir,

I have read your letter dated 7th March 1937 requesting that Mr. Ayaz should be ordered to stay in Hungary for the propagation work in that country. It has been a pleasure to know that you appreciate the work done by Mr. Ayaz and feel the necessity of his staying there longer. But I hope you will understand that the transfers of the workers are sometimes quite necessary for the sake of the work or for the health of the workers. Under such necessities Mr. Ayaz was first called back to India, but has now been ordered to go to Poland. I assure you that the information received through Messrs. Ayaz and Nasir about the Activities of Turani-Society has made me greatly interested in that Society, and all our workers in that country will always Cooperate with your Society and these relations with the Society will always be friendly just like those of Mr. Ayaz. I hope that under the circumstances explained above you will be pleased to let Mr. Ayaz proceed to perform his duties in the new place fixed for him according to the order issued from here.

With best wished,
Yours sincerely,
(singed)

Mirza B. Mahmood Ahmad
Khalifa-tul-Massih

حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے خطوط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

6, King Edward Road,
New Delhi, 3rd March, 37

Dear Mr. Ayaz, السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

Many thanks for your very kind letter of 1st February. It is now settled that I shall sail from Bombay by the P&O. S.S. Strathnaver on the 10 April. I shall travel to London via Marseilles and Paris and, therefore, it will not be possible for me to visit Budapest on my way to London. I am hoping, however, to be able to visit Budapest on my way back towards the end of July, though I am at present not in a position to be able to fix a definite date. I shall be able to let you know the definite date at least a fortnight ahead.

My address in London will be;
C/o India House,
Aldwych, London, W.C.2.

Any letters directed at that address to me will be forwarded to me.

I shall look forward very keenly to my visit to Budapest and to our meeting. I shall also be very glad to meet all our brethren in Hungary and such other people whom you wish me to meet. I am particularly anxious to discover to what extent out brethren in Hungary have moulded their lives in accordance with the teachings of Islam, for that is the real test of our success. Our aim all the time should be to convert the West to Islam and not to permit Islam to be westernized as has happened in some cases. I am sure you are taking every precaution against any such tendency.

Please remember me very kindly to Dr. Avar.

With kind regards,

Your sincerely,

(Zafrullah Khan)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

6, King Edward Road,
NEW DELHI
8th November, 36.

Dear Mr. Ayaz, السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

Many thanks for your very kind letter of the 21st September to which I could not send a reply earlier as I was kept extremely busy with the session of the Legislative Assembly from the beginning of September onwards and after the end of the session I went on a fortnight's tour. I am afraid you have got into a circle with regard to my visit to Europe. Doctor Ahmad wrote to me that he had heard from you that I was likely to got to Europe next spring and now you write to me that Doctor Ahmad has told you that I am likely to undertake that journey. All that I have so far said on that subject to any friend in Europe is that it is possible that some occasion might arise for me to visit Europe. In case the occasion arises I shall be very glad if it were possible to spend a few hours in Budapest, but the trouble is that Budapest is too far our of the ordinary route to Europe and as my visit to Europe, if it comes off, will be in the nature of an official deputation I would not have much time to spare during the course of my journey to England. You may take it, however, that if by some lucks chance I am able to manage a visit to Budapest I shall do so. You must, however, keep in mind the fact that I am at present in an official position and though it would give me great pleasure to meet our friends in Budapest, if I happen to visit it, I cannot undertake activities of a missionary nature during my stay there or anywhere else. I would, therefore, request you not to publish at this stage even the possibility of my being able to visit you, though, of course, if I am able to do so I shall let you know in advance as early as possible so that you can insure that you can be present in Budapest when I arrive there and should also be able to arrange that I should be able to met such of your friends whom you would wish me to meet.I was much concerned to learn of your illness and have been praying for your speedy recovery, and hope that by the time this letter reaches you, you will have recovered completely.

You will kindly note that I am now in Delhi and that letters should be directed to the address which is given at the top of this sheet.

Please remember me very kindly to Doctor Ahmad. I have not heard from him for a long time now.

With kind regards,
Your sincerely,

(Zafrullah Khan)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"THE RETREAT"
SHIMLA, S.W
16.7.36

برادرم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا والا نامہ 6 جولائی کا لکھا ہوا ملا۔ جزاکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ارادوں اور آپ کی کوششوں میں برکت ڈالے اور انہیں بارآور کرے اور آپ کی قربانیوں کے بدلہ میں آپ کو اعلیٰ سے اعلیٰ جزا دے۔ آمین

حضرت صاحب کے حضور بھی آپ کا ذکر ہوا۔ حضور نے آپ کے اخلاص اور آپ کی سعی کے متعلق بہت پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ آپ بہت خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بالکل نئے میدان میں خدمت دین کا موقع دیا۔ یہ میدان اس لحاظ سے ایک خصوصیت رکھتا ہے کہ ایک زمانہ میں یہ علاقہ اسلامی جھنڈے کے ماتحت تھا۔ وہ تو محض دنیاوی اطاعت تھی اور اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ آپ اسی ملک کو اسلام کے روحانی جھنڈے کے نیچے لا کھڑا کرنے والے ثابت ہوں۔ آمین

ڈاکٹر آور صاحب کو جو خط میں لکھتا رہا ہوں ان سے میرے حالات کسی قدر آپ کو معلوم ہوتے رہیں ہوں گے۔ پچھلے اتوار کو مجھے میاں سر فضل حسین صاحب کی ماتم پرسی کے لیے لاہور جانا پڑا۔ 22 جولائی کو میں دورہ پر جانے کا رادہ رکھتا ہوں اور لکھنؤ، بنارس، پٹنہ، کلکتہ، وراگاپتم، سکندر آباد، حیدر آباد، پونا، بمبئی سے ہوتا ہوا انشاءاللہ 2؍اگست کو واپس شملہ پہنچوں گا۔

میں نے ایک خط میں آور صاحب کو وائسرائے کی ایک دعوت کی مہمانوں کی فہرست بھیجی تھی۔ اب کے پھر ایسا اتفاق ہوا کہ پرسوں میں پھر ان کے ہاں مدعو تھا۔ مہمانوں کی فہرست ارسال ہے۔ ڈاکٹر آور صاحب کو بھی دیں۔

میری طرف سے انہیں نہایت مخلصانہ سلام پہنچاویں اور پیغام دے دیں کہ آئندہ میری طرف سے ان کے خط کے جواب میں بھی خط لکھا جایا کرے گا۔ اس لیے جتنی بار وہ لکھیں اتنی بار ہی میں لکھ سکوں گا۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ وناصر ہو۔ آمین

والسلام
خاکسار

(ظفراللہ خان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

INDIAN TRADE DELEGATION

INDIA HOUSE,
ALDWYCH,
LONDON, W.C.2

TELEPHONE:
TEMPLE BAR 8484

20.7.37

برادرم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا والا نامہ ملا۔ جزاکم اللہ۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں پولینڈ سرکاری طور پر کیسے آؤں۔ یہ تو میرے اختیار کی بات نہیں۔ یہ تو اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ پولینڈ کی حکومت بلائے اور ہندوستان کی حکومت بطور اپنے نمائندہ کے بھیجے۔ میں خودبخود اپنی آمد کو سرکاری آمد کیسے قرار دے لوں؟

میں امید کرتا ہوں کہ انشاءاللہ 15/ اگست بروز اتوار 9۔ دس بجے صبح کے درمیان ہیلنگ فورس (دارالسلطنت ملک فیلنڈ) سے ہوائی جہاز (پرائیویٹ) کے ذریعہ وارسا پہنچوں گا۔ چودھری نصیر احمد صاحب میرے ساتھ ہوں گے۔ ہم 16/ اگست کی سہ پہر تک وارسا ٹھہریں گے۔ آپ وقت قریب آنے پر ہمارے قیام کا کسی اوسط درجہ کے ہوٹل میں (یعنی ایسے ہوٹل میں جس میں خواہ مخواہ کی نمائش بھی نہ ہو لیکن شرفا کی رہائش کے لیے موزوں سمجھا جاتا ہو) انتظام کردیں۔ دوران قیام میں انشاءاللہ جن لوگوں سے آپ ملاقات کا انتظام کردیں گے ان سے مل لوں گا۔ اگر پروگرام میں کوئی تبدیلی ہوئی تو انشاءاللہ آپ کو بروقت اطلاع دوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ وناصر ہو۔ آمین

والسلام۔

خاکسار

(ظفراللہ خان)

ہنگرین ایمبیسی اسلام آباد پاکستان میں متعین ایمبیسیڈر کا

ایاز صاحب کے نام خط

AMBASSADOR
OF THE HUNGARIAN PEOPLE'S REPUBLIC

Islamabad,

July 8, 1986

Capt. H.A. Ayaz Khan,
Budapest Villa,
Ayaz Garden,
KHARIAN

Dear Sir,

Thank you very much for your kind letter, dated 1st of July, 1986 which reflects your affection toward Hungary. The letter of enquiry was mailed to you in routine as to other members on our regular mailing list.

I read with great interest your letter addressed to Dr. Abdul Moneim Moukhtar, Vice President of Korosi Csoma Society of Islamic Studies and Dr. Lederer Gyorgy, Orientalist, Central for Islamology, Budapest.

Mr. Gyorgy Janosi, Counsellor, in charge of cultural and press matters, is on home leave and after his turn, at the end of this month I am about to leave for Hungary for about two months. I would be happy if after my return, we could meet during your next visit to Islamabad or Rawalpindi.

With best regards,

Yours sincerely,
(DR. KAROLY KOVACS)
Ambassador

AM ACADEMIA
ACADEMIE
TOURANIENNE
ACADEMIA
TURANICA

-TURANI ACADEMIA-
BUENOS-AIRES
Address: István Nazir FOYTA
Casilla Correo Central 1920
Buenos Aires, Argentina

TURAN KIOKAI
TURANIAN
ACADEMY
TURANISCHE
AKADEMIE

Captain H.A. Ayaz Khan

July 17 1966

M-49 Murree Road,
Rawalipindi -
W. Pakistan

My dear Brother in Allah,

The Turanian Academy has been founded by the board of directors / vezér-tanács / of the Turáni Népek Érdekközössége / Community of Interest of Turanian Peoples / of which you are the representative of Pakistan.

Our elected president is professor Dr. Sándor / Alexander / SZÉLL de Duka & Szent-György, M.A., member of the Hungarian Academy of Science, university professor, commander of the Order of Szont László and envoy plenipotentiary & extraordinary. Elected acting vice-president is Mr. István Foyta- registered as - professor István Nazir Foyta; acting secretary general major Adorján/Adrian/Bihar de Igló.

We accordingly invite to join and favour us with your articles concerning the history of Indian, in particular of Pakistan, always on a most scientifical basis.

We are under the protectorate of the Turkish Embassy and expect that the Pakistan Embassy - which we hope will be shortly established here - will also favour us with her protection. - In this connection we expect to have your assistance, perhaps by your intervention at your Home Office or perhaps by a cultures.

So far as our review TURAN is concerned, we expect to be able to issue 10-12 copies of same yearly, partly in Hungarian, partly in Spanish, English, French, German and Turkish. We would willingly receive your articles sometimes in URDU / only written with Latin letters - and with an English translation / dealing with history, also Kashmir, also dealing with relations of the Pakistani with other Turanian peoples.

Later on we wish to introduce some articles and regards Islamic research always on a scientific basis.

I thank you for the Tahrik-i-Jadid-monthly which I read with much interest. Unfortunately I do not understand the Urdu text. I also received your manuscript / Address of Welcome / and yesterday two printed copies of same. I read it with the utmost interest and am agreeable to you as regards nearly everything. But I do not believe that you could impress Dr. Szipka, firstly, because he is a communist, secondly, because communist are all anti-Turanians, thirdly, because you referred to "imprisonment, jail etc."

On the other hand, perhaps, it was a wise action to show to them that the oppressed Hungarians are not quite alone in the World. And for this we most sincerely thank you.

As regards the Ahmadiyya movement I wish to inform you that according to official Turkish statistics in Hungary there are now more than 10.000 Moslems, amongst them some 200 Ahmadi. Mostly our former friends sympathizers and brothers. In Pakistan some 2.000.000 Turks and in India some 5.000.000 Turks. In Yugoslavia there are more than 4.000.000 Moslems, Their leader in exile is Imam Hamid Hromalic, engineer, with whom I am in contact. So you see, I am already in touch with Hungarian Moslems - of oorrse, in a clandestine from. In Argentina I dispose of a small group who are interested in Islam, amongst them major Bihar whom I expect to convert.

I request you to give me a reply to my registered letter; whether you received our photographs and whether you could do anything in Indonesia bearing in mind the present convenient situation existing there. I know that there are Ahmadiyya missions. Hoping your dear family is all right and I send to you and to your family and to my friends and brothers Dr. Zaheer, Csaba Khan, Mir Abdul Aziz, Ehsa Chaudry and Niaz Khalil our very best regards. My Margit is joining in this. Always your brother in Allah

P.S. Please inform the editor of the Review of Religions of my exact address, the correct one is Casilla Correo Central1920.

He missed it twice already. Thanks.

Paris, March 27, 1966.

Our dear Brother Ayaz Khan,
Assalam-o-Alaikum:

It was with a great pleasure that I have received the first singe of life of you since 30 years. It was quite incidently, during a translation of a letter of a friend of mine that I have seen that it came from Pakistan and from you. You know that I do not talk English and I can only now write this letter for you and have it translated. Form the translation I have read I am happy to learn that you did not forget us and your activities in Budapest.

Your letter makes me remember on our Community of Ahmadia, on our brothers and friends, who all have been dispersed in the whole world or died. Since our last meeting 28-29 years ago, a great World War has passed and Pakistan got a free state. My country at the same time has become a soviet colony. The terrible hell of the slavish imperialism has taken over everything. I have had to leave my country because of this unhuman treatment in March 1945 from Hungary. Since then I am living in Paris in very simple conditions. Before I have left my friends, Hassan Nagy, Mustapha Orban and Meresl Hussein have asked me to write to Qadian hopint that the letter will arrive to Ayaz Khan or Ibrahim Nassir, because they have tried already to write, but without any success. I have written a letter in beginning of 1950 to Ibrahim Nassir, but this letter came back. I have through to go to the Embassy of Pakistan here in Paris, but could not do it upto now.

Dear Brother Ayaz Khan, I would have a lot of things to tell to you, and would also have to ask from you a lot of other things, but I would not like to do this in this first letter. But I would like to know that has happened with Ibrahim Nassir and with the so very pleasant Exe. Zafrullah Khan. Are they still living? What news about the Ahmadia-Movement? We, Hungarians from Paris have talked a lot from Pakistan during the events of Kashmir, concerning the chineese help. I would like to know your opinion about the chineese. We here are all looking with interest everything you are doing for Hungary, but I think a political help of the Government of Pakistan could make a lot for this country.

From myself I just want to tell you, that I have got very old, specially sine the death of my wife, but I would like very much to see you once more in my life. Would it not be possible to find somebody there who could write in French or Hungarian? I have a lot of difficulty with the English translations. I hope you will answer on my letter, this would make me a very great joy.

Yours very truly,
(Konyoes K. Linra)
76. Rue St Dominique
Paris 7e FRANCE

Eljen u frabad Pakistan!
Eljenk u Muslim Baritionals!

We believe in One God,
We believe in Allah's eternal Justice
We believe in the resurrection of Hungary and Kashmir!

For: Dr. Haji Ahmad Ayaz Khan -
Pakistan

Maj/1/61

Dear Sir,

Thousands and thousands miles has to go this letter, so far you will be able to read it, but I hope you will be able to feel here, that deep THANLS what I feel and felt, when I heard HOW you stay out or our people and our Fatherland.

The Hungarian people now eslaved by the Bolsheviks and NO able to call for the world attention, so we have to fight alone for our truth. In this, our battle against the international bolshevism, very nice to know, that we are NOT alone, because we have alliances as your are; alliances who are friends NOT because they are expecting something from us, but because they also believe the same ETERNAL JUSTICE - as we do.

I am one from those Hungarians, who had to leave from our Fatherland - after the glorious October of 1956, but I am only "retreated", but I did NOT gave up! I still fight against the atheists and I do believe, that the time will came, when Hungary will be free and our lands and territories which were give-by "strangers" for "strangers" will be returned-as Pakistan will have Kashmir back.

You, probably was surprised to read the letterhead which is use by you-and to see the name of Allah in it, because we, Hungarians-suppose to be Christians. I am, personally believe HIM, the ETERNAL ONE, and His name possibly can BE different, but I do believe that HE is only ONE. So same Allah for you as God for us; and if HE with us we will defeat our enemies!

Like I have earlier mentioned in my letter, the world all ready had forgotten us, but we have to REMEMBER! Remember our deads, martyrs, who gave their life for our Freedom; remember our friends who were taken from us with our lands, which are in the hands of strangers today. WE HAVE TO REMEMBER THEM AND WE HAVE TO FIGHT FOR THEM! For you and for your wonderful Friends, Who are with us in this vigil. Thanks for you. You give us power and the feeling of responsibility and I do believe that our friendship, which became exist now, in the hard time will be the friendship FOREVER.

Both our peoples are from East, from where the sun, the light came the Hungarians started somewhere their journey there where you are now .....

Before I would finish my letter, I would be very glad to hear from you and from your people more.

Thank you again for your help for the Hungarian cause, I we do our fight Allah will be with us!

Yours truly,
Alex Arato
31. Macpherson Ave. Torongo 5
Ontario - Canada

HUNGARIAN OCTOBER 23RD MOVEMENT, INC.
OKTOBER 23 MOZGLOM
P.O. Box 249, Gracie Station, New York 28, N. Y.

ERNO HOKA
Secretary General
6629 Broadway, Apt. 7R
New York 71, N. Y
KI-9-3036

ODON PONGRATZ
President
380 Washington Street,
Quincy, Mass
GR-9-7605

New York, October 10, 1966

His Excellency
Capt. Dr. Ahmed Ayaz Khan
0/828 Murree Rd.
Rawalpindi, Pakistan

Your Excellency,

We have the honour of informing Your Excellency that the Central Committees of the Hungarian Freedom Fighters World Federation and the Hungarian - October 23rd Movement decided unanimously to bestow upon Your Excellency the gold medal of the Hungarian Freedom Award. We wish to hour Your Excellency and the great Pakistan Nation for those outstanding services rendered at the tie of the Hungarian Revolt and Freedom Fight of 1956 and thereafter.

The deeds of Your Excellency and the brother Pakistan People have been the most convincing evidence of a deep appreciation and understanding toward the Hungarian Nation and People. Your Excellency's activities have been a clear and definits demonstration that we have great friends who care much about the fate of Hungary.

The Hungarian Freedom Fighters request the honor of the presence of Your Excellency at the Commemorative Banquet on the Tenth Anniversary of the Hungarian Revolt and Freedom Fight of 1956 at seven O'clock in the evening on October 22, 1966, in the Mercury Ballroom at New York Hilton Hotel, where the Hungarian Freedom Award will be presented. Should Your Excellency be unable to attend, please have the kindness of sending a personal representative to receive the Award.

The Hungarian Freedom Award was found for the purpose to honor those outstanding personalities whose activities contributed much to the furthering of the cause of Hungary, and the universal freedom was very much admired by the shole world. Will Your Excellency accept our expression of many thanks and our utmost appreciation.

Sincerely,
Sd/- ....
Erno Noka
Secretary Genral

بسم اللہ الرحمن الرحیم

CENTER FOR ISLAMOLOGY
Izabella utca 46
Budapest, Hungary
1064

انما یخشی الله من عباده العلماء ان
الله عزیز غفور

الجمیعة العلم الاسلامیه
انجمن اسلام شناسی

Hazrat Mirza Tahir Ahmad
Fourth Caliph
Head of Ahmadiyya Movement
Ahmadiyya Muslim Association
The London Mosque
16 Greesenhall Road, London SW 18

Eminence,

We are coming on a research on the history of Muslim Communities in Hungary in the 20th century. In 1936-1937, the Ahmadiyya Mission led by Your noble follower Dr. H.A. Ayaz Khan and later by Prof. Ibrahim Nasir was considered one of these communities.

Dr. Ayaz is one of the few alive witnesses of the events happened fifty years ago. I have already with gratitude received great help form him by correspondence, but a personal meeting with him would be even more precious for the current work.

Dr. Ayaz expressed on phone his good will to come with pleasure to Budapest, as the nostalgic memory of this town is still present in his thoughts.

I pleased you Eminence to bless Dr. Ayaz's journey because as he said he need this blessing for the trip.

Accept, Eminence, the expression of my deepest respect.

Budapest, 8th August 1986

Sd/- ....
Dr. Lederer Gyorgy
Orientalist

Address: Torokvesz ut 1/C
Budapest 1025
Hungary
Phone: 154703 or 151423

و بالحق انزلناه و بالحق نزل وما ارسلناك الا مبشرا ونذيرا

To

1. Dr. Abdul Moneim Moukhtar,
   Vice President of Korosi Csoma Society of
   Islamic Studies.
2. Dr. Lederer Gyorgy, Orientalist,
   CENTER FOR ISLAMOLOGY,
   IZABELLA UTCA 46, BUDAPEST 10654 HUNGARY.

Respected brothers,
Assalam-o-Alaikum

I. respectfully salute the Krosoi Csoma Society of Islamic Studies, Budapest and sincerely send my deep and warm thanks to Mr. Erno Juhasz, Department Chief of the Ministry of cultural Affairs, who have taken so much interest in the Ahmadiya Islam movement's work-performance in Pre-war Hungary (1936-39). As desired, vide your kind letter of 23 June 1985, I have handed over about one hundred Archives of Hungarian Press about the spread of Islam in Hungary during my stay with the noble nation of Magyars. My association with the Norosi Csoa Society has also been indicated in one of the archives. I remember the great and learned patrons of Budapest University: Vikar Bela, Kornes Gyula; and famous orientalists Korosi Ference, Germanus Gyula, Rustom Vembery, Samogyi Jozsef, Havest, Baradosi, Zaiti Ference, Baktay Ervin, Bloch Gyeorgy etc who introduced me to all centres of knowledge in Budapest. God bless them all.

2. The Gulbaba Committee who invited me to Hungary, deserves my highest esteem and regards. Vali Darvesh of Pecs,

Gulbaba and Abde Abdur Rehman of Budapest are always in my heart for their memorable services to humanity in Hungary. The honourable members of the Gulbaba Committee (Szimony Szamadam, Szendi, Karoly, Barcy de Barchhazi, Germanus Guula, Colonel Partrichovics, Perenyi Zsigmund, Hussain Hilmi and Medricksy Andre) gave me all help to promote Islam in Hungary. Dr. Bency Zoltan, High president Priest of Magyar Egy Isten Hivok and his friends Dimitor Mihaly, Morton Jeno, Kovacs Ference and Istok Laszlo opened the hearts of One God believers for Islam. Vembri, Armin, Goldzieh Ignac and Germanus Gyula, Virag Bela, gave a "szep szo" for the Ahmadia Movement and the independent and truthful Hungarian press granted full support to the Islamic Society and liberty of Cznscience. "Fuggetlen seg" pleaded in 1936 for an Islamic Centre in Budapest for tourist traffic and enomic contacts with East. Foreign Minister Teleky and Foreign Secretary Czeky earmarked a land at Gulbaba Hill for this purpose. The Commerce Minister of India, Sir Zafrullah Khan visited Budapest in 1937 at my invitation and established trade contacts with Hungary. Our brother Czorba Miklos the famous import export trader and other trade delegations will tell you more about it. Only two years ago the Nobel Prize winner Ahmedia Scientist of world fame Dr. Abdul Salam visited your Science University and proved the natural Science pointing to the Unity of God and unity of humanity.

3. The converts to Islam in Hungary were angelic men of high quality form all trades (Professors, Teachers, Traders, Clerk, Businessmen, Army Officers, Engineers, Artists,

Doctors, Writers, Farmers and Thinkers). I will try to get from Qdian (India) Rabwah (Pakistan), London (U.K) names and addresses of pre-war Muslims if you can trace and collect them for the Ahmadia Moslem Szovetsege or to place floral wreaths on their graves. They were men of clean conscience and pure thought. Lady Ronai Maria wrote in Pesti Naplo, issue of 18 April 1936 when she wrote in our Imam Orban Bela; "A Magyar fiatalember magyarazni megertette hogymi az a mozlim, mi a lenyege ennek a szellemnek, akkor rajon, hogy or mar legen moszlim gonoorkodasu volt, anelkul, hogy tudta volna. Es mihelyt a mozgalmonak". Those new Muslims were the spiritual commandes of Ahmedia movement and are a part of Hungarian history and Islamology. Ahmadia muslim ladies distinguished to show the highest status of women in Islam. By grace of Allah my first lecture in Budapest was arranged at the "International Club" where the Arch Bishops, diplomats, Ministers and high ups of Budapest were present. You will find in the archives that it was on "Islam in the light of Ahmadia movement" on 6th April 1936. The pamphlet "Az Izlam ujjaszuletese" mentioned in your letter was handed over to every one there. Even the Hungarian Army beginning from Lieut; Teglasi Geza (afterwards a great General) to General Galanthai Tivador appreciated the identical creed of Magyars and muslims. In the archives you will find two published articles "Discovery of Muslim nation in West" one was written by me and the other was written by Csaba Jozsef. Other articles about Hungarian History and culture published in "Sunrise" (Lahore) and "Muslim Times" (London) will be supplied to the much devoted

Professors Dr. Bethlenfalvi, Dr. Foder Sandor of the Academy of Science and Dr. Erno Gyuzo of Historical Musem; because Mr. Juhasz Erno Cultural Chief has planned out a special research on this subject. I had good friendly relations with Christians, Jews and socialists of all trades. The socialists admired life on earth. They appreciated the idea of family life to get rid of all sins. I would like to point out that a very useful book "Hungarian Islamology" was published in India in 1981. It was written by our brother Abdul Karim Germanus and its forward appreciation was siized up by a very talented Hungarian Ambassador (Mr. Crtes Janos) who is an expert on Eastern affairs and Muslim world. At present, the Hungarian Ambassador in Pakistan (Excellency Kovacs Karoly) is zealously working for enhanced competing on world market through new fields of economics and cultural ties with Muslim world where true socialism of Islam is most urgently needed.

4. During my recent visit to Budapest I noticed a favourable trend and attitude of the Hungarian Socialist Regime towards finding new truths and harmonishing relation with new truths as a party of eternal truth for the dynamic Magyar Society. Your Islamology Center can prove a "Nagy Vallatat" if you could unify the megyars living in Hungary and other countries through their living relation with Allah. You have mentioned the mae of my respected brothers Mufti Dorics Hussain Hilmi (Hotel Espelede) Madam Hilmi (Hotel wien, Jozsef Korcit 16), M. Abdul Latif (Mecset 4.147 and Mufti Ismail Ahmadi, out of 400 Muslims living in Budapest. They were all reported as missing, migrated martyred or meghalt or

deported to Siberia for beauty treatment of their intellect for the alround progress of soul and spirit beyond the monopoly of man-made isms. It is now no problem to have harmonious co-existance in Hungary or for peaceful progress of Ahmadia Islam movement in the light of Soviet spectrum in Muslim Russia of the current decade. On may Day 1985 I saw all crowds of workers, pensioners, young ad old, children and women, dancing and enjoying the speech of their endearing leader Janos Kadar. Every body has a job, food and residential facilities. There are no strikes as the workers enjoy dignity of labour. There are no party strifes as the spirit of Golden Bull of 1222 is maintained by the social consciensness of peoples' rights Gaellert Hotel society still smiles prosperously and the oultural life is as elegant as before. Koros Csoma research society is now more active to know the origin and history of Magyars because the western powers have badly changed the Geography and belief of this noble nation of glorious past. The Trianon Marhasag and Voronezh Catastroph are still considered to be the graves sins than those committed in the name of Trinty or Troika. The Education Minister Kopecsy Bela has stressed on pluralism is cultural life to be controlled by an ever revolutionary and dominent idealogy of Islamic Socialism for the benefit of humanity (vide Magyar Nemat and Hungarian Digest, April 1984. I feel, I have fulfilled all requirements of your interest in the Hungarian Ahmedia Islamology and am ever prepared to render all help. I assure that more detailed records can be made available from Qadian, Rabwah and London if you request the Ahmadia Caliph (Hazrat Mirza Tahir Ahmed IV)

Head of the Ahmadia movement of Islam started by the Promised Mehdi and long awaited Massiah of all nations to unite the Christians, Jews, Budhists, Hindus and Muslims into the brotherhood of one God Belief of Islam so dearly cherished by the Hungarians. He is nowadays staying at 16, Gressen Hall Road, the London Mosque, London SW18. You may ask the Caliph to send you photocopy of each of the following Hungerian language book samples existing with the London Ahmadia Islam Mission i.e. (i) True Islam (ii) Teaching of Islam (iii) Muslim Prayer Book, (iv) Salvation in Islam etc. I remember seven books on Islam ere translated and published in dozens on electric press and copies sent to Headquarter at Qadian (India) and London Mosque Campus, you should ring up my brother Pongoa Istan Khalid Tel No. 451-696, Schonherz Zoltan utoa 29, VII. I Budapest XI. He will arrange your telephone talk with the Caliph and his Secretary in London "Mr. Pongo" is a well known interpreter and my best friend in Hungary. The Caliph has great regard and love for Hungary and the Magyar Muslims. He will gladly provide expertise, library and finance for the Budapest Mosque Campus, if you intend to initiate further processing of Islam in my beloved country Magyarorszag. All praise be to the lord of all worlds.

teljes tisztalettel
tastveri szeretettel
syelvesen adrozolettel
Testvered.

Sd/- ....
(H.A. Ayaz Khan)

ایاز صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

CAPT. H.A. AYAZ KHAN
Advocate Highcourt

Phone: 2620
AYAZ BAGH
KHARIAN

جمعۃ المبارک
Date 31-1-97

بحضور حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح والمہدی
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیدی ومولائی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کے دن جماعت احمدیہ کا موسم بہار شروع ہے اور تسبیح وتحمید کے ساتھ دُرود وسلام کے شاندار ظہور اور فتح نمایاں بھی ہے۔ MTA پر حضور کے درس قرآن اور ماہ رمضان کی برکات سے دل مسرور ہے اور حمد کے ترانوں سے احمدیت زندہ باد کے نعروں کا لطف اٹھا رہا ہوں۔ اس لیے ” اے امام طاہر! دل وجان فدایت باد۔“

آج مولوی لوگ مخالفت کے انگاروں پر لوٹ رہے ہیں اور MTA کے نام سے چرخ چہارم کی چنگھاڑ سے لرزاں ہیں اور حیران ہیں اور کوئی جواب نہیں کہ

گر نہیں چرخ چہارم سے یہ ٹکراتی تو پھر
گونجی ہے سب جہاں میں کیوں صدائے قادیاں

یہ اس صدی میں ہی اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا وبرکت سے دکھا دئے ہیں۔ تین خلفائے احمدیت کا زمانہ دیکھا ہے۔ الحمد للہ۔ اللھم زد فزد

طالب دعا
حضور کا ادنیٰ غلام
ایاز

باب پنجم

تأثرات

محترم ایاز صاحب کی وفات پر خاکسار اور مکرم یوسف ایاز صاحب کی طرف سے جماعت کے بزرگان، مربیان کرام اور ان کے دیگر تعلق داروں اور دوستوں کو خطوط لکھے گئے جن کے نتیجہ میں انہوں نے بذریعہ ڈاک اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مکرم ایاز صاحب کے ساتھ اپنے تعلق کا اظہار بھی کیا اور کئی ایک باتیں اور واقعات جو ان کے ساتھ گزرے وہ بھی قلم بند کئے ہیں۔ یہ قیمتی آرا اور مضامین اس باب کا حصہ ہیں۔

گیار جی لیڈرر کے ایک خاص مضمون:

An Ahmadi Mission in Budapest in 1936-37

کا اُردو ترجمہ بھی اس باب کی زینت ہے۔

اظہار تعزیت از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لندن

7.5.01 مکرم عزیزم محمد یوسف صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے والد محترم کیپٹن حاجی احمد خان ایاز صاحب کی وفات کا افسوس ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ اس مخلص اور فدائی کو جوارِ رحمت میں اونچا مقام عطا فرمائے اور ان کے ورثاء کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے رنگ میں رنگین کرے اور سلسلہ کی خدمت کے لائق بنائے۔ میری طرف سے تمام عزیز رشتہ داروں تک دلی تعزیت کا پیغام پہنچائیں۔ اللہ آپ سب کا حامی وناصر ہو۔

والسلام

خاکسار

(مرزا طاہر احمد)
خلیفۃ المسیح

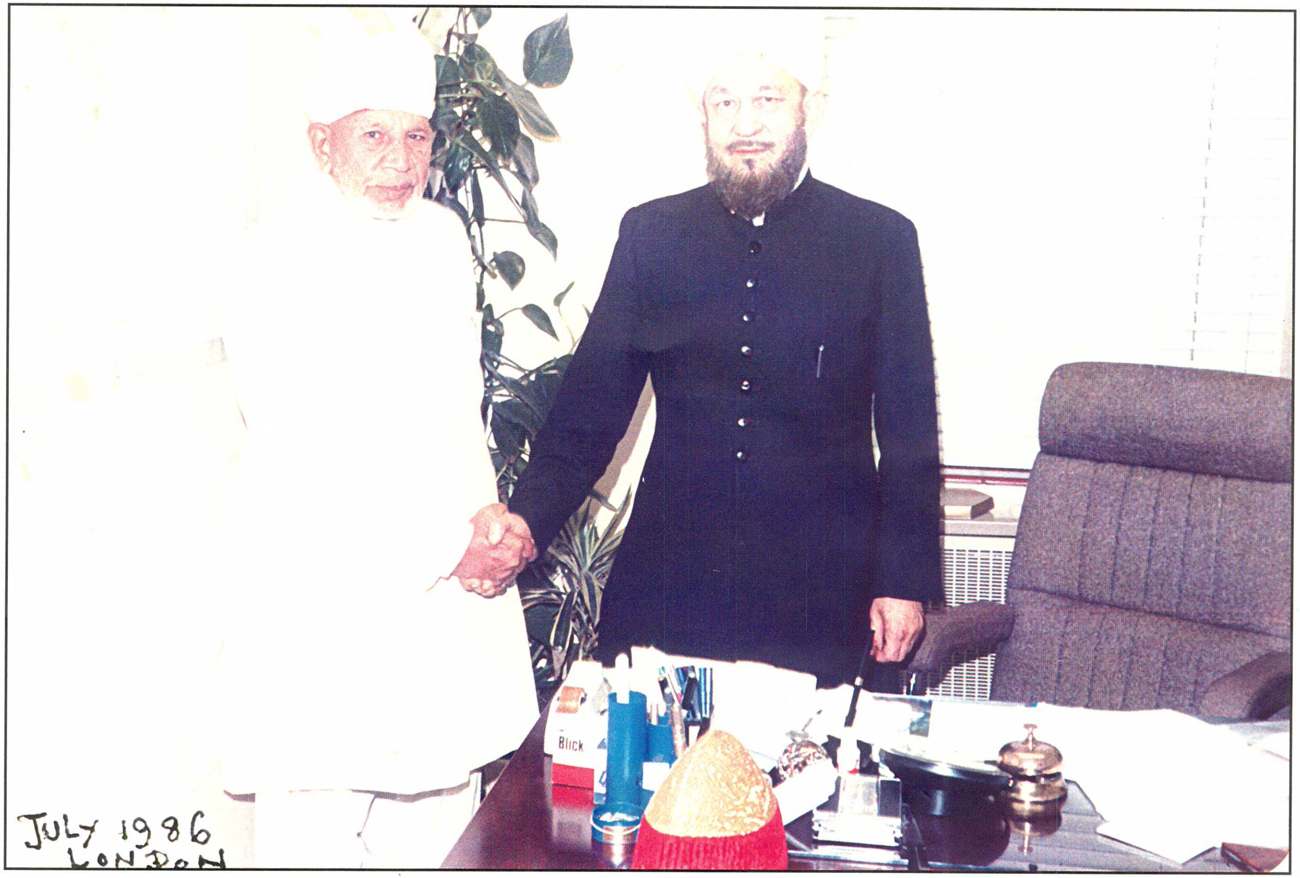

JULY 1986
LONDON

جلسہ سالانہ یو۔کے 1986ء میں اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ

مکرم ومحترم میر محمد احمد صاحب ناصر

پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم مکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے محترم مکرم حاجی احمد خان صاحب ایاز کو دیکھا تو تھا۔ اور جب وہ ہنگری سے دوسری عالمگیر جنگ سے پہلے واپس آئے تھے تو میں چھوٹا سا تھا۔ ان کو لینے ریلوے سٹیشن قادیان پر گیا تھا۔ اس زمانہ میں بہت لوگ استقبال کو جایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے ساتھ زیادہ تعارف نہیں ہوا۔ البتہ ہمارے سکول میں حساب کے استاد ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ناصر ان کی بہت تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ایاز صاحب نے ہنگری میں بہت احمدی بنائے تھے۔

والسلام

خاکسار

(میر محمود احمد ناصر)

پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ

حضرت سید میر مسعود احمد صاحبؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم ومحترم محمد یوسف ایاز صاحب
ایاز باغ کھاریاں۔ ضلع گجرات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے والد محترم جناب حاجی احمد خان صاحب ایاز کی وفات کا مجھے علم ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم پر اپنا فضل فرمائے اور ان کے درجات کو جنت الفردوس میں بلند فرمائے۔ آمین

افسوس ہے کہ میں ان کے بارہ میں کتاب میں زیادہ کنٹری بیوشن نہیں کرسکتا۔ میں نے 1962ء سے 1983ء کا عرصہ بیرون پاکستان بطور مربی سیکنڈے نیویا گزارا ہے اس عرصہ میں مرحوم سے شاذ و نادر ہی رابطہ ہوا ہے۔ مجھے مجلس شوریٰ میں ان کو دیکھنا یاد ہے۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے زمانہ میں ہوا جب میں مرکز میں آیا ہوا تھا اس سے پہلے غالباً 1937ء یا 1938ء میں انہیں پہلی مرتبہ دیکھا تھا جب وہ ہنگری سے واپس آئے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ مہمان خانہ قادیان کے کوارٹر میں ان کی رہائش تھی۔ اس وقت کی شکل مجھے یاد ہے۔ دبلے پتلے سمارٹ تھے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ان کی ایک کتاب مجاہد ہنگری شائع ہوئی وہ میں نے پڑھی اور بہت مزہ آیا۔ میری عمر اس وقت بارہ سال کی تھی میں نے یہ کتاب اُس وقت دو تین مرتبہ پڑھی اور اس کا مضمون قریباً ازبر ہو گیا۔

اس کے بعد خلافت سلور جوبلی کے موقع پر 1939ء میں جماعت لنڈن کی طرف سے اور نظارت دعوت وتبلیغ کی طرف سے بعض کیلنڈر شائع ہوئے۔ ان میں ایک گروپ فوٹو تھا جس میں مرحوم ایاز صاحب ہنگری کے احمدیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ غالباً اس تصویر میں دوسرے مبلغ مولوی ابراہیم ناصر صاحب بھی تھے جو بعد میں پروفیسر ابراہیم ناصر کے نام سے تعلیم الاسلام کالج میں معلم مقرر رہے۔

مجھے کچھ اس طرح بھی یاد ہے کہ ہنگری کے ماجر باشندوں کے بارہ میں انہوں نے ثابت کیا تھا کہ وہ گجر قوم سے تعلق رکھتے تھے جو سنٹرل ایشیا سے کسی زمانہ میں ہندوستان سے آئی تھی۔ انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ گجر قوم کا ایک حصہ سنٹرل ایشیا سے یورپ کی طرف چلا گیا تھا اور یہ کہ ہنگری کے ماجر باشندے ان کی اولاد ہیں۔ اس وجہ سے ہنگری میں ان کی مقبولیت بڑھ گئی تھی اور اس طرح احمدیت کے نفوذ کا راستہ کھل گیا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ سابق امام مسجد لنڈن نے مجھے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ

حاجی احمد خان ایاز نے اپنے سہ سالہ قیام کے دوران کافی آدمی اپنے گرد اکٹھے کر لیے تھے جن میں سے بعض کو احمدیت کی سعادت تو نصیب نہیں ہوئی مگر تعاون رہا لیکن جنگ عظیم ثانی کے دوران پہلے جرمن فوجوں نے اور بعد میں روسیوں نے ہنگری کو پامال کیا۔ غالباً وہاں کے احمدی احباب اس پامالی کا شکار ہو گئے۔ حضرت درد صاحب تعریفی الفاظ میں محترم حاجی احمد خان ایاز صاحب کا ذکر فرماتے تھے۔

مجھے ربوہ میں مجلس شوریٰ میں محترم ایاز صاحب کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا۔ تقریر جوش سے بھری ہوئی تھی اور اس سے ان کا اخلاص نمایاں نظر آتا تھا۔

محترم! آپ کے ارشاد کی تعمیل میں جو کچھ مجھے آپ کے والد صاحب کے متعلق معلوم تھا اور یاد رہا وہ میں نے تحریر کر دیا ہے۔ مشورۃً عرض ہے کہ 1934ء سے 1937ء کے اخبار الفضل کا مطالعہ کریں اس میں ان کی کارروائی کی رپورٹیں جو انہوں نے مرکز بھجوائی ہوں گی شائع ہوئی ہوں گی اسی طرح اخبار فاروق کا مطالعہ ضرور کریں کیونکہ یہ اخبار تحریک جدید کے مبلغین کی رپورٹیں اہتمام سے شائع کرتا تھا۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل احباب سے مشورہ کر لیں جو ان کے ہم عصر واقف زندگی تھے۔

(۱) مولانا محمد احمد صاحب جلیل۔ جو آج کل بیرون پاکستان میں کسی مقام پر مقیم ہیں۔

(۲) چوہدری محمد اسحٰق صاحب سیالکوٹی۔ جو ہانگ کانگ اور چین میں خدمات بجالاتے رہے ہیں۔ آج کل ربوہ میں ہیں۔

(۳) مولوی رمضان علی صاحب جو جنوبی امریکہ میں کام کرتے رہے ہیں آجکل شاید انگلستان میں ہیں۔

یہ احباب ابتدائی زمانہ کے واقف زندگی تھے۔

والسلام

خاکسار

سیّد میر مسعود احمد

ابن حضرت سید میر محمد اسحاق صاحبؓ

مکرم و محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور

ناظر خدمت درویشاں صدر انجمن احمدیہ ربوہ

مجھے بچپن میں ہی محترم چودھری حاجی احمد خان ایاز صاحب سے تعارف ہو گیا تھا۔ دراصل آپ کی شخصیت پر علمی رنگ کا غلبہ تھا جس کے ساتھ ساتھ بے حد پیاری، شفیق اور محبت بھری شخصیت کا عمل دخل تھا۔ جہاں کہیں بھی آپ سے ملاقات ہوتی تو آپ نہایت پیار اور محبت سے بہت پیاری اور میٹھی میٹھی باتیں کرتے۔

جب میرے والدین نے مجھے وقف کیا تو مکرم حاجی احمد ایاز صاحب کو بے حد خوشی ہوئی۔ چنانچہ 1946ء میں جب مجھے قادیان مدرسہ احمدیہ میں داخل کرا دیا گیا تو اس کے فوراً بعد ہونے والی موسمی تعطیلات میں خاکسار جب واپس کھاریاں آیا تو محترم حاجی صاحب سے مسجد میں ملاقات ہوئی جس میں انہوں نے اس امر پر بہت خوشی کا اظہار کیا کہ اب یہ واقف زندگی ہے اور مبلغ بن رہا ہے۔

مکرم حاجی صاحب کو خدمات سلسلہ بجالانے کا انتہائی شوق تھا اس لیے ہر ملاقات میں مجھے بھی خدمات سلسلہ کے بارے میں قیمتی نصائح اور تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ایک موقع پر والد صاحب نے میرے بارے میں محترم حاجی صاحب سے کہا کہ آپ گورنمنٹ کے محکمہ ایمپلائمنٹ کے ڈائریکٹر ہیں تو اس نوجوان کو سرکاری ملازمت دلا دیں یہ وہاں ترقی کر کے خاندان کا نام روشن کرے گا۔ والد صاحب کی اس بات پر مکرم حاجی احمد خان ایاز صاحب کو بہت دکھ ہوا کہ بچہ واقف زندگی ہے اسے سرکاری ملازمت دلوانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس قلبی کیفیت کا اظہار خاکسار کے والد محترم سے کر دیا۔ میرے والد صاحب نے فرمایا کہ میری ہر گز ذاتی تمنا نہیں کہ یہ وقف چھوڑ کر باہر کسی ملازمت کے لیے جائے اس لیے آپ اس کی ملازمت کا ہر گز انتظام نہ کریں۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے خاکسار کو اس ابتلا سے بچا لیا اور میں سمجھتا ہوں کہ محترم حاجی احمد خان ایاز صاحب کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ بطور مربی سلسلہ خاکسار کی ابتدائی تقرری کھاریاں ضلع گجرات میں ہوئی۔

کھاریاں میں دوران قیام مختلف مواقع پر جو جماعتی جلسے اور پروگرام ہوتے تھے ان میں محترم حاجی احمد خان ایاز صاحب کی شرکت بھرپور انداز میں ہوتی اور آپ کی تقریر کے بغیر کوئی جلسہ یا پروگرام مکمل نہ ہوتا تھا۔ محترم حاجی صاحب کی موجودگی میں خاکسار کو بھی تقریر کا موقع ملتا جس پر وہ ہمیشہ میری دل جوئی فرمایا کرتے تھے گویا محترم حاجی احمد خان ایاز صاحب ہر ایک تقریب کے روح رواں ہوتے۔

محترم حاجی احمد ایاز صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ہنگری میں خدمات سلسلہ کی سعادت بخشی۔ خدمات سلسلہ کا جذبہ آپ کے اندر ہمیشہ غالب اور موجزن رہا۔

کھاریاں شہر میں آپ نے اپنے رہائشی مکان کے ساتھ ایک باغ تیار کروایا یہ جگہ آج بھی **''ایاز باغ''** کے نام سے مشہور ہے۔ اس باغ کے ساتھ ایک کھلا میدان صرف اس مقصد کے لیے چھوڑا گیا تھا تا کہ اس میں جماعتی تقریبات منعقد کی جائیں۔ چنانچہ 16 مئی 1959ء کو ربوہ سے ایک وفد کھاریاں پہنچا جس میں محترم مولانا قمرالدین صاحب فاضل اور مکرم خواجہ خورشید احمد صاحب سیالکوٹی شامل تھے۔ 16 مئی کو ہی ایاز باغ میں لجنہ کا جلسہ ہوا جس میں مرکزی وفد کے اراکین کے علاوہ مکرم ایاز صاحب اور خاکسار کی بھی تقریر تھی۔ 27 مئی کو بعد نماز ظہر ایاز باغ میں ہی لجنہ کا ایک اور جلسہ ہوا اس سے پیشتر 22 مارچ 1959ء کو جلسہ یوم مصلح موعودؓ ہوا جس میں مکرم کیپٹن حاجی احمد ایاز صاحب کے علاوہ ان کے فرزند مکرم محمد یوسف ایاز صاحب اور خاکسار کی بھی تقریر رکھی گئی تھی۔ اس جلسہ کی صدارت مکرم کیپٹن ایاز صاحب نے ہی فرمائی۔

اسی طرح 14 اگست 1959ء کو بھی کھاریاں جماعت کے تحت یوم آزادی کے حوالہ سے ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں محترم ایاز صاحب اور خاکسار کی تقریر تھی۔

ایک بار محترم ایاز صاحب کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ ان کے بیٹے مکرم محمد یوسف ایاز صاحب بطور واقف زندگی جامعہ احمدیہ میں بھی تعلیم حاصل کریں تا کہ انہیں تبلیغ کے رموز سے آگاہی ہو جائے اور بیروں ملک جا کر اپنے کام کے ساتھ ساتھ ایک باقاعدہ مبلغ سلسلہ کے طور پر بھی خدمات بجا لاتے رہیں۔ چنانچہ 21 مئی 1959ء کو خاکسار مکرم حاجی صاحب کی اس خواہش پر مکرم محمد یوسف ایاز صاحب کو لے کر جامعہ احمدیہ ربوہ پہنچا۔ یاد رہے کہ مکرم حاجی صاحب کی خواہش کے مطابق ان کے صاحبزادے مکرم محمد یوسف ایاز صاحب نے تقریباً آٹھ، نو ماہ اپنے خرچ پر جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی۔ چونکہ بیرون ملک جانے میں کچھ دقتیں تھیں اس لیے بی اے کے بعد یونائیٹڈ بینک میں بطور آفیسر ملازمت اختیار کر لی۔ اپنے والد محترم کی طرح مکرم محمد یوسف ایاز صاحب بھی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خدمت گزار ہیں۔

کھاریاں شہر میں ایاز باغ کئی ایک پہلو سے شہرت کا حامل ہے۔ ایک تو نہایت خوبصورت منظر ہے۔ ایک طرف مکان کے سامنے میدان ہے جہاں آج بھی جماعتی جلسے ہوتے ہیں۔ اس کے ارد گرد لگائے گئے خوبصورت درخت اور پودے اس کے حسن میں اضافہ کا باعث ہیں نیز چار دیواری ہونے کی وجہ سے محفوظ بھی ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار اس باغ میں جس میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے

تقریباً دو گھنٹے خطاب فرمایا اس موقع پر شہر کے معزز غیر از جماعت احباب بھی موجود تھے۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور دعاؤں کی قبولیت کے کئی ایک واقعات بیان فرمائے۔ جلسہ کے بعد جب مہمان جا رہے تھے تو چودھری غلام رسول صاحب جو اس وقت ٹاؤن کمیٹی کھاریاں کے چیئر مین تھے، انہوں نے یہ تبصرہ کیا کہ ”ہم لوگ تو اس بات پر روتے تھے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے لیکن آج کی تقریر سن کر احساس ہو رہا ہے کہ ان لوگوں میں جنا کھنا (ہر کوئی۔ ناقل) نبی ہے۔“

جماعت کی تقریبات کا مرکز ایاز باغ ہی چلا آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر اور ثواب مکرم حاجی احمد ایاز صاحب مرحوم اور ان کی اولاد کو ہمیشہ عطا فرماتا رہے۔ آمین

مکرم ومحترم حافظ مظفر احمد صاحب

ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد برائے دعوت الی اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم ومحترم محمد یوسف ایاز صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار مکرم کیپٹن حاجی احمد خان صاحب ایاز مرحوم کے بارے میں یادداشتوں کے بارے میں فرمایا ہے۔ خاکسار تو ان سے بہت جونیئر ہے ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ کبھی کھاریاں دورہ پر آئے تو ملاقات ہوئی۔

والسلام

خاکسار

(حافظ مظفر احمد)

ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد

مکرم چودھری شبیر احمد صاحب

وکیل المال اول تحریک جدید ربوہ

مکرم ومحترم چودھری شبیر احمد صاحب وکیل المال اول تحریک جدید انجمن احمدیہ ربوہ تحریر فرماتے ہیں:

”کیپٹن حاجی احمد خان ایاز صاحب مرحوم ان ابتدائی مجاہدین احمدیت میں سے تھے جنہوں نے حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہٗ کی تحریک پر ممالک بیرون میں دعوت الی اللہ کے لیے اپنی زندگی کا قابل قدر حصہ گزارا۔ آپ مجاہدِ ہنگری کے نام سے بھی یاد کیے جاتے ہیں۔ خاکسار کو ان کے نیاز حاصل کرنے کا موقع اس وقت ملا جب بندہ تحریک جدید کی طرف سے کھاریاں کی جماعت میں وکالت مال کے مقاصد کے لیے گیا۔ جماعت کی فہرست وعدہ جات تحریک جدید میں ان کا وعدہ امتیازی مقام کا حامل تھا اس لیے خاکسار کو ان کے دولت خانے پر جا کر ان سے ملنے اور ممالک بیرون میں دعوت الی اللہ کے حالات سننے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ اس موقع پر ان کا جذبہ مہمان نوازی اور احترام مرکز کا معیار قابل قدر پایا۔

دوران گفتگو انہوں نے بتایا کہ میں رہائش وغیرہ کے خاطر خواہ انتظامات نہ ہونے کے باعث نیز مقامی زبان سے لاعلمی کی وجہ سے بعض اوقات فاقہ مستی سے دوچار ہونا پڑا۔ ایک مرتبہ ایسا ہی موقع تھا، بھوک تنگ کر رہی تھی اور ایک ہوٹل میں سستے کھانے کی تلاش تھی۔ سب سے سستا کھانا مرغی کا انڈا تھا مگر کسی کو سمجھانا کہ مجھے انڈا پیش کیا جائے مشکل تھا تاہم مرغ کی اذان کی آواز نکال کر سمجھایا کہ مجھے انڈا چاہئے۔ ہوٹل والے اتنے محظوظ ہوئے کہ انہوں نے کھانے کا بل بھی نہ لیا۔

خاکسار کو سلائیڈز کے ذریعہ دعوت الی اللہ کا شوق تھا آپ نے میرے اس شوق کا علم پا کر ممالک بیرون سے متعلق بے شمار سلائیڈز مجھے تحفۃً عنایت فرما دیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ۔

ایک مرتبہ مرکز کے چند نمائندوں کو جو کھاریاں میں دورے پر گئے ہوئے تھے اپنی ایک نئی خرید کردہ زمین پر محض دعا کے لیے لے گئے۔ چنانچہ بعد میں محترم ایاز صاحب نے اس پر ایک کمرشل کمرہ تیار کروایا اور اس کا نام بوڈاپسٹ ہاؤس رکھا۔

خلافت سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ ایاز صاحب اس حوالہ سے اپنے آپ کو ”محمود کا ایازؔ“ کہتے تھے۔ یہ اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ زبان سے لاعلمی اور وسائل کے ناکافی ہونے کے باوجود سیدنا حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہٗ کے دور میں وطن کی سہولتیں چھوڑ کر اس مجاہد نے دیار غیر کا راستہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول

فرماتے ہوئے اپنے قرب میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور ان کی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سعید مرحمت فرمائے۔ ”

خاکسار

(شبیر احمد)
وکیل المال اوّل تحریک جدید ربوہ

صوفی محمد اسحٰق صاحب بانی احمدیہ مشن لائبیریا مشرقی افریقہ

مکرم ومحترم حاجی احمد خان صاحب ایاز کا نام خاکسار نے قادیان میں پہلی دفعہ اس وقت سنا جبکہ مدرسہ احمدیہ قادیان میں زیر تعلیم تھا۔ آپ حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اس تحریک پر کہ نوجوان دعوت الی اللہ کے لیے رُوئے زمین پر پھیل جائیں۔ تحریک جدید کے تحت 1936ء میں یورپ کے ملک ہنگری میں چلے گئے اور دعوت الی اللہ کے کام میں مشغول ہوگئے۔ اس وقت یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ ہنگری میں کتنا عرصہ مقیم رہے۔ بہرحال جب یورپ میں جنگ شروع ہوگئی تو آپ اس وقت وہاں سے واپس آگئے لیکن میری ان سے ملاقات میرے عرصۂ قیام قادیان میں کبھی نہ ہوسکی۔

1945ء کے اواخر میں خاکسار خود دعوت الی اللہ کے لیے مغربی افریقہ چلا گیا جہاں سے بالآخر تقریباً چھبیس سال کے بعد مستقل طور پر پاکستان آگیا۔ پانچ سال ضلع شیخوپورہ کا مربی انچارج رہنے کے بعد مستقل طور پر ربوہ آگیا اور جامعہ احمدیہ میں تدریس کے لیے میری تعیناتی ہوئی۔ اسی سال یعنی 1977ء میں جب خاکسار جامعہ احمدیہ کی بالائی کلاسوں کو لے کر تعطیلات میں تربیتی دورہ پر گیا تو کھاریاں پہنچ کر مجھے مکرم حاجی احمد خان صاحب ایاز سے ملاقات کا موقع ملا جس کا مجھے عرصہ سے اشتیاق تھا۔ اس کے بعد کئی دفعہ مجھے آپ سے پھر ملاقات کا موقع اس وقت ملتا رہا جب کبھی میں انصار اللہ کی طرف سے یا اصلاح ارشاد مرکزیہ کی طرف سے تربیتی دورے کے لیے کھاریاں جاتا رہا۔ میں ہمیشہ آپ سے آپ کے مکان ”ایاز باغ“ خود جا کر ملاقات کرتا رہا کیونکہ ایک اعزازی مبلغ ہونے کے باعث میرے دل میں آپ کی بہت عزت اور احترام تھا۔ آپ ہمیشہ بڑی ہی محبت اور تپاک سے ملا کرتے تھے اور تواضع بھی کیا کرتے تھے۔

میری آپ سے آخری ملاقات فروری 2001ء میں ہوئی جبکہ میں جماعت احمدیہ کھاریاں کے جلسہ سالانہ میں بطور مرکزی نمائندہ کھاریاں گیا۔ مربی انچارج ضلع عزیزم مکرم محمد مقصود احمد منیبؔ صاحب کو ساتھ لے کر آپ کی عیادت کے لیے آپ کے گھر حاضر ہوا۔ اس وقت آپ بستر علالت پر تھے اور نقاہت بہت زیادہ ہو چکی تھی۔ آپ بے ہوش تو نہ تھے لیکن بوجہ نقاہت کے بول نہ سکتے تھے اس لیے خاکسار نے ان کے قریب تھوڑی دیر بیٹھ کر ان کی صحت کے لیے دعا کی اور پھر چلا آیا۔

1996ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت اس عاجز کو مہمان خصوصی کے طور پر جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ انگلستان میں شمولیت کا اعزاز بخشا تو ایک روز حضور نے یورپ کے اور بعض دیگر ممالک کے پرانے احمدیوں کو سٹیج پر بلایا اور ان میں سے ہر ایک سے باری باری یہ پوچھا کہ کیا تم نے اپنی

آنکھوں سے حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام پورا ہوتا دیکھ لیا ہے یا نہیں کہ ”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“۔ اس وقت متعدد ممالک کے پرانے احمدی باری باری سٹیج پر آتے رہے اور گواہی دیتے رہے کہ ہاں ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ الہام پورا ہوتے دیکھ لیا ہے کیونکہ دنیا کے متعدد ممالک کے ہزاروں لوگ اس جلسہ میں موجود ہیں۔

اس وقت جبکہ یہ خاکسار بھی سٹیج پر موجود تھا ہنگری کے ایک معمر بزرگ جنہوں نے مکرم حاجی احمد خان ایاز کے وقت میں احمدیت قبول کی تھی جن کا نام شاید دوسہ تھا، وہ بھی سٹیج پر آئے اور حضور کے پوچھنے پر گواہی دی کہ ہاں میں نے حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھ لیا ہے کہ ”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“ یاد رہے کہ انہیں احمدیت قبول کئے اس وقت ساٹھ سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ ان کا اتنا لمبا عرصہ احمدی رہنا خصوصاً جبکہ جنگ عظیم دوم کے بعد کئی سال تک روس کے ماتحت ہنگری کمیونسٹ ملک رہ چکا تھا، یقیناً ایک غیر معمولی بات تھی اور ان کے احمدیت پر پختہ ایمان کی ایک پختہ دلیل تھی۔ اس کے بعد میں نے انہیں دیکھا کہ یہ اپنی گواہی پر بہت خوش خوش پھر رہے تھے۔ پس یہ ایک پھل تھا اس پودے کا جو مکرم حاجی احمد خان صاحب ایاز نے ہنگری کے ملک میں لگایا تھا اور دہریت کے ایک طویل دور کے باوجود اپنی جگہ پر سرسبز و شاداب چلا آرہا تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مکرم چودھری حاجی احمد خان صاحب ایاز کو جزائے خیر دے اور ان کے درجات کو بلند کرے کیونکہ آپ کے طوعی وقف کے نتیجہ میں ہنگری کے ملک میں احمدیت کی ابتداء ہوئی اور اب بفضلہٖ تعالیٰ پروان چڑھ رہی ہے۔ (آمین)

مولوی محمد اسماعیل منیر صاحب ناظر تعلیم القرآن ووقفِ عارضی

''مجاہد ہنگری'' نے تحریک کی

بچپن میں اخبار الفضل میں یورپ، افریقہ اور امریکہ میں احمدی مبلغین اسلام کی شاندار مساعی بڑے شوق سے پڑھتے تھے اور دل میں خواہش پیدا ہوئی تھی کہ کاش ہمیں بھی ایسے کام کرنے کی توفیق ملے۔ انہی دنوں میرے ہاتھ ایک کتاب ''مجاہد ہنگری'' لگی جو شیخ الٰہی بخش رحیم بخش احمدی بک سیلرز و پبلشرز گجرات نے 1938ء میں شائع کی تھی اس میں حاجی احمد خان صاحب ایاز جن کو حضرت مصلح موعودؓ نے 1936ء میں ہنگری کے پہلے مبلغ اسلام بنا کر بھجوایا تھا، نے اپنے حالات اتنے دلچسپ انداز میں لکھے تھے کہ انہیں پڑھتے ہی عاجز نے پکی نیت کر لی کہ میں بھی مجاہد ہنگری کی طرح کسی ملک کا مجاہد اور مبلغ بنوں گا اور جس طرح مشکلات آنے پر خدائی نصرت حاجی صاحب کی مدد کو پہنچتی رہی اس طرح کے نظارے ہم بھی دیکھ سکیں گے اور سچے اور زندہ خدا کو دیکھیں گے۔ حاجی صاحب کے ذریعہ بے شک اس زمانہ میں چند لوگ حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لا کر سچے اسلام میں داخل ہوئے لیکن وہی بیج تھے جو حاجی صاحب نے بوئے اور اب وہ سارے یورپ میں پھل پھول رہے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے یہ شعر حرف بحرف پورے ہو رہے ہیں۔

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض چلنے لگی مردوں کی ناگاہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

چنانچہ خاکسار نے بھی زندگی وقف کی، جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور 1951ء میں تبلیغ و اشاعت دین کے لیے بیرون ملک بھجوا دیا گیا۔ عاجز نے اس فضل الٰہی پانے پر محترم مجاہد ہنگری کو ہمیشہ یاد رکھا اور ان کے آخری ایام میں ان سے کھاریاں میں ملاقات کر کے بے حد خوشی ہوئی اور مزید یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو دوبارہ ان ممالک میں جانے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ 1985ء میں وہ ہنگری، پولینڈ وغیرہ کے دورہ پر گئے اور پرانے اور نئے احمدیوں کو مل کر بے حد خوش خوش واپس لوٹے۔ مقامی اخباروں میں بھی ان کا ذکر خیر ہوا۔ عاجز نے ان کے دوسرے دورہ یورپ کے حالات سن کر آڈیو ریکارڈ تیار کئے تھے جو بہت ہی دلچسپ ہے۔

محمد مقصود احمد۔ مصنف کتاب ہٰذا

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی

1909ء میں رفیق حضرت مسیح موعودؑ چودھری کرم دین صاحب کسانہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے سے نوازا۔ یہ بچہ چونکہ حج کے روز پیدا ہوا اس لیے اس کا نام ان کے والد کی درخواست پر جماعت احمدیہ کے جید عالم حضرت مولوی فضل دین صاحب (جو حضرت مسیح موعودؑ کے تین سو تیرہ رفقا میں سے تھے) نے حاجی احمد خان رکھا۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کے مصداق یہ بچہ غیر معمولی ذہین اور عقلمند ثابت ہوا۔ اوائل عمری میں ہی پڑھائی لکھائی سے غیر معمولی وابستگی ہوگئی اور بی۔ اے کا امتحان دیا تو کامیابی پر کھاریاں کا سب سے پہلا گریجوایٹ ہونے کا اعزاز بھی انہیں کو حاصل ہوا۔ 1934ء میں لا کالج دہلی سے قانون کا امتحان دیا اور ابھی امتحان سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے نوجوانوں کو زندگی وقف کرنے کی تحریک کی۔ آپ نے فوراً اس پر لبیک کہا یوں آپ تحریک جدید کے ابتدائی واقفین زندگی میں سے ایک بن گئے۔ مرکز سے حکم آیا کہ قادیان آکر تیاری کرو تو فوراً قادیان حاضر ہوگئے۔ آپ کو حضرت مصلح موعودؓ سے بے پناہ عشق تھا اسی لیے اپنا تخلص ایاز رکھ لیا اور حضرت محمود کی نسبت سے ایاز بن گئے۔

قادیان پہنچتے ہی حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو 1935ء میں نیشنل لیگ کور کا نگران اعلیٰ مقرر فرمایا اور پھر خطبات جمعہ میں آپ کے کام پر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور آپ کی خدمت کو بے حد سراہا۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خطبہ جمعہ فرمودہ 6 دسمبر 35ء، الفضل 12 دسمبر 35ء)

15 جنوری 1936ء کو دعوت الی اللہ کے لیے ہنگری روانہ ہوئے۔ وقف کے اس تین سالہ دور میں ہنگری، پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں دعوت الی اللہ کا کام کیا اور جماعتی مراکز قائم کرنے کی توفیق پائی۔

1938ء میں وقف کی میعاد پوری کر کے واپس قادیان آئے تو حضرت مصلح موعودؓ نے ایاز صاحب سے فرمایا کہ اب آپ گجرات جا کر وکالت شروع کر دیں۔ یوں واپس آ کر مکرم ایاز صاحب نے وکالت شروع کی۔ اسی دوران فوج میں کمیشن لے لیا جلد ہی کیپٹن کے عہدہ پر سرفراز ہوئے پھر فوج سے سول سروس کے لیے منتخب کر لیے گئے اور یوں آپ نے محکمہ ایمپلائمنٹ ایکسچینج وزارت محنت میں جنرل مینیجر کے طور پر تقریباً دس سال ملک و قوم کی خدمت کی۔

1955ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر گجرات میں وکالت شروع کی۔ پھر ہائیکورٹ لاہور اور اس کے بعد راولپنڈی میں بطور ایڈووکیٹ پریکٹس کرتے رہے۔ 1971ء میں وطن مالوف کھاریاں آ کر وکالت شروع کر دی۔

1974ء میں جب جماعت احمدیہ کے خلاف ہنگامہ آرائی ہوئی تو آپ کھاریاں کے امیر جماعت تھے۔ بڑی حکمت اور پامردی سے حالات کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک جماعت احمدیہ کھاریاں کے امیر رہے۔

1985ء میں جلسہ سالانہ لنڈن میں شرکت کے لیے لنڈن گئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے پرانی یادیں تازہ کرنے کے لیے از راہ شفقت آپ کو ہنگری اور پولینڈ جا کر احمدیوں سے روابط کے لیے ارشاد فرمایا۔ تعمیل حکم کی اور ان ممالک سے لنڈن واپس آ کر حضور رحمہ اللہ کی اجازت سے واپس پاکستان آ گئے۔

1986ء میں دوبارہ لنڈن گئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ارشاد فرمایا کہ اب آپ روس جانے کی تیاری رکھیں اور وہاں جانے کا عزم کریں۔ لنڈن سے واپس آتے ہی روس جانے کی تیاری میں لگ گئے۔ روسی سفارت خانہ سے رابطہ کیا، بنیادی معلومات لیں اور کچھ لٹریچر بھی خریدا۔ اس وقت روس کے راستے بند تھے۔ آخر دم تک یہ خلش دل میں رہی۔ کیونکہ جب راستے کھلے تو مکرم ایاز صاحب صاحب فراش تھے۔

جنوری 2001ء سے تو مسلسل صاحب فراش تھے۔ دل کے تو پہلے سے ہی مریض تھے لیکن آخری دو تین سالوں میں خاص طور پر ٹانگوں میں کمزوری پیدا ہوگئی۔ آخر دم تک اپنے ہوش وحواس میں رہے۔ عیادت کے لیے آنے جانے والوں کو پہچان لیتے اور گفتگو کرتے۔

جب میری تعیناتی بطور مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کھاریاں میں دسمبر 1999ء میں ہوئی تو ملاقاتوں کا طویل اور غیر منقطع سلسلہ شروع ہوا۔ میں نے دیکھا کہ جب بھی حضرت مسیح موعودؑ کا اسم گرامی یا تذکرہ آتا تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے اور حضرت مصلح موعودؓ کا ذکر کرتے تو مضطرب ہو جاتے۔ اس وقت صحت اچھی تھی لیکن چلنے پھرنے سے قاصر تھے اس لیے ان کے بیٹے مکرم یوسف ایاز صاحب وہیل چیئر پر بٹھا کر ان کو بیت الحمد میں نماز جمعہ یا عید پر لایا کرتے تھے۔ بعد ازاں حالت زیادہ بگڑنے پر یہ سلسلہ بھی بند ہو گیا۔

فروری 2001ء میں امریکہ سے مکرم ایاز صاحب کی بیٹی سلمٰی صاحبہ نے فون پر بتایا کہ میں آ رہی ہوں تو ان سے کہنے لگے کہ میں تو 30 کو چلا جاؤں گا۔ 29/ اپریل کو فوت ہوئے اور 30/ اپریل 2001ء کو آپ کی میت ربوہ لائی گئی۔ چونکہ بفضلہ تعالیٰ موصی ہونے کا شرف حاصل تھا اس لیے بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل ایک کشفی نظارہ سنایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان

صاحبؒ آسمان پر موجود ہیں کہ حضرت محمودؓ مجھے کہتے ہیں کہ ایاز اب تم بھی آجاؤ۔ یوں یہ ایاز اپنے آقا محمود کے پاس 29/اپریل 2001ء کو رات ساڑھے نو بجے پہنچ گیا۔ آپ کو کھاریاں شہر کے پہلے گریجوایٹ، وکیل اور کمیشنڈ آفیسر ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ آپ کی وفات پر وکلا نے خاص طور پر سوگ منایا اور اس دن عدالتیں بند رہیں۔ یوں آپ کے پسماندگان کے ساتھ وکلا اور اہالیان شہر نے گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کیا اور ان کے دکھ میں برابر کے شریک ہوئے۔ مقامی اخبار کھاریاں ٹائمنر میں بھی آپ کے بارہ میں ایک مضمون چھپا۔ بلاشبہ مکرم ایاز صاحب مرحوم ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے۔ سادہ مزاج اور ملنسار۔ آپ کی ساری زندگی سادگی اور نفاست، علم سیکھنے اور سکھانے، تہذیبی و سماجی ورثہ کی حفاظت میں گزری۔ غالبؔ نے کچھ ایسے ہی انسانوں کے لیے لکھا ہے ؎

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

29/اپریل 2001ء کو وفات ہوئی اور 30/اپریل کو آپ بہشتی مقبرہ میں پیوند خاک ہوگئے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ

”بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر“

مکرم عبدالغفار ڈار 656/F صاحب سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

مجاہد ہنگری

بعض ہمارے نابغۂ روزگار لوگ ایسے بھی اس دنیا سے گزرے ہیں جو اپنی یادگار کے طور پر اپنی خود نوشت سوانح حیات چھوڑ گئے ہیں۔ مجاہد ہنگری حاجی احمد خان ایاز نے حضرت مصلح موعودؓ کے زمانہ میں وقف زندگی کے چند سال ہنگری، پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں گزارے۔ باقی ساری زندگی جماعتی خدمات اور جماعتی وابستگیوں میں اپنے وطن میں گزاری۔ مکرم ایاز صاحب کھاریاں شہر کے حضرت چودھری کرم دین صاحب کسانہ رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اکلوتے فرزند تھے جو 1909ء میں 10 ذوالحج کی معروف تاریخ کے دن پیدا ہوئے۔ اس وجہ سے حاجی کا بابرکت نام ان کے اصل نام کا لاحقہ بن گیا۔

اکتوبر 1934ء میں حضرت مصلح موعودؓ کا ایک خطبہ جمعہ پڑھ کر جب کہ وہ دہلی کے لا کالج کی آخری کلاس میں زیر تعلیم تھے اپنے آپ کو خدمت دین کے لیے پیش کر دیا۔ مئی 1935ء میں امتحان ختم ہوا تو ریلوے محکمہ میں ملازمت مل گئی۔ جب مرکز سے بلاوا آ گیا تو ملازمت سے مستعفی ہو کر قادیان پہنچے۔ یہ 1935ء کی بات ہے کہ ایاز صاحب واقفین زندگی کے ہراول دستہ میں اپنے دیگر مجاہد بھائیوں کے ساتھ عربی علوم اور حکمت کی کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔ ایک دن بہشتی مقبرہ کی طرف ہم پڑھنے کے لیے کھیتوں میں گئے تھے کہ ایاز صاحب بھی اس طرف نکل آئے۔ ہم سے ملاقات پر انہوں نے کسی عربی عبارت کا ترجمہ ہم سے پوچھا جو ہمیں اتفاق سے معلوم تھا۔ ہم بقول ان کے ان سے چھوٹی عمر ہونے کے باوجود ایک دن کے استاد بن گئے۔ ہمارا یہ تعارف ایک تعلق خاطر میں تبدیل ہو گیا۔ میں اس وقت مدرسہ احمدیہ کی ساتویں جماعت میں زیر تعلیم تھا۔ اس کے بعد اپنے والدین کا یہ اکلوتا فرزند اور فرزند کھاریاں 1936ء کی کسی تاریخ کو حضرت مصلح موعودؓ کی خاص دعائیں لے کر اور ان کے ہاتھوں کے ہار پہنے اور ان سے معانقہ کے بعد قادیان سے بیرونی سفر پر روانہ ہوا تو اس جم غفیر میں خاکسار نہ صرف موجود تھا بلکہ ان کے حق میں نعرے بھی لگا رہا تھا۔

اس سے قبل 1935ء کے دوران حضورؓ نے ایاز صاحب کو ایک یہ اعزاز بھی بخشا کہ ان کی سپاہیانہ قابلیت دیکھ کر انہیں آل انڈیا نیشنل لیگ کور کا افسر اعلیٰ بنا دیا۔ میں نے اپنے حلقہ کی کور کے ایک سپاہی کے طور پر ان کے ماتحت اس کور میں خود بھی کام کیا ہے۔ اس طرح سے ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ استاد شاگرد ہونے کا ادلہ بدلہ بھی اُتر گیا۔

خاکسار 1938ء میں اسیروں کے رستگار حضرت مصلح موعودؓ کے حکم سے سری نگر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے زیر اہتمام ہفت ہروزہ اخبار (اصلاح) کا مدیر معاون مقرر ہوا۔ 1948ء کے نصف آخر میں یہ ہفت روزہ مسلمانان ریاست جموں کشمیر کی ترجمانی کے جرم میں بلیک لسٹ آیا پھر سنسر کی زد میں آگیا۔ جب مجھے بھی کسی ناکردہ جرم میں ملوث کیا گیا تو میں حضور کے حکم سے پاکستان چلا آیا تو ایاز صاحب مرحوم سے پھر تجدید ملاقات ہوئی۔ حتیٰ کہ اب چودھری احمد جان صاحب مرحوم کی امارت کے زمانہ میں ہم نے باہم مل کر جماعتی خدمت بھی ایک ساتھ کی۔

مجھے یاد ہے کہ صدر ایوب صاحب کے دور میں جب ایاز صاحب راولپنڈی بار ایسوسی ایشن کے رکن تھے اور وہیں وکالت کر رہے تھے تو ہمیشہ ہی امیر صاحب جماعت احمدیہ چودھری احمد جان صاحب مرحوم کو ایاز صاحب کو کماحقہٗ تعاون حاصل رہا اور مجھے بھی ایاز صاحب کا تعاون حاصل رہا۔

مکرم ایاز صاحب کھاریاں میں بھی امیر جماعت کے طور پر رہ چکے ہیں اور ہنگری کے علاوہ انہوں نے پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں بھی جماعتی خدمات سرانجام دینے کے علاوہ پبلک ریلیشننگ کا خاصہ تجربہ اور ملکہ حاصل کیا تھا۔ چنانچہ صدر ایوب صاحب کے دور میں اسلامی ممالک کی کانفرنس راولپنڈی میں منعقد ہوئی تو انہوں نے متعدد نمائندگان سے رابطہ پیدا کر کے ایاز صاحب ان سے وقت حاصل کرتے رہے اور جماعت کا وفد آزادانہ طور پر انہیں دعوت الی اللہ کرتا رہا۔ اسی طرح ایاز صاحب ہمیشہ ہی خدمت دین کو ایک نعمت عظمیٰ سمجھتے رہے۔

مجھے ذاتی طور پر یہ بھی علم ہے کہ 1985ء کے جلسہ سالانہ میں ہماری باہم ملاقات رہی۔ اس دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے حکم کے تحت مکرم ایاز صاحب مرحوم ہنگری اور پولینڈ کا دورہ کر کے آئے تھے اور بہت خوش تھے کہ خلافت رابعہ کی برکت سے ایک بار پھر انہیں ان ممالک میں اپنے پرانے دوستوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ہنگری کے دارالخلافہ بوڈاپسٹ میں قیام کے دوران ایاز صاحب کو قادیان کے ایک اور مجاہد نوجوان مرحوم ابراہیم ناصر صاحب کی رفاقت بھی حاصل رہی اور پولینڈ میں بطور واقف زندگی ایاز صاحب کے جانے کے بعد ابراہیم ناصر صاحب نے ان سے چارج لیا۔ ایاز صاحب کی داستان حیات طویل ہے۔

کھاریاں کے یہ اولین لا گریجوایٹ 1971ء سے وہاں بھی بطور وکیل خدمت خلق کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ چنانچہ کھاریاں کے ایک مقامی ہفت روزہ کھاریاں ٹائمز میں آپ کے ذکر خیر میں پورا ایک صفحہ تین کالمی ہیڈنگ کے ساتھ شائع ہوا۔ مرحوم ایاز صاحب باغ و بہار اور پیار کرنے والی شخصیت تھے۔ آپ کی دو بیویوں سے اولاد ہے۔ بڑی اور بزرگ اہلیہ سے یوسف ایاز صاحب جو بنک افسر تھے اب ریٹائر ہو کر ایاز باغ کھاریاں میں رہتے تھے اور دوسرے فرزند عادل ایاز صاحب جماعت اسلام آباد سے وابستہ ہیں اور ایک بیٹی ہے۔ دوسری اہلیہ مرحومہ سے تین بیٹیاں شادی شدہ ہیں۔ ایاز صاحب کی عائلی زندگی بھی بہت کامیاب گزری۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

ایاز صاحب کے ذکر خیر کو حضرت مصلح موعودؓ کے ایک خطبہ کے اقتباس پر ختم کرتا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جبکہ حاجی احمد خان صاحب ایاز قادیان میں اپنا تعلیمی اور تبلیغی کورس حاصل کر رہے تھے آپ کی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے ان کے بارہ میں فرمایا:

> ”اس احمدی لڑکے نے ثابت کر دیا ہے کہ جماعت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے نوجوان موجود ہیں کہ جب کام کا وقت آئے خواہ حالات کچھ ہوں وہ کام کر کے دکھا سکتے ہیں“۔

حضور انور نے اس موقع پر ایاز کے کردار پر خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

> ”ہمارے نوجوانوں میں وہ روح موجود ہے اگر اسے اُبھارا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان میں ایسے افراد موجود ہیں جو ہر قربانی کر کے کام پورا کریں گے۔“

(تفصیل کے لیے دیکھئے خطبہ جمعہ 6 دسمبر 1935ء)

اللہ تعالیٰ نئی پود کے نوجوانوں اور ان مربیان کو جو اس میدان میں مصروف عمل ہیں اس طرح کی قربانیاں دینے کی توفیق عطا کرے جو احمدیت کو چار چاند لگانے کا موجب ہوں۔ مرحوم ایاز صاحب کی خودنوشت کتاب زندگی اس قابل ہے کہ ان کے صاحبزادے یوسف ایاز صاحب نئی نسل تک سبق آموز حالات و مشاہدات و تجربات پہنچانے کے لیے شائع کریں۔ مرحوم ایاز صاحب بفضلہٖ تعالیٰ موصی تھے۔ تقریباً 93 سال کی عمر پائی۔ 30/اپریل 2001ء کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ ان کے احباب اور لواحقین کو ان کے نیک نمونہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جناب محمد یعقوب امجد صاحب

جناب گرامی محمد یوسف ایاز صاحب
ایاز باغ کھاریاں شہر۔ ضلع گجرات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا ارشاد نامہ ملا۔ خاکسار اگرچہ 65ء میں کھاریاں کینٹ میں ملازمت کے سلسلے میں آیا تھا۔ مگر ایک عرصے تک خاکسار جماعت احمدیہ نصیرہ سے وابستہ رہا۔ غالباً 73,72 میں شہر کی جماعت سے تعلق پیدا ہوا مگر اس کے باوجود تعارف احباب مختصر ہی رہا۔

1977ء میں جب میرے بیٹے محمد ادریس میں ملازمت کا شوق پیدا ہوا تو اس نے یونائیٹڈ بینک کا ایک امتحان پاس کیا تو اسے یو۔ بی۔ ایل کی سروس کے لیے منتخب کرلیا گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ سے تعارف ہوا اس لیے کہ میرے بیٹے نے بتایا کہ آپ بھی یو۔ بی۔ ایل آڈٹ آفیسر ہیں۔ اس کے بعد گاہے بگاہے آپ نے غریب خانے پر تشریف لانا شروع کیا۔ اس دوران آپ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ آپ کھاریاں شہر میں ”ایاز باغ“ نامی جگہ میں رہائش پذیر ہیں۔ اس کے بعد ایک دو بار ایاز باغ کسی جلسے یا جنازے کے لیے جماعت کے ساتھ حاضری دینے کی توفیق پائی۔ آپ کے قبلہ محترم والد صاحب سے رسمی تعارف ہوا۔ چند سال پہلے جب وہ اپنی طویل بیماری کی وجہ سے گھر میں لیٹے رہتے تھے، تو ایک دو بار ان کی عیادت کے لیے حاضری دینے کا موقع ملا۔ آپ نے مختصراً بتایا ہوا تھا کہ وہ ہنگری میں مبلغ رہے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ان سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ وہ بی۔ اے کے بعد ایل۔ ایل۔ بی کرنے کے لیے دہلی کے لا کالج میں داخل تھے کہ 1934ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریک جدید کا اعلان فرمایا۔ اس کے متعدد مطالبات تھے مگر دو مطالبے نمایاں تھے: ایک مالی قربانی اور دوسرا وقف زندگی کا۔ چنانچہ محترم ایاز صاحب نے اس وقت حضور کی خدمت اقدس میں وقف زندگی کے لیے لکھ دیا۔ حضور نے ازراہِ شفقت قبول فرمایا اور کچھ دیر کے بعد آپ کو قادیان طلب فرمایا، آپ قادیان گئے۔ آپ کو دارالمبلغین ٹھہرایا گیا اور قرآن مجید اور اسلامی شعار وغیرہ کی تعلیم دلوائی گئی۔ اس کے بعد آپ کو حضور نے ہنگری کے لیے رخصت فرمایا۔ یوں آپ وقف زندگی کے مجاہد بن کر قادیان سے ہنگری پہنچے۔ اس وقت وقف کا عرصہ تین سال کا تھا۔ چنانچہ آپ یہ عرصہ گزار کر بخیر و خوبی وطن تشریف لے آئے۔

خلافت رابعہ کے دور میں جب آپ لندن گئے تو حضور نے ایک بار پھر آپ کو ہنگری جا کر وہاں کے جماعتی حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ آپ حسب ارشاد گرامی مختصر دورے پر ہنگری گئے اور وہاں کے

حالات وغیرہ معلوم کرکے جماعت کے بارے میں حضرت اقدس کی خدمت میں رپورٹ پیش کی۔

مذکور جماعتی مثال خدمت کے علاوہ کھاریاں شہر میں امیر جماعت کی حیثیت سے بھی آپ کو خدمت کا موقع ملا۔ خاکسار نے ان کی چند ایک ملاقاتوں سے جو تاثر لیا وہ یہ ہے کہ وہ ایک مخلص احمدی اور بے لوث خدمت کرنے والے فرد تھے۔ اس کا اثر ان کی اولاد میں بھی نمایاں ہے۔ ان کے دونوں صاحبزادے جناب مکرم یوسف ایاز صاحب اور محترم عادل ایاز صاحب مخلص اور نمایاں احمدی ہیں۔ ان کے پوتے بھی بفضل اللہ جماعت سے دلی خلوص اور وابستگی رکھتے ہیں اور ان کی بہو صاحبہ بیگم محمد یوسف ایاز صاحب بھی لجنہ کے کاموں میں فعال زندگی گزار رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے خاندان کے خلوص اور خدمت کو قبول فرمائے۔

ایک قابل قدر بات یہ ہے کہ جب کبھی جماعت کے لیے وسیع احاطے کی ضرورت پیش آئے تو ایاز باغ کا وسیع احاطہ جماعت کے لیے فراخ دلی سے پیش کیا جاتا ہے۔ خصوصاً عید الاضحیٰ کی قربانیوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان کی ہر خدمت کو قبول فرمائے اور ان کی جوان نسلوں کو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مکرم فیروزالدین صاحب امرتسری

ربوہ حَامِدًا وَّ مُصَلِّيًا
23.10.2001

عزیزم مکرم محترم یوسف ایاز صاحب معہ جملہ افرادخاندان سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں عرصہ پانچ چھ ماہ سے بیمار ہوکر اپنی بچی کے ہاں ڈسکہ میں بغرض علاج رہا ہوں۔ اب اللہ کے فضل سے ٹھیک ہورہا ہوں۔ آپ کا محبت نامہ 1.9.2001 کا ایاز باغ کھاریاں سے دیر سے ملا تھا۔ یادآوری کا شکریہ آپ سب کے لیے دعائیں جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ بزرگ مرحوم ومغفور کو جنت الفردوس میں کروٹ کروٹ اعلیٰ مقام نصیب فرماتا رہے اور جملہ لواحقین میں وہی خوبیاں جرأت، جذبہ، اخلاص اور احمدیت کی روح پیدا فرماتا رہے۔ مرحوم نہایت زندہ دل، بااخلاق، دعوت الی اللہ کے پہلوان، ہردلعزیز مہمان نواز، اپنے ماحول اور علاقہ میں نامور مشیر، قانون دان، انکسار سے بھرپور، ہنس مکھ، مالی قربانی میں نمونہ تھے۔ پولینڈ، چیکوسلواکیہ بیرون پاکستان میں اپنی تحریروں، تقریروں اور تہذیب کا لوہا منوایا تھا۔ زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔

دوران قیام کھاریاں اپنے باغ میں مہمان نوازی بھی ادا کرتے تھے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ عاجز ان کے بارہ میں کیا لکھ سکتا ہے۔ 24.09.2001 کے روزنامہ الفضل میں لکھنے والے نے خوب لکھا ہے۔ جزاکم اللہ۔

کیا تھیں خوبیاں اس جہاں سے جانے والوں کی
زندہ رہے گا نام اللہ کے پیاروں کا

اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر قسم کے شر سے بچا کر اپنی حفاظت میں رکھے۔ مکرم مرحوم حاجی صاحب ہمارا کچھ نہیں لے گئے ہاں ہمیں بہت کچھ دے گئے ہیں۔ ان کے درجات کی بلندی کے لیے صبر اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ابھی صحت زیادہ لکھنے کے قابل نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کا حامی ہو۔

والسلام

(فیروزالدین امرتسری) خادم سلسلہ
آنریری انسپکٹر تحریک جدید وکالت مال اوّل
ربوہ۔ پاکستان 23.10.2001

مکرم حمید اختر صاحب جرمنی

میرے بزرگ چچا

حضرت حاجی احمد خان ایاز کی وفات کی خبر ہم سب گھر والوں کے لیے انتہائی افسردگی کا باعث ہوئی۔ اس حقیقت سے تو انکار نہیں کہ بالآخر ہر ایک نے اک نہ ایک روز اس دنیائے فانی سے کوچ کر جانا ہے اس لیے یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے کہ ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

سبھی کو صبر وشکر سے کام لیتے ہوئے پھر سے پوری توجہ کے ساتھ اپنے دینی و دنیاوی فرائض کو نبھانے میں مصروف ہونا ہی پڑتا ہے تا نظام کائنات بھی چلتا رہے۔

حضرت حاجی احمد خان ایاز ایسی ہی نیک اور پاک شخصیت کے مالک تھے کہ وفات کے بعد بھی اپنے عزیز و اقارب کے دلوں میں اسی طرح زندہ ہیں۔

چھ سات برس کی عمر سے میں نے ان کی زندگی کے حسین پہلوؤں کو اتنے قریب سے دیکھا ہے کہ ہزار کوشش کے بھی ان سے منسلک یادیں مٹنے کا نام نہیں لیتیں اور اُبھر اُبھر کر ان کی مستقل جدائی کا غم سامنے لا کھڑا کرتی ہیں۔

میرے والد محترم مرحوم حضرت میاں غلام محمد اختر صاحب نے جب 1935ء میں قادیان میں شاندار وسیع کوٹھی بنوائی جس کے دونوں طرف زنانہ و مردانہ کھلے لان تھے تو والد محترم نے کوٹھی کو ہر رنگ میں آباد کرنے کے لیے کچھ عرصہ کے لیے ہم سب اہل خانہ کو لاہور سے قادیان اس کوٹھی میں منتقل کر دیا اور خود ہر ہفتہ اتوار چھٹی کے دن گزارنے کے لیے لاہور سے تشریف لے آتے۔ انہی دنوں ایک بار والد محترم کے ہمراہ بزرگوار ایاز صاحب تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ آپ نے قانون کی ڈگری حاصل کی ہے اور اب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر خدمت دین کے لیے قادیان چلے آئے ہیں۔ چنانچہ والد محترم نے اپنی کوٹھی میں ہی مہمان خانہ کو آپ کے لیے مخصوص کر دیا تا کہ جب تک آپ حضورؓ کے حکم سے قادیان میں رہیں تو یہیں رہیں۔ گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے آپ کا کھانا پینا بھی ہمارے ساتھ ہی ہوتا تھا۔ تب ہم نے محسوس کیا کہ والد صاحب آپ کو سگے بھائیوں کی طرح چاہتے ہیں جس ناطے آپ ہمارے چچا بھی ہیں اور ہم پر نگران بھی۔

اپنی چھوٹی سی عمر کے اعتبار سے ان کے جماعتی فرائض کو تو میں سمجھ نہیں سکتا تھا لیکن ان کی شخصیت سے وابستہ دلکش یادوں میں سے سب سے نمایاں یاد یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نوجوانوں کو روحانی وجسمانی طور پر زیادہ سے زیادہ منظّم کرنے کے لیے ایک احمدیہ کور بنائی اور چچا ایاز کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے آپ کو سالار جیش بنا دیا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چچا ایاز دبلے پتلے نہایت چاک و چوبند اور پھرتیلے نوجوان تھے۔ جہاں آپ کی آواز میں رُعب اور دبدبہ تھا وہاں آپ کے روشن اور متین چہرے پر ہر وقت ایک دلکش مسکراہٹ کھیلتی ہتی تھی جس سے ہم سب بچے تو متاثر تھے ہی لیکن ان کے ساتھ اِدھر اُدھر جاتے ہوئے میں نے دیکھا کہ لوگ جہاں ان کا ادب بہت کرتے تھے وہاں ان سے محبت اور پیار کو بھی ایک خاص مقام حاصل تھا۔ وہ کور کی مخصوص وردی میں اتنے سمارٹ اور خوبصورت نظر آتے تھے کہ جب وہ تیار ہو کر گھر سے نکلتے تو میں ان کو جہاں تک نظر آتے دیکھتا رہتا۔

آپ باغبانی کے بے حد شوقین تھے چنانچہ اچھے سے اچھے پودے اور بیج لا کر ہماری کوٹھی کے دونوں صحنوں میں خوب باغبانی کی اور ہمیں بھی یہ کام سکھا دیا حتیٰ کہ جب تک وہ ہمارے ساتھ رہے گھر کے صحن سرسبز و شاداب ہی دکھائی دیئے لیکن ان کے جانے کے بعد ہم نے گھر کے صحن میں ویسی رونق نہ دیکھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے 1935ء میں آپ پولینڈ، ہنگری اور چیکوسلواکیہ وغیرہ کے ملکوں میں تبلیغی مہم کے لیے تشریف لے گئے۔ ہم سب بہن بھائیوں پہ چچا سے جدائی کا بہت بوجھ تھا۔ آپ کے خطوط میں اکثر یورپ کے خوبصورت مناظر کی تصاویر بھی ہوتیں جنہیں دیکھ کر ہم سب بہت خوش ہوتے۔

ہمیں یہ اطاعات ملتی رہتیں کہ چچا تبلیغ تو خوب کر رہے ہیں لیکن بھارتی حکومت کی پابندیوں کے باعث انہیں اخراجات کے لیے بھجوائی جانے والی رقم نہیں ملتی جس کے نتیجے میں وہ شدید مالی پریشانی میں گھرے رہتے ہیں جو فاقہ مستی کی حالت تک پہنچا دیتی تھی لیکن اپنے تبلیغی اور دینی فرائض کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ معجزانہ رنگ میں کوئی نہ کوئی راہ نکال دیتا تھا۔ ہم بچوں کو ایسے پریشان کن حالات کی خبر ملتی والد صاحب بزرگوار چچا کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے ہمیں بار بار تاکید کرتے کہ ان کے لیے خاص دعا کریں۔

ان حالات کی تصدیق مجھے یوں ہوئی کہ جب 1999ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہدایت پر جماعت احمدیہ جرمنی کی طرف سے مجھے ایک ماہ کے تبلیغی دورہ پر چیکوسلواکیہ جانے کی سعادت نصیب ہوئی وہاں مجھے چیکوسلواکیہ کے مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت کے صدر پروفیسر سلہاوی سے ملاقات کا موقع ملا۔ بوڑھے پروفیسر صاحب نے اپنے گھر بلا کر خوب خاطر مدارات کی اور ترقی اسلام پہ بڑی دلچسپ گفتگو کی اسی حوالہ سے حاجی احمد خان ایاز کا نام آ گیا۔ پروفیسر صاحب نے آپ کا نام بڑے ادب اور جوش وخروش سے لیا۔ فوراً اُٹھے اور اپنی

پرانی فائلوں میں سے ایک مقامی مؤقر اخبار نکال کر دکھایا جس میں چچا ایاز کی اُس دور کی تبلیغی مساعی کا ذکر تھا۔ پھر فخر سے بتایا کہ وہ اس وقت کالج میں پڑھتے تھے۔ انہوں نے ایک تبلیغی مجلس کا بھی ذکر کیا جس میں ان کی ملاقات چچا ایاز سے ہوئی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ فوراً چچا کی عظیم شخصیت سے متاثر ہو کر وہ آپ کے گرویدہ ہو گئے اور آپ کے تبلیغی پروگراموں میں اکثر ساتھ ساتھ رہے۔ انہی کے بقول وہ دور سخت مالی بحران اور سختیوں کا تھا مگر ان سے نوجوان اور چاک وچوبند ایاز خان کی دینی خدمات میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ انہوں نے ہی اس اخبار کی فوٹو کاپی کرا کے مجھے دی جو میں نے آتے ہی چچا کو کھاریاں بھیج دی۔

جہاں تک مجھے یاد ہے دوسری جنگ عظیم سے ذرا ہی پہلے خبر ملی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے اب چچا جان واپس آرہے ہیں۔ ہم سب بے حد خوش تھے کہ ہمارے سب سے پیارے چچا واپس آرہے ہیں۔ چند ماہ بعد پتہ چلا کہ وہ ہندوستان پہنچ گئے ہیں اور بذریعہ ریل فلاں دن اور فلاں وقت امرتسر پہنچ کر وہیں سے گاڑی پر قادیان روانہ ہو جائیں گے اور لاہور سے والد بزرگوارم اور دیگر بہت سے احمدی دوست امرتسر سٹیشن پہنچیں گے تا کہ امرتسر کی جماعت کے ساتھ مل کر اس مجاہد اسلام کا شاندار استقبال کریں۔

میں ان دنوں چند روز سے بخار میں مبتلا تھا اور درجہ حرارت 103/102 کے کم نہ ہو رہا تھا۔ پھر بھی بضد تھا کہ میں چچا کو لینے کے لیے امرتسر ضرور جاؤں گا مگر والد محترم اور سب گھر والوں نے مجھے سختی سے سمجھانے کی کوشش کی کہ اتنے بخار میں میرا سفر کرنا ٹھیک نہیں، میں نہ جاؤں گا لیکن چچا کو لازمی ملنے کی میری ضد اور میرے بار بار رونے نے سب کو پریشان کر رکھا تھا۔ جب ڈاکٹر صاحب مجھے دیکھنے آئے تو انہوں نے بھی مجھے بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ میں اتنے تیز بخار میں کسی صورت نہیں جا سکتا لیکن اس امر پہ میرے رونے اور میری ضد نے گھر بھر کو مصیبت میں ڈال رکھا تھا۔ اسی حالت میں اگلا دن آگیا جب دوپہر کے وقت میرے چچا امرتسر پہنچ رہے تھے۔ صبح سویرے والد بزرگوار نے تھرمامیٹر لگایا تو پتہ چلا کہ مجھے 102 کے قریب بخار ہے اس پہ میں نے جانے کی ضد میں رونا شروع کیا تو سب نے مجھے چپ کرانے کا ایک ہی بہانہ ڈھونڈا کہ میں اللہ سے بخار اتارنے کے لیے دعا کروں۔ اگر اللہ نے بخار اتار دیا تو میں جا سکتا ہوں۔

چنانچہ میں نے ہاتھ اٹھا کر ہچکیوں اور سسکیوں میں بہت دعا کی کہ اے اللہ! میرے چچا آرہے ہیں میں نے ضرور جانا ہے، میرا بخار اُتار دے! میں تیرا بڑا شکر گزار رہوں گا۔ دعا کے بعد میں نے والد صاحب سے کہا کہ میرا ٹمپریچر دیکھیں۔ ٹمپریچر لیا تو بخار ایک ڈگری کم ہو چکا تھا۔ والد صاحب نے فرمایا بخار تو ابھی بھی بہت ہے سفر ممکن نہیں۔ میں نے فوراً کہا میں پھر دعا مانگتا ہوں۔ دعا کے بعد دیکھا تو بخار ایک ڈگری اور کم ہو چکا تھا۔ سب نے کہا بخار ابھی بھی بہت ہے میں نہیں جا سکتا لیکن اب مجھے یقین ہو چکا تھا کہ اللہ میری دعا سن کر بڑے پیار سے

میرا بخار اُتار رہا ہے اس لیے میں نے رونے کی بجائے بڑے اعتماد سے کہا کہ میں پھر دعا مانگتا ہوں اللہ میاں میرا بخار اُتار دے گا۔ چنانچہ پھر دعا کے بعد ٹمپریچر لیا گیا تو ایک ڈگری اور کم ہو چکا تھا۔ پس یوں میری دعا اور والد صاحب کے تھرمامیٹر لگانے کی مہم کچھ دیر چلتی رہی حتیٰ کہ والد صاحب نے خوشخبری دی کہ بخار تو بالکل اُتر گیا ہے مگر تم کمزور تو ضرور ہو گے نہ جاؤ تو بہتر ہے۔ میں نے خوشی اور جوش میں آ کر اُٹھتے ہوئے کہا مجھے تو کوئی کمزوری محسوس نہیں ہو رہی میں تو ضرور جاؤں گا۔ سب نے فقط دعا کے زور سے لمحوں میں وہ بخار اُترتے دیکھا جو کئی روز سے نہ اُتر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کیا۔

میں نے والد صاحب کو یقین دلا دیا کہ اگر گاڑی میں کمزوری محسوس ہوئی تو فرسٹ کلاس میں تو ہر وقت لیٹنے کی بہت جگہ ہوتی ہے میں لیٹ کے چلا جاؤں گا مگر جاؤں گا ضرور۔ سب کی طرف سے شرط دعا سے بخار اُترنے کی تھی۔ اس رحیم و کریم خدا نے لمحوں میں مجھے اس شرط میں جتا دیا لہٰذا اب کسی کے پاس مجھے روکنے کی کوئی دلیل نہ تھی اور میں خوشی خوشی صحت مندانہ رنگ میں امرتسر پہنچ کر اپنے پیارے چچا کے ساتھ چپک کر بیٹھ گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اسٹیشن پر احمدی مخلصین کا ایک ہجوم تھا۔ کچھ گاڑی میں مجاہد اسلام احمدیت کے ساتھ بیٹھے تھے اور باقی کے باہر پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ سبھی نے تبرکاً آپ کے ساتھ مل کر کچھ نہ کچھ کھایا اور آپ نے اپنے ہاتھ سے مجھے کچھ مٹھائی کھلائی۔ پھر دعا ہوئی اور گاڑی آپ کو اور آپ کا قادیان تک ساتھ دینے والے دوستوں کو لے کر قادیان روانہ ہوگئی اور ہم خوشی خوشی لاہور واپس آ گئے۔

حضرت مسیح و مہدی موعودؑ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا جو پودا اپنے بابرکت ہاتھوں لگایا اسی کی جڑ کو عیسائیت کے مضبوط ترین ملکوں یعنی چیکوسلواکیہ، یوگوسلاویہ، ہنگری اور پولینڈ وغیرہ تک پھیلانے کے لیے آپ انتہائی ثمر بخش کاوشوں کے بعد 1938ء میں قادیان پہنچ گئے۔

پس اللہ نے چاہا تو نسل در نسل اسی بابرکت سے ان کا نام ہمارے درمیان رہے گا۔ اللہ انہیں اپنے قرب میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

……………………………

مکرم پروفیسر محمد سمیع طاہر۔ کینیڈا

مجاہد ہنگری - کیپٹن حاجی احمد خان ایاز کا ذکر خیر

مجاہد ہنگری محترم کیپٹن حاجی احمد خان ایاز سابق امیر جماعت احمدیہ کھاریاں ضلع گجرات نے 29/ اپریل 2001ء کو بقضائے الٰہی وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے (آمین)۔

حاجی صاحب کے بارہ میں کچھ لکھنا میرے لیے جہاں ایک سعادت ہے وہاں ایک فرض بھی ہے اور قرض بھی۔ پس ان دونوں کی ادائیگی کی کوشش میں ذیل کی سطور تحریر کر رہا ہوں۔ جہاں تک بات قرض کی ہے تو مجھے یہ سعادت ملی کہ میں نے ان کے دورِ امارت میں جماعت احمدیہ کھاریاں کی مختلف حیثیتوں میں خدمت کی توفیق پائی۔

نماز کے بعد جب اکثر احباب جماعت گھروں کو چلے جاتے تو حاجی صاحب لمبی نماز پڑھتے اور جماعت کی ترقی کے لیے دعائیں کرتے۔ حاجی صاحب ہم سب کے لیے روزانہ دعا کیا کرتے تھے۔

جب میں ناظم اطفال تھا تو ایک مرتبہ حاجی صاحب نے فرمایا کہ اطفال کو زیارت مرکز کے لیے ربوہ لے جاتے ہو تو ان کی ملاقات بزرگان سلسلہ سے ضرور کروایا کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ سالانہ اجتماعات کے موقع پر کھاریاں کے اطفال کی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ہر سال جب تک میں ناظم اطفال رہا، باقاعدہ ملاقات ہوتی رہی۔ اس دور کے اطفال کے اجتماعات پر اعلیٰ کارکردگی سے حاجی صاحب بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ ان کی جیب میں میٹھی گولیاں، کشمش اور بادام ہوا کرتے تھے اطفال کو وہ بڑی فراخدلی سے پیش کیا کرتے تھے۔

محترم کیپٹن حاجی احمد خان ایاز نے بانوے سال کی عمر پائی اور بھرپور اور فعال زندگی گزاری۔ آپ وفات سے ایک سال پہلے تک بیت الحمد میں جا کر نمازیں ادا کیا کرتے رہے۔ اگرچہ انہوں نے ایاز باغ کے اندر بھی ایک چھوٹی سی بیت الحمد تعمیر کر رکھی تھی، جہاں ان کی اہلیہ محلّہ بھر کے بچے بچیوں کو قرآن کریم پڑھایا کرتی تھی اور گھر کی عورتیں نمازیں ادا کرتی تھیں۔

قادیان میں احرار کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے جب حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک جدید کی بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا کہ:

"میں احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی ہوئی دیکھ رہا ہوں......"

اُس دور میں حاجی احمد ابھی طالب علم تھے لیکن دینی غیرت نے جوش مارا اور بلا توقف خلیفۂ وقت کے

حضور اپنا نام وقف کے لیے پیش کیا۔

1934ء میں جب آپ حفاظت مرکز کے لیے قادیان آئے تو بھرپور جوان تھے۔ بہادر اور جرائتمند تو بچپن سے ہی تھے۔ ان کی کارکردگی کو دیکھتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں سالارِ جیش مقرر فرمایا اور اپنے ایک خطاب میں ان کی کارکردگی کی تعریف کی۔

کھاریاں میں قادیان کی طرز پر سہ روزہ جلسہ ہوا کرتا تھا۔ چودھری لعل خاں جماعت ان دنوں جماعت احمدیہ کھاریاں کے جنرل سیکرٹری ہوا کرتے تھے اور نہایت رعب و دبدبہ کے مالک تھے وہ حاجی احمد ایاز اور کرنل اکبر علی جیسے نوجوانوں کو ڈی سی گجرات کے پاس بھجوایا کرتے تھے کہ ہمارا جلسہ آ رہا ہے اُمید تو نہیں کہ کوئی شرارت کا سوچے، ہم خود ہی سنبھال لیں گے لیکن چونکہ ہم امن پسند جماعت ہیں اس لیے آپ کو اطلاع دے رہے ہیں۔ حاجی صاحب اس دور کے بارہ میں بتایا کرتے تھے کہ جماعت کا علاقہ بھر میں بہت اثر ورسوخ تھا۔

حاجی احمد خان ایاز 1974ء کے پرآشوب دور میں کھاریاں جماعت کے امیر تھے۔ یہ عاجز قائد خدام الاحمدیہ تھا۔ شہر میں حالات بہت خراب تھے۔ مہمان خانہ، بیت احمدیہ اور امیر صاحب کے مکان پر خدام کا پہرہ لگایا جاتا تھا۔ ہم نے حاجی صاحب کو نہایت جرأت منداور دلیر پایا۔ وہ باقاعدگی سے کچہری جاتے اور بےفکر ہو کر مین بازار سے گزرتے ہوئے واپس ایاز باغ آتے رستے میں شرپسند آوازیں کستے اور بازاری جملے اُچھالتے لیکن آپ ہمیشہ درود شریف کا ورد کرتے ہوئے چلتے جاتے۔

آپ کا وجود میرے لیے نہایت قابل احترام تھا اور آپ کے ساتھ میری رفاقت بہت پرانی تھی لہٰذا وقت کے ساتھ ساتھ ان کی محبت وشفقت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ میں ہمیشہ انہیں دعا کے لیے کہتا رہتا تھا۔ میری شادی کے بعد میری بیوی اور بچے بھی ان کی دعاؤں سے فیض یاب ہوتے رہے۔

کھاریاں کے بزرگ صوفی نوردادصاحب، کرنل اکبر علی صاحب، چوہدری نور احمد صاحب اور کیپٹن حاجی احمد خان ایاز صاحب گزشتہ دو سالوں میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اب جب کبھی کھاریاں جانا ہوگا تو ان بزرگوں کو وہاں نہ پا کر دل کس طرح بے چین ہوگا اس کا اندازہ کوئی اہل دل ہی کر سکتا ہے!

حاجی احمد ایک دعا گو بزرگ تھے انہوں نے ہنگامہ خیز زندگی گزاری۔ نہایت پرآشوب دور اُن پر گزرے لیکن نہایت جرأت، جوانمردی اور بہادری سے ہر ابتلا کا سامنا کیا، احباب جماعت کی مناسب رہنمائی فرمائی، تعلیم الاسلام ہائی سکول کھاریاں کی سرپرستی کی اور نہایت فعال زندگی گزاری۔ وہ موصی تھے، بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور بعد میں آنے والوں کو ان کے نقوش قدم کی پیروی کرنے کی توفیق عطا ہو۔ آمین

مکرم محمد احسان اے چوہدری صاحب چیف ایڈیٹر "فریڈم"

چیف نیوز ایڈیٹر UNA (یونیورسل نیوز ایجنسی لاہور)
چیف نیوز ایڈیٹر روزنامہ "حیات نو" لاہور
E.S/30 اسلامیہ سٹریٹ نمبر 1 شام نگر چوبرجی لاہور)

ایک تاریخ ساز شخصیت

کیپٹن حاجی احمد ایاز خانصاحب (گولڈ میڈلسٹ)

سینئر ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

1956ء کی ایک سہانی صبح کا ذکر ہے کہ مجھے لاہور عدالت عالیہ میں دائر اپنی ایک رِٹ پٹیشن کے سلسلہ میں لاہور کے سینئر ایڈووکیٹ کیپٹن حاجی احمد ایاز خان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان کے آفس لاہور مال روڈ میں کچھ ایسی نادر تصاویر بھی لگی ہوئی تھی جو میری دلچسپی کا باعث بن گئیں۔ دریافت کرنے پر کیپٹن صاحب نے بتایا کہ یہ ہنگری، پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں ان کے قیام کے دوران مختلف لوگوں نے ان کو مختلف اداروں اور یونیورسٹیوں میں لیکچر کی دعوت دی تھی۔ یہ لیکچر زیادہ تر دینی اور تعلیمی موضوعات پر ہوا کرتے تھے اور یہ ساتھ والی تصویر میں ہنگری کے سابق وزیر تعلیم مسٹر ایڈمنڈ ملناشی ہیں جنہوں نے اپنے وطن ہنگری کو کمیونسٹ روس کے اثرات سے بچانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی لیکن روس نے ستمبر 1956ء میں ہنگری کے دارالحکومت بوڈاپسٹ پر ٹینکوں، توپوں اور بھاری فوج کے ساتھ اچانک حملہ کر دیا۔ ادھر ہنگری کے جوانوں نے گلی کوچہ اور بازار میں نیز ہر ایک چوک پر روسی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ہر گھر میں مورچہ بندی کر لی۔ ہنگری کے ریڈیو سٹیشن نے آزاد دُنیا کو مدد کے لیے پکارنا شروع کر دیا لیکن کسی نے بھی اس کی آواز پر کان نہ دھرا کیونکہ آزاد دنیا تو اس وقت نہر سوئز کے مسئلہ پر مصر پر حملہ آور تھی۔ ادھر روسی فوجوں نے 1986ء میں دو ماہ ستمبر اور اکتوبر میں عوام کے کشت وخون کے بعد ہنگری پر قبضہ کر کے وہاں اپنی ایک پوپٹ (کٹھ پتلی) حکومت قائم دی جس کا وزیر اعظم ایک روس نواز شخص مسٹر جینوس کارڈار کو بنا دیا گیا جس نے حریت پسندوں اور فریڈم فائٹرز کے لیڈر مسٹر ایڈمنڈ ملناشی کو گرفتار کر کے عقوبت خانہ میں ڈال دیا۔ عقوبت خانوں میں ان کے ساتھ انتہائی غیر انسانی سلوک روا رکھتے ہوئے جسمانی اذیتیں دے

دے کر اپاہج بنا کر رکھ دیا گیا۔ کیپٹن صاحب چونکہ ہنگری، پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں 1936ء سے 1938ء تک ایک مبلغ کی حیثیت سے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرتے رہے تھے اور ہنگری کو برصغیر کے اخبارات میں متعارف کروایا۔ ان خدمات کے اعتراف میں بوڈاپسٹ کے میئر نے ایک بہت بڑی تقریب میں ان کو گولڈ میڈل سے سرفراز کرتے ہوئے انہیں ہنگری کا عظیم دوست قرار دیا۔ بوڈاپسٹ کے میئر نے وہاں کی حکومت اور عوام دونوں کی جانب سے اتنا بڑا اعزاز کیپٹن صاحب کو دے کر ان کی فلاحی اور دینی خدمات کا کھلے دل سے اعتراف کیا تھا۔ لہٰذا کیپٹن صاحب کا ہنگری میں روسی فوجوں کی طرف سے وہاں کے عوام پر ظلم وستم سے بے قرار ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ کیپٹن صاحب نے ہنگری میں گل بابا ہل (Gul Baba Hill) کے مقام پر ایک اسلامک سنٹر اور مسجد بھی تعمیر کروانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ وہاں کے لوگ ان کو اپنا رہبر اور رہنما بھی کہہ کر پکارتے تھے اور ان کی عزت واحترام میں کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے۔

کیپٹن صاحب کو جب پتہ چلا کہ راقم الحروف ایک صحافی ہے اور اخبار ''فریڈم'' کا چیف ایڈیٹر ہے تو انہوں نے مجھے دعوت دی کہ آپ مظلوم اقوام کی آواز بلند کرنے میں ہمارا ساتھ دیں۔ اللہ نے آپ کو قلم دیا ہے آپ اپنے قلم کو ان لوگوں حق میں استعمال کریں جو آپ کی جائز حمایت کے مستحق ہیں۔ اس دن سے کیپٹن صاحب کے ساتھ ہماری دوستی پکی ہو گئی۔ اور پھر یہ دوستی بھائی بندی کی شکل اختیار کر کے بڑے اور چھوٹے بھائی کی صورت میں ڈھل گئی۔ انہوں نے مجھے ہمیشہ بڑے بھائی کی حیثیت سے چھوٹا بھائی سمجھ کر وہی پیار دیا جو بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو دیتا ہے۔ کبھی کبھار یہ پیار بھائی سے بڑھ کر باپ کا پیار بھی بن جاتا تھا۔ ان کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ کھیلتی تھی۔ کبھی غلط بات نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ دین کی سربلندی اور آزادی کی جنگ لڑتے رہے۔

کیپٹن صاحب چونکہ صوم وصلوٰۃ کے بڑے پابند تھے اور نماز کی پابندی پر سختی سے قائم رہتے تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی اپنے اندر کچھ تبدیلیاں کرنی پڑیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ان پابندیوں کی وجہ سے ہماری دنیا ہی بدل گئی۔ مجھ میں ایک خرابی تھی جس کا ان کو بھی علم تھا کہ میں سگریٹ نوشی کرتا ہوں لیکن 1956ء سے لے کر 2001ء تک ان کے سامنے کبھی سگریٹ نوشی نہیں کی۔ ہمیشہ ان سے چھپ کر سگریٹ نوشی کرتا اور وہ صرف مسکرا دیا کرتے۔

ہم دونوں نے باہم مل کر ملکی اور غیر ملکی اخبارات ورسائل میں روس اور کمیونزم کے خلاف ڈٹ کر ایک زبردست تحریک چلائی اور 1956ء میں روسی فوجوں کے ظلم وستم کے بعد لاکھوں ہنگیرین باشندے ہجرت کر کے مغرب اور یورپ کے دیگر ممالک میں چلے گئے تھے اور ولا فیڈریشن آف ہنگری کے نام سے ایک تنظیم بنائی جس کا صدر دفتر آسٹریا (ویانا) میں قائم کیا۔ اس کے مرکزی صدر ڈاکٹر ایڈمنڈ ملناشی نامزد ہوئے۔ اس تنظیم نے ایشیا میں نمائندگی کے لیے جناب کیپٹن حاجی احمد ایاز خان صاحب کو اپنا نمائندہ سفیر Ambassedor نامزد کیا۔ کیپٹن

صاحب نے اقوام متحدہ اور دیگر ممالک کے لیڈروں کی توجہ ہنگری پر روس کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف بذریعہ خطوط مبذول کروائی اور اخبارات میں پریس کانفرنسوں کے ذریعہ لوگوں کو ہنگری کی آزادی کی تگ و دو میں ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے دن رات کام کیا۔ بالآخر ہنگری کے عوام کو اپنی مرضی کی حکومت بنانے کا اختیار مل گیا اور آج ہنگری ایک آزاد خود مختار ملک کی حیثیت سے باوقار مرتبہ پر دنیا میں اپنا مقام رکھتا ہے۔

کیپٹن صاحب ایک مردِ قلندر تھے، لالچ یا حرص نام کی کوئی چیز ان کے نزدیک بھی نہ پھٹکتی تھی، ہمیشہ سچ کو ترجیح دیتے اور جھوٹے شخص سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ محبت، خلوص اور اپنائیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، تادم واپسیں نماز کی باقاعدہ پابندی کی، غریب اور مستحق لوگوں کی مدد جاری رکھی۔ انہوں نے کبھی جھوٹا کیس نہیں لیا پہلے کیس کی فائل پڑھتے تھے اگر کیس میں سچائی نظر آتی تو اس مدعی کا مقدمہ لڑتے ورنہ کہتے بھائی کسی اور جگہ اپنا کیس لے جاؤ میں اس طرح کے مقدمات نہیں لیتا اسی طرح اکثر بھاری فیس تک ٹھکرا دیتے۔ اللہ تعالیٰ پر بے حد توکل تھا کبھی غلط بیانی نہیں کرتے تھے۔

کیپٹن صاحب کو اردو، انگریزی اور ہنگری زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔ بیرون ممالک کے مختلف زبانوں سے شائع ہونے والے ہنگرین ان کی تصاویر کے ساتھ ان پر مضامین لکھا کرتے تھے۔ ادب سے بھی گہرا لگاؤ تھا اور کبھی کبھار شعر بھی کہتے تھے لیکن ان کی شاعری کا رجحان زیادہ تر دینی تھا۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ہنگری کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کروانے اور اقوام متحدہ سے ہنگری کے بارہ میں قراردادیں منظور کروانے کا سہرا انہی کے سر تھا۔ وہ کھاریاں (پاکستان۔ ایشیا) میں پیدا ہوئے لیکن شہرت بین الاقوامی سطح پر حاصل کی۔ آج بھی ہنگری، پولینڈ، چیکوسلواکیہ، جرمنی، فرانس، امریکہ، کینیڈا اور سوئٹزر لینڈ میں لوگوں کے گھروں اور اہم مقامات پر ان کی تصاویر اور ان کی زندگی کے اہم واقعات تحریری صورت میں موجود ہیں۔

میں بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ان کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا۔ ہمیشہ سچائی اور صاف گوئی ان کا طرہ امتیاز رہی۔ ان کے بڑے صاحبزادے جناب محمد یوسف ایاز جو ایک بینک میں آفیسر رہ کر ریٹائر ہوئے ہیں وہ بھی جناب کیپٹن صاحب کے نقش قدم پر ہی چل رہے ہیں بلکہ انہیں اپنے والد صاحب کی ڈپلیکیٹ کاپی کہنا زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ راست بازی اور سچائی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے اسی طرح ان کے چھوٹے صاحبزادے محمد عادل ایاز بھی اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ یہ کتنا بڑا اللہ کا کرم ہے کہ یہ دونوں ہونہار بیٹے اپنے عظیم باپ کا نام روشن کئے ہوئے ہیں۔

اپنے پیارے بھائی کیپٹن حاجی احمد ایاز خان مرحوم ومغفور کی وفات کے بعد پتہ چلا کہ جدائی کیا ہوتی

ہے ہ

تیرے جانے کے بعد ہوا معلوم
تو نہیں تھا تیرے ساتھ ایک دنیا تھی

لکھنے کو تو اس عظیم انسان، مخلص دوست، پیارے بھائی، مشفق باپ، محبِّ وطن لیڈر اور بین الاقوامی شخصیت پر ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے لیکن مجھے حکم ہے کہ مختصر لکھوں۔ پس میری دلی دعا ہے کہ اللہ اس عظیم انسان، گہوارہ سچائی، خلوص و محبت اور دکھی لوگوں کے غمگسار کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرماتے ہوئے درجات بلند فرمائے۔ آمین

راقم الحروف
محمد احسان اے چوہدری
E.S/30 اسلامیہ سٹریٹ نمبر 1
شام نگر چوبرجی لاہور
فون:7411934

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Ahmadiyya Muslim Foreign Mission Office
INERNATIONAL HEADQUARTERS RABWAH, PAKISTAN
London Office: 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL, U.K. Telephone: 081-870 6134
Cables: Islamabad London, Telex: 262433 MON REF. G 1292, Fax: 081-870 1095

Ref: T-3538
Date: 1-2-92

مکرم مبشر احمد یوسف صاحب ہنگری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ارسال کردہ خط مکرم ساقی صاحب کے نام موصول ہوا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ آپ کے خط سے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نیک جذبات کو قبول فرمائے اور اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ تعلیمی میدانِ میں کامیاب فرمائے۔ آمین

ہنگری میں ایک زمانہ میں مکرم ایاز صاحب بطور مبلغ گئے تھے۔ انہوں نے احمدیت کا پیغام ہنگری میں پہنچایا تھا۔ وہ یہاں جماعت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے تھے مگر بعد کے حالات اور ملکی قانون کی وجہ سے عدم رابطہ و تعلق کی بنا پر وہ لوگ کم ہو گئے۔ اب یہاں ہمیں ہنگری کے مقامی لوگوں کی ضرورت ہے تا کہ ہماری مقامی جماعت قائم ہو جائے اور پھر رجسٹر بھی ہو جائے جس کی بنا پر ہم یہاں مشن ہاؤس کے قیام اور مبلغ کے باقاعدہ تقرر کے لیے کارروائی کر سکیں گے اس لیے اگر آپ اللہ تعالیٰ کی مدد سے یہ کام کر دیں تو یقیناً دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں گے۔ یہاں ہمارے ایک رشین تا تاری دوست راویل صاحب غالباً ہنگری کا چکر لگائیں گے اگر ایسا ہوا تو ہم انہیں آپ کا پتہ وغیرہ دیں گے تا کہ رابطہ کر سکیں۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر میدان میں کامیاب کرے۔

والسلام۔
خاکسار

(ہادی علی چوہدری)
ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناصر احمد پروازی
5914 Long Valley Road Mississagua. Ont. Canada L5M 6J6
Telfax 905 1821 4637 Email: Nasirperwazi@hotmail.com

14 جنوری 2004

برادرم مکرم یوسف ایاز صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے قبلہ حاجی احمد ایاز خان صاحب مجاہد ہنگری کے بارہ میں مجھ سے کچھ لکھنے کو کہا تھا مگر میں اپنی بیماری کی وجہ سے ایسا نہ کرسکا۔ پھر دسمبر میں ہماری بیٹی کی شادی تھی اس میں مصروفیت رہی۔ اب فارغ ہوا تو ''مجاہد ہنگری'' کا مطالعہ کیا۔ اس سلسلہ میں ایک دو باتیں میرے علم میں ہیں انہیں ضبط تحریر میں لا رہا ہوں۔ زیادہ لکھنا ممکن نہیں۔ کیونکہ ابھی دل کی تکلیف بدستور ہے۔

؎ وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی

قبلہ حاجی احمد ایاز صاحب نے اپنی کتاب میں ڈاکٹر جولیس جرمانوش اور ان کی کتاب ''اللہ اکبر'' کا ذکر فرمایا ہے۔ ڈاکٹر جرمانوش صاحب ٹیگور کے ادارہ شانتی نکیتن میں اسلامی علوم کے پروفیسر تھے۔ شانتی نکیتن کے قیام کے دوران وہ ہندوستان کے دورہ پر نکلے، قادیان گئے، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا، ان کی بیگم صاحبہ حضور کے اہل خانہ سے ملیں، حضور نے اپنی تصویر اپنے آٹوگراف کے ساتھ انہیں عنایت فرمائی۔ یہیں سے جرمانوش صاحب کو جماعت احمدیہ کے عقیدہ کا علم ہوا کہ مسیح کشمیر میں دفن ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر جرمانوش صاحب سری نگر بھی گئے اور مسیح کے مقبرہ کی تصویر کھینچی۔ اپنی کتاب اللہ اکبر میں انہوں نے مسیح ناصری کی قبر واقع سری نگر کی اور مسیح محمدی کی قبر واقع قادیان دونوں کی تصویریں شائع کیں ہیں۔ حضرت صاحبؓ کی عطا کردہ تصویر بھی اس کتاب میں چھپی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں اپنا مضمون آپ کے ملاحظہ کے لیے لف کر رہا ہوں۔ اس سے حاجی احمد ایاز خان صاحب کی باتوں کی تصدیق ہو جائے گی۔

ڈاکٹر جرمانوش کے بارہ میں ایک اور حوالہ دستیاب ہوا ہے یہ رئیس احمد جعفری کی خاکوں کی کتاب کا حوالہ ہے مگر افسوس ہے کہ کتاب کا نام اس وقت ذہن میں مستحضر نہیں میں نے اس کی فوٹو کاپی رکھی تھی مگر غفلت یہ ہوئی کہ اس پر حوالہ درج نہ کیا۔ اب وہ کتاب بھی میرے پاس موجود نہیں مگر حوالہ کی عبارت بھی بھیج رہا ہوں جب بھی اس حوالہ کا مآخذ دستیاب ہوا آپ کو بھیج دوں گا۔ جعفری صاحب کے مضمون کا عنوان ہے:

''ڈاکٹر جرمانوس: ڈاکٹر ٹیگور کے شانتی نکیتن کی ایک یادگار تاریخ''

ہنگری کے مشہور مستشرق ڈاکٹر جرمانوس کی بین الاقوامی قابلیت اور مہارت سے متاثر ہو کر ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور نے......(صفحہ 40 تا 42)۔

امید ہے کہ آپ کو منسلکہ مضمون اور حوالہ سے بہت مدد ملے گی۔ دعا کی درخواست کے ساتھ۔

والسلام

خاکسار

(ناصر احمد پروازی)

ٹورانٹو

مکرم پروفیسر ڈاکٹر ناصر احمد پروازی صاحب

تاریخ احمدیت کا ایک بازیافتہ ورق

''ہنگری کے مشہور مستشرق پروفیسر جولیس جرمانوش 1929ء میں رابندر ناتھ ٹیگور کی یونیورسٹی شانتی نکیتن بنگال میں اسلامی علوم کے پروفیسر مقرر کئے گئے اور 1933ء تک وہاں درس و تدریس کا کام سرانجام دیتے رہے اس دوران انہیں جماعت احمدیہ کے عقیدہ وفات مسیح کا علم ہوا۔ 1931ء میں وہ قادیان تشریف لے گئے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ حضورؓ نے اپنے دستخطوں سے اپنی ایک تصویر انہیں مرحمت فرمائی جو ان کی مشہور زمانہ کتاب ''اللہ اکبر'' مطبوعہ 1936ء میں شامل ہے۔ یہ تصویر اور ان کی کتاب میں احمدیت کا جو ذکر ہے وہ غالباً تاریخ احمدیت میں موجود نہیں۔ پچھلے دنوں مجھے اتفاق سے ڈاکٹر جرمانوش کی کتاب اللہ اکبر کا ہنگیرین زبان میں ایک نسخہ مل گیا اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی جوانی کی تصویر دیکھ کر جو خوشی ہوئی اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ میں لندن کے جلسہ سالانہ پر جاتے ہوئے وہ کتاب ساتھ لے کر گیا کہ کوئی ہنگیریین زبان کا عالم میسر آجائے تو اس کتاب کے متعلقہ حصہ کا ترجمہ کرواسکوں مگر کوئی ایسا عالم میسر نہ آیا۔ ہاں میری اپنی یونیورسٹی یعنی اُپسالا یونیورسٹی (سویڈن) میں ہنگرین زبان کی ایک استاد موجود ہیں مگر وہ ان دنوں اپنے وطن گئی ہوئی تھیں۔ اب ان سے رابطہ ہوا تو میں نے پوچھا کیا آپ پروفیسر جرمانوش کے نام سے واقف ہیں؟ فرمانے لگیں واقف؟ ہم لوگ تو اپنی تعلیم کی ابتدا ہی ان کی کتابوں سے کرتے ہیں! میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ اس کتاب میں احمدیت سے حصہ کا ترجمہ کردیں یا مجھے اس کے مطالب سے آگاہ کردیں تاکہ میں احمدیہ لٹریچر میں ان کا ذکر ریکارڈ کرواسکوں۔ ڈاکٹر ماریا نے اس کتاب کے متعلقہ حصوں کو دیکھ کر بتایا کہ ڈاکٹر جرمانوش اور ان کی بیگم 1931ء میں قادیان گئے۔ ان کی مہمانداری کے لیے سلسلہ کی طرف سے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اور ان کی ولندیزی بیگم کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ مفتی صاحب نے ڈاکٹر جرمانوش کو جماعت کے عقائد سے آگاہ کیا۔ وہ خاص طور سے جماعت کے وفات مسیح کے عقیدہ کی تفصیلات جاننا چاہتے تھے اور جب کشمیر میں ان کی قبر کی بات سنی تو کشمیر میں ان کی قبر کی زیارت کے لیے بھی گئے۔ چنانچہ ڈاکٹر جرمانوش نے اپنی کتاب میں مسیح اول کی محلہ خانیار سری نگر میں واقع قبر کی تصویر اور مسیح ثانی کے مزار مبارک قادیان کی تصاویر ایک ہی صفحہ پر اکٹھی شائع کی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دعا کرتے ہوئے جو لوگ کھڑے ہیں ان میں مفتی محمد صادق صاحب کی جوانی کی شبیہ نمایاں ہے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی اہلیہ محترمہ مسز جرمانوش کو حضرت صاحب کے اہل

خانہ سے ملوانے لے گئیں۔ مسز جرمانوش کا کہنا ہے کہ اگر اسلام ان شرائط کے ساتھ چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے اور شوہر وہ انصاف روا رکھ سکتا ہے جو امام جماعت احمدیہ نے روا رکھا ہے تو اسلام کا یہ عقیدہ مغرب والوں کے لیے قابل اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ مسز جرمانوش نے حضرت صاحب کی چاروں بیویوں سے اکٹھے اور علیحدہ علیحدہ ملاقات بھی کی اور حیرت کا ایک فقرہ کہا ہے:

> ”میں نے چار بیویوں کو جو ایک ہی گھر میں رہ رہی تھیں اپنے خاوند کا اتنا مطیع اور فرمانبردار دیکھا ہے کہ اب تک حیرت زدہ ہوں۔ ان کا آپس میں اتنا میل جول اور بہناپا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی حریف لگتی ہی نہیں۔“

ڈاکٹر جرمانوش نے یہ تمام باتیں اس کتاب میں درج کی ہیں۔

ڈاکٹر جرمانوش کے قادیان آنے کے بعد تحریک جدید کے تحت مشرقی یورپ کا پہلا مشن 21 فروری 1936ء کو ہنگری میں مکرم حاجی احمد خان ایاز صاحب کے ذریعہ قائم ہوا۔ سارے مشرقی یورپ کو چھوڑ کر ہنگری کے انتخاب کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو ڈاکٹر جرمانوش سے ملاقات اور ان کی اسلام سے دلچسپی کی وجہ سے خیال آیا ہو کہ ہنگری کے باشندوں کو اسلام کی طرف بلانا دیگر یورپی باشندوں کی نسبت سے زیادہ آسان ہوگا کیونکہ یہ علاقے ڈیڑھ سو برس تک ترکوں کی سلطنتِ عثمانیہ کے زیرِ نگیں رہے۔ ڈاکٹر جرمانوش قادیان سے واپس جانے لگے تو حضرت صاحبؓ نے اپنی ایک تصویر اپنے دستخط کر کے انہیں مرحمت فرمائی۔ یہ تصویر سلسلہ کے لٹریچر میں موجود ہے مگر اس پر جو دستخط ہیں وہ نایاب ہیں۔ میں نے یہ تصویر مؤرّخ احمدیت حضرت مولانا دوست محمد شاہد صاحب کو بھیجی تو ان کا خط آیا کہ میں نے اس دستخطوں والی نایاب تصویر کو اپنے کمرہ میں آویزاں کر لیا ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے انگریزی میں ”ایم بی محمود احمد“ لکھا ہے۔ میں اپنے ذاتی علم کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ حضرت صاحب کے انگریزی دستخطوں کا یہی انداز تھا اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث انگریزی میں ”ایم این احمد“ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع انگریزی میں ”ایم ٹی احمد“ کے طور پر دستخط کیا کرتے تھے۔

اُپسالا یونیورسٹی سویڈن کی لائبریری میں ایک ارمغان بھی موجود ہے جو پروفیسر جرمانوش کی خدمات کے اعتراف میں مختلف مستشرقین کے مضامین پر مشتمل ہے۔ اس ارمغان میں پہلا مضمون پروفیسر کالدینا گی کا ہے جس میں پروفیسر جرمانوش کے حالات اور ان کی علمی فتوحات کا ذکر ہے۔ یہ ارمغان لوراند اتووس یونیورسٹی بوڈاپسٹ کی جانب سے 1974ء میں شائع کی گئی تھی۔

پروفیسر جولیس جرمانوش 6 نومبر 1884ء کو بوڈاپسٹ ہنگری میں پیدا ہوئے۔ استنبول، ویانا، لائپزیگ اور بوڈاپسٹ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی اور 1907ء میں بڑے اعزاز کے ساتھ ترکی زبان وادب، عربی

زبان و ادب اور تاریخ قدیم میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ انہیں اپنے زمانہ کے نامور مستشرق اساتذہ پروفیسر ارمین وامبیری اور اغناق غولدزاہر سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا۔ اور انہی دو اساتذہ نے انہیں ترکی کی تاریخ اور عرب کی تہذیب و تمدن کے بارہ میں مزید تحقیقات کرنے کی راہ پر ڈالا۔ آپ کی پہلی کتاب جس نے انہیں شہرت بخشی وہ سترھویں صدی کی ترک تحریکوں کے بارہ میں تھی اور 1907ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب پر 1908ء میں انہیں انعام ملا جس نے انہیں اس قابل بنا دیا کہ وہ برٹش میوزیم کے مشرقیات کے شعبہ میں ریسرچ کر سکیں۔ چنانچہ ڈاکٹر جرمانوش 1911ء تک وہاں تحقیقات کرتے رہے۔ 1912ء میں واپس آئے تو مشرقی تجارت کے ادارہ میں انہیں شرق اوسط کے امور پر لیکچرار مقرر کیا گیا۔ آپ اس خدمت پر 1921ء تک رہے اور اس دوران ترکی اور بلقان کے متعدد مطالعاتی دورے کئے۔ 1921ء میں انہیں اورینٹل انسٹیٹیوٹ کی فیکلٹی آف اکنامکس میں مقرر کیا گیا۔ ان کی ادبی حیثیت کا عالم یہ تھا کہ مشہور زمانہ انگریز ادیب جان گالزوردی کی سفارش پر انہیں 1926ء میں ہنگری کے اہل قلم کی انجمن کا جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ 1928ء میں انہیں بلغاریہ کے اہل قلم کی انجمن اور 1934ء میں انہیں مصر کے اہل قلم کی انجمن کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا موقع ملا۔ 1929ء میں انہیں رابندر ناتھ ٹیگور کی قائم کردہ یونیورسٹی شانتی نکیتن میں علومِ اسلامیہ کا استاد مقرر کیا گیا جہاں آپ 1933ء تک خدمات سر انجام دیتے رہے۔

1934ء میں آپ جامعہ الازہر گئے اور عربی زبان میں مزید تعلیم اور مہارت حاصل کرنے کے علاوہ دیگر علوم اسلامیہ میں بھی دسترس حاصل کی۔ یہیں سے آپ حج کے لیے مکہ گئے اور اس طرح اسلام کے بنیادی ماخذ سے اسلام کا مطالعہ کیا۔ پروفیسر فلپ کے حتی کی تاریخ عرب میں لکھا ہے کہ:

> ”زیادہ سے زیادہ پندرہ پیدائشی عیسائی یورپین افراد اسلام کے مقدس مقامات کو دیکھنے میں کامیاب ہوئے اور اپنی جانیں بچا کر صحیح سلامت واپس آئے۔ جن میں ہنگری کے پروفیسر جرمانوش بھی شامل ہیں“۔

پروفیسر جرمانوش نے اپنی کتاب ”اللہ اکبر“ میں یہ ساری روداد بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر جرمانوش نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اپنا اسلامی نام عبدالکریم رکھا تھا۔ حاجی عبدالکریم کی دو تین تصاویر بھی کتاب میں شامل ہیں۔ آپ کی تصانیف کی کیٹلاگ میں ان کو عبدالکریم جرمانوش، حاجی عبدالکریم جرمانوش، ڈاکٹر جولیس جرمانوش اور جدید ترکی لفظ کی رو سے ڈاکٹر گرمانس کے نام سے درج کیا گیا ہے۔

1939ء میں آپ ایک بار پھر عرب گئے اور مصر، مکہ اور مدینہ میں بعض کھدائیاں بھی دیکھیں اور دنیا پر مسلمانوں کے اثرات کے بعض آثار دریافت کئے۔ اسی سال آپ صحرائے عرب کو عبور کر کے ریاض پہنچے اور ایسا

کرنے والے آپ پہلے یورپین تھے۔

ڈاکٹر عبدالکریم جرمانوش نے ''مسیح کا مبینہ مقبرہ'' کے عنوان سے 1952ء میں ایک مضمون بھی لکھا ہے اور اپنی کتاب ''اللہ اکبر'' میں آپ نے سری نگر کشمیر کے محلّہ خانیار کے اس مقبرہ کی تصویر بھی دے دی ہے جسے جماعت احمدیہ مسیح ناصری کا مقبرہ قرار دیتی ہے۔ اس مقبرہ کی تصویر کے ہمراہ اسی صفحہ پر ڈاکٹر جرمانوش نے قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک کی تصویر بھی دی ہے۔

1941ء میں ڈاکٹر جرمانوش بوڈا پسٹ یونیورسٹی میں استاد مقرر ہوئے جہاں 1945ء میں انہیں پروفیسر کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا۔ ان کے مضامین میں عربی زبان وادب کے علاوہ کلچرل تاریخ کے مضامین بھی شامل تھے۔ تاریخ اسلام ان کا خاص مضمون سمجھا جاتا ہے۔ ان کے بہت سے مضامین برصغیر ہند وقتاً فوقتاً اُٹھنے میں اسلامی تحریکات کے بارہ میں ہیں۔ 1955ء میں انہیں قاہرہ، اسکندریہ اور دمشق کی یونیورسٹیوں کی جانب سے لیکچر دینے کے لیے مدعو کیا گیا۔ 1958ء میں انہیں ہندوستان کی بمبئی، آگرہ، علی گڑھ، لکھنؤ، کلکتہ اور شانتی نکیتن اور حیدر آباد کی یونیورسٹیوں کی جانب سے لیکچر کے لیے بلایا گیا جہاں انہوں نے اسلامی تہذیب وتمدن پر لیکچر دیئے۔

1962ء میں انہیں بغداد کی اکادمی آف سائنس کا اعزازی رُکن بنایا گیا اور 1966ء میں دمشق کی اکادمی کا۔ 1968ء میں روم کی اکادمی آف سائنسز کا اعزاز انہیں دیا گیا اور 1970ء میں انہیں لندن کی انسٹیٹیوٹ آف کلچر کا رکن بنایا گیا۔

بین الاقوامی مستشرقین کے حلقوں میں ڈاکٹر جولیس جرمانوش کا نام ایک معتبر نام ہے۔ (ارمغان بخدمت ڈاکٹر جولیس جرمانوش۔ مرتبہ پروفیسر کالدینا گی۔ شائع کردہ بوڈاپسٹ یونیورسٹی 1974ء۔ ص 7 تا 10 سے جستہ جستہ)۔

اسی ارمغان کے آخر میں جی ڈیوڈ کا مرتب کردہ ڈاکٹر جرمانوش کی علمی فتوحات کا ایک گوشوارہ شامل ہے۔ اس میں بیشتر مقالات ہنگیرین یا ترکی زبان میں ہیں۔ کچھ انگریزی میں بھی ہیں۔ ان میں سے چیدہ چیدہ مقالات کا وقت کی ترتیب کے لحاظ سے ترجمہ درج ہے۔

1) 1906ء پروفیسر ای۔ جے ڈبلیو گب کی مشہور عالم کتاب ''عثمانی دور کی شاعری کی تاریخ'' جلد اول تا چہارم مطبوعہ لندن پر عالمانہ ریویو 1908ء۔

2) پروفیسر گب کی تاریخ ادب عثمانیہ جلد پنجم پر ریویو 1910ء

3) ''ترکوں کا زیریں ڈینیوب پر پہلا ورود اور ترک ہنگری جھگڑے کا آغاز''

4) تاریخی مقالہ ''ہنگری میں انگریزوں کا ورود''

5) تاریخی مقالہ 1911ء ’’عرب عیسائیت کی بعض تاریخی یادگار عمارتیں‘‘
6) مقالہ 1915ء ’’جہاد‘‘
7) مقالہ ’’جنگجو اسلام‘‘
8) مقالہ ’’اسلامی جنگوں کے مراحل‘‘
9) مقالہ 1917ء ’’ترکی کے ثقافتی مسائل‘‘
10) مقالہ۔ ’’عرب قومیت کا مسئلہ‘‘ مقالہ 1918ء
11) ’’ہمارے زمانہ میں ترک زبان اور ثقافت‘‘
12) مقالہ 1919ء۔ ’’تاریخ پر جغرافیے اور نسل پر اثرات‘‘
13) مقالہ 1927ء۔ ’’ملک عرب اور اسلام‘‘
14) مقالہ 1928ء۔ ’’ترک انقلاب‘‘
15) مقالہ ’’مشرقی صوفیت اور بکتاشی درویش‘‘
16) مقالہ 1929ء ’’اسلام کا مطالعہ‘‘
17) شانتی نکیتن یونیورسٹی کے میگزین ’’وسوا بھارتی‘‘ میں مقالات کا ایک سلسلہ
18) ’’اسلامی دنیا میں نئی تحریکات‘‘
19) مندرجہ بالا سلسلہ کا مقالہ 1930ء۔ ’’اسلامی دنیا کی جدید تحریکات‘‘
20) مندرجہ بالا سلسلہ کا نیا پہلو مقالہ 1931ء۔ ’’ترکی کا مقبول ادب‘‘
21) لاہور میں لیکچر جو اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ لاہور نے چھاپا 1932ء
22) ’’اسلامی دنیا کی جدید تحریکات‘‘ ان مقالات کے سلسلے کا نیا مقالہ 1933ء ’’آج کا انڈیا‘‘
23) ہنگیرین زبان میں مقالہ۔ ’’ترکی ادب کا احیا‘‘
24) مقالہ 1934ء۔ ’’اسلام میں ترکوں کا کردار‘‘
25) مقالہ کا دوسرا حصہ 1936ء۔ ’’اللہ اکبر‘‘
26) اسلامی دنیا کے بارہ میں اپنے تاثرات۔ کتاب 1938ء
27) ’’اللہ اکبر‘‘ کا جرمن ایڈیشن
28) ’’عرب۔ شام اور میسوپوٹیما کی دریافت اور اس کی تسخیر۔ دنیا کے دریافت کنندگان اور

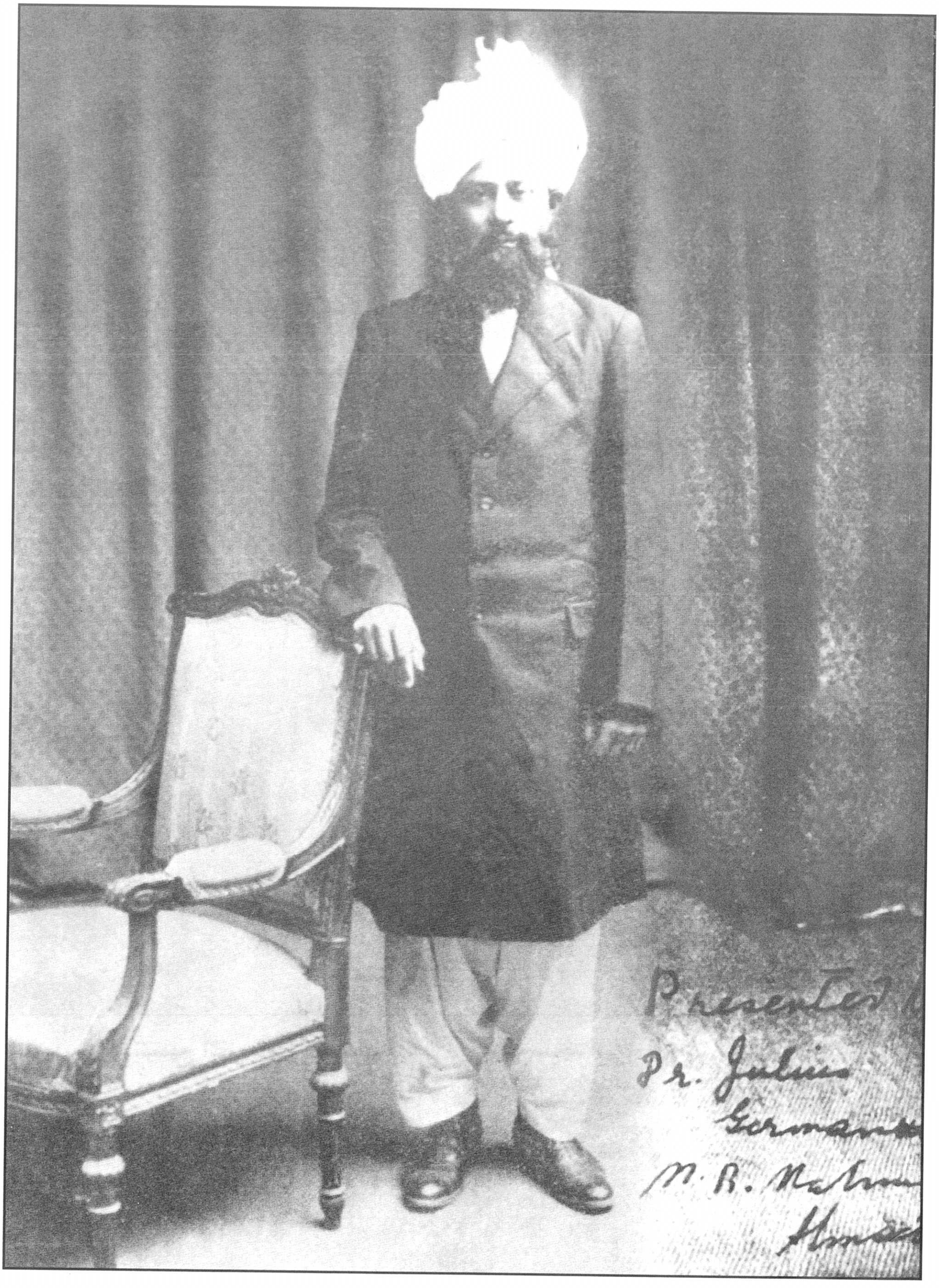
Presented
Pr. Julius
German
M. R. Mahm
Ahm

پروفیسر جرمانوش کو عطا کی گئی تصویر

فاتح“ مقالہ 1944ء

29) ”عرب دانشوری کا احیاء“ مقالہ 1950ء

30) ”عربی بولنے والی دنیا کا لسانی بنیاد پر اتحاد“ مقالہ 1951ء

31) ”الف لیلہ“ کے مآخذ“؟ ”عربی حروف تہجی کے بارہ میں بعض خیالات“ مقالہ 1952ء

32) ”عربی ادب کے بعض گمنام شہ پارے“ مقالہ

33) ”عیسیٰ کا مبینہ مقبرہ“ مقالہ

34) ”ابن سینا کی ہزار سالہ برسی“ مقالہ 1953ء

35) ”اسلامی سلطنتوں کے زوال کے اسباب“ مقالہ 1954ء

36) ”عرب جغرافیہ دان“ مقالہ 1955ء

37) ”نپولین اور اسلام“ مقالہ

38) ”ابن کثیر اور منصور بن حلاج“ مقالہ

39) ”جدید عربی ادب کے بعض پہلو“ مقالہ 1956ء

40) ”عربی ادب کے بعض جدید رجحانات“ مقالہ

41) ”عربی زبان کی روح“ مقالہ

42) ”اندھوں کے لیے پڑھنے کی اسلامی ایجاد“ مقالہ 1957ء

43) ”ہلال کی زرد روشنی میں“ مقالہ

44) ”ہنگری کے مستشرقین کا ماضی اور حال“ مقالہ 1959ء

45) ”عصری عربی ادب کے بعض پہلو“ مقالہ

46) ”احمد شوقی کی یاد میں“ مقالہ 1960ء

47) ”امریکہ میں عربی ادب“ مقالہ 1961ء

48) ”بدوی زمانہ سے لے کر آج تک کے عربی شعراء کا تعارف“ مقالہ 1962ء

49) ”تاریخ ادب عربی“ کتاب 1963ء

50) ”قدیم عرب کی میراث“ مقالہ 1964ء

51) ”ابن بطوطہ کے اسفار کا تعارف“ مقالہ

52) ”مراکش کا ادب“ مقالہ 1966ء

53) ’’مشرق کی روشنیوں کی جانب‘‘ کتاب

54) ’’ابوالعلاء معری: نئی تحقیقات کی روشنی میں‘‘ مقالہ

55) ’’زندگی کا اسلامی زاویہ‘‘ مقالہ 1967ء

56) ’’ابن خلدون: فلسفۂ تاریخ کا پیش رَو‘‘ مقالہ 1968ء

57) ’’اللہ اکبر‘‘ دوسرا ایڈیشن 1969ء

58) ’’چند نئے عرب ناول نگار‘‘ مقالہ 1970ء

59) ’’مشرق کی روشنیوں کی جانب‘‘ کتاب کا دوسرا ایڈیشن

60) ’’عربی کی ادبی زبان کا ارتقا‘‘ مقالہ

61) ’’جنوبی عربی یمن کی عصری شاعری‘‘ مقالہ 1971ء

62) ’’جنوبی عرب کی جدید شاعری‘‘ مقالہ

63) ’’الاسلام کالدین العالم‘‘ عربی میں مقالہ 1973ء

64) ’’اللہ اکبر‘‘ کا تیسرا ایڈیشن

65) ’’تاریخ ادب عرب‘‘ کا تیسرا اور اضافہ شدہ ایڈیشن

66) ’’مشرق کی جانب سفر کی یادیں‘‘۔ ’’عین عالم جنگ میں جدید فلسطینی شاعری‘‘ مقالہ

یہ اس عالم کی بعض علمی فتوحات کا ذکر ہے جن کی وجہ سے اسے نامور مستشرق گنا جاتا ہے اور عربی ادب اور مذہب اور اسلام سے تعلق رکھنے والے سب لوگ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس شخص کو سارے عالم اسلام میں صرف ایک شخصیت (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) ایسی دکھائی دی جس کی باتوں میں ایسی صداقت، کشش اور شیرینی محسوس ہوئی کہ اپنی مشہور عالم کتاب میں نہ صرف اس کی تصویر چھاپی بلکہ برصغیر ہند میں جدید اسلامی تحریکوں پر بڑے وسیع تحقیقی کام کی بنیاد ڈالی اور عین ممکن ہے ڈاکٹر جرمانوش کے ذہن میں اسلام کو مکمل طور پر نئے سرے سے پڑھنے کا خیال ہی اِس ملاقات کے بعد پیدا ہوا ہو۔ ڈاکٹر جرمانوش کے مقالات کی فہرست کا ترجمہ میں نے اسی لیے وقت کی ترتیب کے لحاظ سے درج کر دیا ہے کہ پڑھنے والے ان کے ذہن میں آنے والی تبدیلیوں کا اندازہ لگا سکیں۔ ہمارے احمدی محققین کے لیے یہ ایک نیا موضوع ہے۔ بقول شاعر:

؎ صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

ڈاکٹر عبدالکریم جرمانوس

ڈاکٹر ٹیگور اور شانتی نکیتن کی ایک یادگار تاریخ

ہنگری کے مشہور مستشرق ڈاکٹر جرمانوس کی بین الاقوامی قابلیت اور مہارت سے متاثر ہو کر ڈاکٹر رابندرناتھ ٹیگور نے 1932ء میں تین سال کا معاہدہ کر کے ڈاکٹر جرمانوس کو شانتی نکیتن میں دعوت دی اور علوم مشرقیہ کی کرسی ان کے سپرد کر دی۔

ڈاکٹر جرمانوش کے پہلو میں ایک تڑپتا ہوا احساس دل تھا، وہ صحیح معنوں میں جویائے حقیقت تھے۔ مذہباً عیسائی تھے لیکن یہ مذہب ان کو تسکین نہ دے سکا شاید اسی تحقیق حق کے جذبہ نے انہیں علوم مشرقیہ کا سکالر بنا دیا اور تحقیق و تدقیق کی پوری شان کے ساتھ انہوں نے دوسرے مذاہب کو بھی جانچا اور پرکھا لیکن ان میں سے کوئی مذہب بھی ان کی قلبی تسکین اور اطمینان کا باعث نہ بن سکا۔

تحقیق و مطالعہ کے زمانہ میں انہوں نے دیگر مذاہب کے ساتھ ساتھ اسلام، تعلیمات اسلام، اسلام کے فلسفۂ حیات اور نظام زندگی کا بھی بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا۔ وہ ہنگری یونیورسٹی میں پروفیسر تھے لیکن جہانیاں جہاں گشت بھی تھے۔ انہوں نے اسپین کی سیاحت کی تھی اور وہاں ''مورس'' (مسلمانوں) کے غیر فانی نقوش بھی دیکھے تھے، وہ مصر بھی جا چکے تھے اور وہاں ایک مٹی ہوئی قوم کے زندہ جاوید کارنامے ان کے سامنے بکھرے پڑے تھے، وہ ترکی کا سفر بھی کر چکے تھے اور وہاں انہوں نے اس قوم کے دست بازو کے ہنر کے ساتھ ساتھ اس کی تعمیرات اور صناعیوں کا مشاہدہ بھی کر رکھا تھا۔ اب وہ ہندوستان آئے تو یہاں بھی وہ نچلے نہ بیٹھ سکے، ایک طرف دلی کی جامع مسجد انہیں دعوت نظارہ دے رہی تھی تو دوسری طرف آگرہ کا تاج محل اور فتح پور سیکری کے باقیات الصالحات ان کا دامن دل اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ علاوہ ازیں لاہور کی شاہی مسجد اور قلعہ شاہجہانی کے غیر مرئی نقوش بھی ان کے دل و دماغ پر چھا چکے تھے۔ پہلی فرصت میں وہ شانتی نکیتن کے خلوت کدہ سے اُٹھے اور بلاد ہند کے وہ نقوش ناتمام دیکھنے کے لیے چل پڑے جن کی کشش ایک عرصہ سے انہیں اپنی طرف مائل کر رہی تھی۔

ہندوستان میں عہد اسلامی کی عمارتوں کو دیکھ کر بھی وہ بہت متاثر ہوئے۔ دلی آئے تو خوش قسمتی سے ڈاکٹر انصاری تک اور وہاں سے جامعہ ملیہ کے ارباب کار تک ان کی رسائی ہوئی۔ جامعہ کے خاک نشینوں کا ماحول، طرزِ زندگی اور نظامِ معاشرت انہیں بھا گیا۔ وہ جامعہ اور اس کے اساتذہ کا جائزہ لینے لگے اور چند ہی ملاقاتوں میں کافی ربط وضبط بڑھا لیا۔

اسلام سے وہ متاثر ہو چکے تھے۔ اس فطری مذہب کی سادگی انہیں اپنی طرف کھینچ رہی تھی اور وہ زیادہ دیر تک اسلام سے دور نہیں رہ سکتے تھے۔ چنانچہ دلی میں قیام کے دوران انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور ایک روز جامعہ کے تعلیمی مرکز نمبر ایک کے ہال میں ایک اہم جلسہ کے دوران یہ اعلان کردیا کہ آج سے میں مسلمان ہوتا ہوں۔ رمضان کا مہینہ تھا شاہجہان اعظم کی جامع مسجد میں انہوں نے بڑے والہانہ جوش اور شیفتگی کے ساتھ رمضان کے آخری جمعہ میں شرکت کی۔ ان کی صورت اس وقت میری آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے۔ گداز بدن، گورا رنگ، گول چہرہ، چوڑی دار پائجامہ، سرج کی ایک چست اچکن، ترکی ٹوپی، متبسم چہرہ، آنکھوں میں غور وفکر کی چمک، ادھیڑ عمر، اسلام قبول کرنے کے بعد کچھ روز کے لیے وہ جامعہ میں ٹھہر گئے۔ عربی زبان تو وہ جانتے تھے لیکن پھر بھی مطالعہ کے دوران بعض پیش آنے والے اشکال کو وہ دور کرنا چاہتے تھے۔ میرے اور عبدالسلام صاحب قدوائی کے ذمہ یہ کام کیا گیا۔ وہ عربی بولنے پر قادر نہیں تھے انگریزی بول لیتے تھے لیکن اپنے مخصوص تلفظ کے ساتھ۔ پہلے روز جب ہم دونوں ان کے کمرہ میں پہنچے تو جتنی مشکل ڈاکٹر صاحب کو عربی لٹریچر کے بعض مہمات کو حل کرنے میں پیش آرہی تھی اس سے زیادہ مشکل ہمیں ان کی زبان اور انداز بیان کے سمجھنے میں پیش آتی۔ وہ ہمیں اپنی مشکل سمجھانا چاہتے تھے اور ہم انہیں اپنی مشکل سے آشنا کرنا چاہتے تھے۔ آخر یہ پہلی ملاقات ہر قسم کے اشاروں کنایوں کے باوجود ”گاندھی جناح“ ملاقات سے زیادہ ناکام ثابت ہوئی اور پھر ہم لوگوں نے ان کے کمرہ کا رُخ نہیں کیا کیونکہ منجملہ اَور مشکلات کے سب سے بڑی مشکل ہنسی تھی جس کا ضبط کرنا ہمارے لیے تقریباً ناممکن تھا۔ یہ وہ مرض ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ اصل بات یہ تھی کی ہماری انگریزی بھی بہت کچی تھی اس لیے انگریزی میں بے تکلف علمی گفتگو قطعاً ناممکن تھی۔ عربی کی استعداد ٹھیک تھی لیکن نہ اتنی کہ ہم انہیں اپنا شاگرد بنا لیتے اور ایسی ”عربی مبین“ استعمال کرتے کہ ان کی استعداد اسے بآسانی فن تسلیم کرلیتی۔

ڈاکٹر جرمانوش کے قبول اسلام کی خبر جب شانتی نکیتن میں پہنچی تو ایک کھلبلی مچ گئی اور تو اور خود گرودیو ڈاکٹر ٹیگور اس حادثہ کو خوش اخلاقی کے ساتھ برداشت نہ کرسکے اور اب وہی ڈاکٹر جرمانوش جنہیں خاص طور پر ہندوستان بلایا گیا، جنہیں گرودیو ٹیگور اور شانتی نکیتن کے کارکن ہاتھوں ہاتھ لیتے اور جن کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کرتے تھے قبول اسلام کے جرم میں معتوب و مقہور ہوگئے، اب ان پر حقارت کی نظریں پڑنے لگیں۔ وہ حیران تھے کہ جو ٹیگور انسانی اخوت کا عالمگیر برادری کا علمبردار تھا وہ عملاً اتنا تنگ دل نکلا کہ اپنی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کا قبول اسلام برداشت نہ کرسکے۔ پہلے اس کے چشم و اَبرو پر بل پڑے اور پھر وہ اعلانیہ دل کی بات زبان پر لے آئے۔ شانتی نکیتن کے متعصّبانہ رویہ اور ڈاکٹر ٹیگور کی اس ناروا داری نے ان تمام لوگوں کو بڑا صدمہ پہنچایا جو دل سے ڈاکٹر ٹیگور کے ثناخواں اور شانتی نکیتن کے مداح تھے۔

بہر حال اس روش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈاکٹر جرمانوس نے اپنی مدت معاہدہ ختم ہو جانے سے پہلے استعفیٰ دے دیا جسے بڑی مستعدی بلکہ شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا گیا اور ایک روز وہ شانتی نکیتن، اس کی مہمان نوازی اور ڈاکٹر ٹیگور کی اس اصول پروری کا ایک گہرا نقش لے کر اپنے وطن واپس روانہ ہو گئے اور پھر ہنگری میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

گیارجی لیڈرر (Gyorgy Lederer)

ترجمہ: محمد مقصود احمد (مصنف کتاب ہٰذا)

بوڈاپسٹ (ہنگری) میں احمدیہ دارالتبلیغ

(1936 - 1937)

”بوڈاپسٹ

1931ء کے وسط میں جولیس جرمانوس (Julius Germanus) (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد، احمدیہ مسلم جماعت کے خلیفہ ثانیؓ کے دفتر قادیان میں حاضر ہوئے، قارئین رسالہ ”دی عرابیسٹ“ (The Arabist) ان کی سوانح عمری سے کافی حد تک آگاہ ہیں، ہمیں اس بات کا تو علم نہیں کہ ”مصلح موعود“ نے جو کہ مندرجہ بالا فرقہ احمدیہ کے بانی (حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام۔ مترجم) کے فرزند ارجمند ہیں، ملاقات کے دوران بتایا یا نہیں لیکن 1936ء میں انہوں نے حاجی احمد خان صاحب ایاز کو جو کہ ایک چھبیس سالہ نوجوان وکیل ہیں، ہنگری میں بطور مبلغ کے بھجوایا۔ یہ دارالتبلیغ اس تحریک کا حصہ ہے جس کا آغاز ”تحریک جدید“ کے تحت 1934ء میں کیا گیا تھا جس کی غرض وغایت یہ تھی کہ احمدیت کو دنیا بھر میں پھیلایا جائے۔

(ظفر اللہ 1978:272-274)

قبل ازیں ہم بتا چکے ہیں کہ 1930ء میں کچھ صحافیوں، وکلا اور ریٹائرڈ سویلین ملازمین نے چند سینکڑوں مقامی مسلمانوں کی مدد کی تھی اور بھرپور تعاون پیش کیا تھا۔ ان میں سے اکثر مسلمانوں کا تعلق بوسنیا اور ترکی سے تھا۔ اِن عیسائیت سے مرعوب لیکن باہمت مسلمانوں نے ”گل بابا“ کے مزار کے قریب ایک بہت بڑی مسجد بنانے کا ارادہ کیا تھا۔

”گل بابا“ سولہویں صدی کے ایک بزرگ درویش تھے جنہیں بوڈاپسٹ میں واقع ایک پہاڑی ”گلابوں کی پہاڑی“ (Hill of Roses) پر دفن کیا گیا تھا، یہ باہمت مسلمان مسجد بنانے میں کامیاب بھی ہوگئے۔ بہرحال ان کی یہ تحریک بوڈاپسٹ کے برگوماسٹر استوان برکس اور دیگر بہت سے معتبرین کی وجہ سے شہرت پاگئی۔ اس تحریک کے سب سے جوشیلے کارکن مقامی ٹاؤن ہال کے کلرک اور بیلا ویراگ (Bela Viraag) نامی

پندرہ روزہ میگزین کے ایڈیٹر انڈور مڈارسکی (Andor Medriczy) 1936ء میں راہئ ملک عدم ہوئے جن کی تدفین کے موقع پر مؤرخہ 17/جون 1936ء کو محترم ایاز خان صاحب نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر ایک معرکۃ الآراء خطاب بھی فرمایا تھا۔

(بحوالہ بوڈائے ناپلو (17,6, 1936,3)

عین ممکن ہے کہ ڈاکٹر ایاز صاحب نے مقامی پریس میں شہرت اور تعلق پیدا کرنے کے لیے ان سے رابطہ کیا ہو اور انہوں نے ہر طرح سے تعاون کا ہاتھ بڑھایا ہو تا کہ مقامی پریس میں انہیں شہرت ملے۔

ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ان کے دو درجن سے زیادہ مقالہ جات باتصویر شائع ہوتے رہے جن میں ڈاکٹر ایاز صاحب اور ان کے مذہب کے متعلق نہایت عمدہ اور تفصیلی تعارف پیش کیا گیا۔ اس وقت کے اخبارات کے مطابق ہنگری میں، مئی 1936ء میں صرف چار، فروری 1937ء میں 75، اپریل میں 100، اگست میں 150 اور ستمبر میں تقریباً 400 احمدی احباب موجود تھے۔ یہ اعداد و شمار ایاز صاحب کے فراہم کردہ تھے۔ علاوہ ازیں ان کے نائب مبلغ چوبیس سالہ نوجوان جناب محمد ابراہیم ناصر صاحب جو علوم ریاضی کے ماہر تھے، قادیان سے تشریف لائے، انہوں نے بھی کم و بیش یہی اعداد و شمار مہیا کیئے تھے۔ گمان غالب ہے کہ ان دو مبلغوں نے انہیں احمدی متصور کیا ہو کیونکہ وہ جماعت کی تبلیغ زور شور سے کرتے تھے۔ عین ممکن ہے کہ بوڈاپسٹ میں اکثر لوگ اہل مشرق کی روحانیت اور صوفیانہ خیالات کے قائل ہو گئے ہوں۔

ڈاکٹر ایاز صاحب جو اپنے سر پر ایک خاص قسم کی پگڑی باندھتے تھے، بسا اوقات چند اہالیان ہنگری کے لیے مقامی کلبوں میں تقاریر بھی کیا کرتے اور تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ یوں وہ ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے کہ بارسوخ لوگوں سے رابطہ کر کے انٹرویو بھی دیں اور ملاقاتیں بھی کریں۔ اس غرض کے لیے انہوں نے بوڈاپسٹ شہر میں ایک فلیٹ کرایہ پر لیا ہوا تھا جہاں پر وہ اکثر اجلاس منعقد کرتے۔ ہنگری زبان میں انہوں نے دو رسالے بھی شائع کیئے تھے۔ (بحوالہ ایاز 1936ء اور بشیر الدین 1937ء)

وہ اس لحاظ سے بھی کافی شہرت پا گئے تھے کہ اکثر شہر کے گلی کوچوں میں تقاریر کیا کرتے دکھائی دیتے، وہ مستورات کے ساتھ ہاتھ ملانے سے مکمل اجتناب برتتے تھے۔ چنانچہ وہ بہت جلد منصۂ شہود پر آ گئے جس سے بعض لوگ احمدیہ عقائد سے مثبت انداز میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان عقائد میں جن میں مسیح ناصری کا یروشلم میں مصلوب ہونا پھر صلیب سے زندہ اُترنا اور کشمیر ہندوستان کے شہر سری نگر میں بحیثیت پڑدادا ہونے کے انتقال فرمانا شامل ہے۔

بوڈاپسٹ میں مختلف اخبارات پڑھنے والے ایاز صاحب کے مضامین سے اس امر کو بخوبی جان گئے تھے

کہ افغان (اہل افغانستان) لوگ در حقیقت اہل یہود ہیں اور اسرائیل کے گمشدہ قبائل ہیں۔

ایاز صاحب نے اس وقت ایک سنسنی پھیلا دی جب انہوں نے اینٹی سمیٹک اور اینٹی عیسائیت تحریک میں شمولیت اختیار کر لی۔ یہ تورانی تحریک ایک خدا کی قائل تھی گو یہ ایک کمزور تحریک تھی لیکن اہالیان ہنگری بہت حد تک اس خیال کے قائل تھے کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد "تورانی امن معاہدہ" کی رُو سے ہنگری حکومت کو اس کے دو تہائی علاقہ سے محروم کر دیا گیا ہے۔ ایاز صاحب اس بارہ میں بہت جوش اور وَلولہ رکھتے تھے کہ جن علاقوں سے حکومت ہنگری کو محروم کیا گیا ہے وہ علاقے منصفانہ طور پر اسے واپس ملنے چاہئیں۔ اس بارہ میں انہوں نے مؤقر احمدی رسالہ "سن رائز" اور روزنامہ "الفضل" میں بے شمار مضامین شائع کروائے جن میں انہوں نے اس چھوٹی سی قوم کی آہ و بکا بھی کی کہ کس طرح اہل مغرب اور اردگرد کے دشمن ممالک نے عداوت سے کام لیا۔ اس لحاظ سے اہالیان بوڈاپسٹ ایاز صاحب کے ممنون ہیں۔ بوڈاپسٹ کے اخبارات نے ان کی ان کوششوں کو بے حد سراہا۔ "سن رائز" رسالہ نے ایڈمرل ہارتھی اور دیگر رؤسائے شہر کی تصاویر بھی شائع کیں اور اس تورانی نعرہ کو جلی حروف میں شائع کیا کہ:

> "اہالیانِ ہنگری کا خدا ایک زندہ خدا ہے اور سوائے اس کے وہ کسی بیرونی خدا کی پرستش نہیں کرتے"

نیز ایک سے زیادہ مواقع پر ہنگری قوم کے اس عقیدہ کو بھی نشر کیا کہ:

> "میں ایک خدا میں یقین رکھتا ہوں، ایک وطن میں یقین رکھتا ہوں، آسمانی انصاف میں یقین رکھتا ہوں اور ہنگری کے دوبارہ احیاء پر یقین رکھتا ہوں"۔

(بحوالہ سن رائز لاہور۔ 4-5 ,, 1937 ,6,3)

ایاز صاحب کے اس ترجمہ کا حوالہ جو سن رائز مؤرخہ 24/اپریل اور 6 مارچ 1937ء کے شمارہ میں شائع ہوئی اس کے الفاظ مندرجہ ذیل تھے:

> "تمام اہل اسلام کو جان کر مسرت ہوگی اور انہیں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ بہادر ماجر قوم نے ہر لحاظ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ توحید باری تعالیٰ ہی اہالیانِ ہنگری کا بنیادی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ ان کو اسلام کے قریب تر لانے کا ذریعہ ہے۔ جب میں نے سرزمین ہنگری پر قدم رکھا تھا اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ میں اپنے ہی بھائیوں میں آ گیا ہوں۔ ہماری شکل و شباہت میں فرق ضرور ہے لیکن روحانی لحاظ سے ہم ایک ہیں۔ گو میرے یہ بھائی مغربی لباس میں ملبوس ہیں لیکن ان کے دلوں میں میرے لیے محبت کا ایک جذبہ کارفرما ہے کیونکہ مغربیت کے زہر نے ان کے دلوں کو

آلودہ نہیں کیا جبکہ مقابلۃً دیگر مغربی ممالک اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ عظیم خلیفۂ راشد (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ۔ مترجم) بوڈاپسٹ کو یورپ میں اسلام کا مرکز بنانا چاہتے ہیں کیونکہ اہالیانِ ہنگری کو اسلام سے محبت ہے۔ وہ اسے پُر جوش طریقے سے پھیلانا چاہتے ہیں۔‘‘

ایک غیر معروف شاعر لازلو ترکوس (Laszlo Torkos) اپنی ایک خاص نظم کی وجہ سے ایاز صاحب کے محبوب شاعر بن گئے۔ ان کی وہ نظم جو ’’سن رائز‘‘ میں شائع ہوئی درج ذیل کیا جاتا ہے:

’’کھانے اور پینے کی مجھے بالکل پروا نہیں
اور نہ ہی آرام کی فکر ہے،
’شیطان مجھ پر حاوی ہونے کی کوشش کرتا ہے‘ تو میں سوچتا ہوں کہ
میں اِس وقت مغرب میں ہوں
آہ یہ مغرب ہے! لیکن مجھے سکون نہیں، قرار نہیں بلکہ
میں ابھی تک پہاڑوں اور وادیوں میں سرگردان ہوں،
بھٹک رہا ہوں
اور ایک سچے مسلمان کی طرح، ہاتھ باندھے
اپنا رُخ مشرق کی طرف موڑتا ہوں
اور غیر ارادی طور پر میری زبان پر
اک دل شکستہ آہ اُبھر آتی ہے
اور اگر یہ اشک و آہ جلد نہ تھم سکے تو
مری یہ آہ ہمیشہ کے لیے ہونٹوں پر جم کر رہ جائے گی،
میں سوچتا ہوں کہ کیوں نہ میں ترکی مسلمان بن جاؤں؟
مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں خاتم النبیین ﷺ کی مسحور کن آواز سن رہا ہوں!
اور مجھے لگتا ہے کہ میں مشرق میں لگے اُن کے دربار میں موجود ہوں!
یہ دربار بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کے دور میں تھا۔‘‘

مغربیت کے خلاف (اینٹی ویسٹرن ازم) اہالیانِ ہنگری کا ہونا گو ڈاکٹر ایاز صاحب کے احساس سے زیادہ تھا لیکن اُن کے اِن ذاتی خیالات کی نہ صرف پروفیسر جولیس جرمانوس اور دیگر اراکین ’’گل بابا کمیٹی‘‘ نے تصدیق کی بلکہ مشہور و معروف انڈلوجسٹ، ایرون بکتے (Ervin Baktay) نے بھی کی۔ ایاز صاحب ان کے

بارہ میں ''سن رائز'' رسالہ میں رقمطراز ہیں:

> ''7/ اور 21/ دسمبر 1936ء کو دونوں تقریروں میں صاحب موصوف نے اسلام اور احمدیت کی فلاسفی کے متعلق نہایت تفصیل سے فرمایا کہ 'اسلام تمام مذاہب عالم کی ایک جامع تفسیر ہے۔'' انہوں نے مزید بتایا کہ ''اہل مشرق نے اسے بھلا دیا ہے اور اہل مغرب نے اسے ضروری نہیں جانا لیکن (حضرت) احمدؑ جو تمام اقوام عالم کے لیے ایک پیغمبر ہیں انہوں نے مبعوث ہو کر دنیا کو اطمینان قلب فراہم کیا جو صرف اور صرف مذہب اسلام کے ذریعہ ہی مہیا ہو سکتا تھا۔ تمام مذاہب عالم کو احمدیت کی پیش کردہ تعلیم بالآخر قبول کرنا ہی ہوگی کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔ ہر ذی عقل انسان کا مذہب ایک ہی ہے خواہ اس کا ظاہری تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔
>
> مشرق میں پیش کی جانے والی عیسائیت مغرب میں رائج عیسائیت سے قطعاً مختلف ہے۔
>
> کسی بھی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ احمدیت کے فلسفہ کو نظر انداز کر سکے۔ ان کا خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین کامل رکھنا اور تمام پیغمبروں پر ایمان لانا جن میں موسیٰ، عیسیٰ، بدھ، کرشن علیہم السلام، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت احمد علیہ السلام شامل ہیں، ایک امر لازم ہے۔
>
> اس مستشرق، مفکر اور عالم نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی مختصر تاریخ پیش کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے مشن کی وضاحت بھی ایسے الفاظ میں کی ہے کہ جنہیں پڑھ کر اہالیانِ ہنگری کے اندر ایک خاص دلچسپ خیال نے جنم لیا ہے اور کئی اشخاص نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں ان کو اس حقیقی اسلام کا لٹریچر فراہم کروں۔'' (بحوالہ سن رائز 13,2, 1936,6)

ہندوستان کے پریس نے ہنگری کی ان رپورٹوں کو اخبارات میں بھرپور طریق پر شائع کیا اور اسی طرح ہنگری میں احمدیت کے بارہ میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی جس سے ایاز صاحب کو بڑی مسرت ہوئی۔ اہالیان ہنگری اور اسی طرح تورانی ہنگرین ایاز صاحب کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔

انہی وجوہات کی بنا پر اگست 1937ء میں بوڈاپسٹ میں آنے والے ایک کٹر قسم کے احمدی سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کا، جو برطانوی ہندوستان میں وزیر ریلوے اور تجارت ہیں، عظیم الشان استقبال ہوا اور بیرن پیرینی (Baron Perenyi) نے ان کی بہت عزت افزائی کی اور بوڈاپسٹ کے ایک بڑے ہوٹل میں ان کے اعزاز میں پُر تکلف عشائیہ بھی دیا۔ بہر حال ہنگری کے وزراء کو یہ سن کر کہ یہاں کے احمدی دار الحکومت میں ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں بہت حیرانی ہوئی کیونکہ اس سے قبل ان کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا۔

(بحوالہ پیسٹی ناپلو۔ 2,9, 1937,7)

بمطابق سن رائز 23-10-1937 صفحہ نمبر 6:

”گو سر محمد ظفر اللہ خان صاحب 43 سالہ نوجوان ہیں، جو سیاسی طور پر ایک قد آور شخصیت ہیں انہوں نے اپنی تعلیم کا سکول کی سطح پر آغاز سیالکوٹ اور لاہور کے شہروں میں کیا اور پھر انگلستان کی ایک یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ 1929ء سے 1937ء تک وہ لاہور شہر میں وکالت بھی کرتے رہے اور 1930ء سے 1933ء تک آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر بھی رہے اور یہیں سے آپ نے ایگزیکٹو کونسل کے رکن کی حیثیت سے وزارتِ ریل و تجارت کا قلمدان سنبھالا۔ اس سے قبل آپ وزیر تعلیم بھی رہے۔

1947ء میں سر محمد ظفر اللہ خان صاحب پاکستان کے وزیر خارجہ بنے۔ بعد ازاں بین الاقوامی عدالت انصاف (ہیگ) کا صدر بننے کا شرف بھی انہیں حاصل ہوا۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کے لیے بہت سی کتب بھی تصنیف کیں۔

محمد ابراہیم ناصر (نائب مبلغ بوڈاپسٹ) 1938ء میں ہنگری سے رخصت ہوئے۔

اپنے امام صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کے حکم سے 1937ء کی گرمیوں میں ایاز صاحب وارسا (پولینڈ) شہر چلے گئے جہاں پر ان کو بہت بڑی بڑی کامیابیاں نصیب ہوئیں۔ اگست 1938ء میں وہ قادیان واپس چلے گئے۔“

اس بارہ میں سن رائز نے لکھا:۔

”چودھری احمد خان ایاز تین سال بیرونی ممالک میں رہ کر 26 جولائی کو قادیان واپس آئے۔ اس دوران وہ تحریک جدید کے ماتحت بحیثیت مشنری (مبلغ) خدمات بجالاتے رہے اور اسلام کو پھیلانے کے لیے تبلیغ کرتے رہے۔ سب سے پہلے ان کو ہنگری میں متعین کیا گیا جہاں اہالیانِ ہنگری کی جماعت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے اور بوڈاپسٹ میں انہوں نے دارالتبلیغ قائم کیا بعد ازاں انہیں پولینڈ بھجوا دیا گیا اور پھر چیکوسلواکیہ۔ پولینڈ کے شہر وارسا اور چیکوسلواکیہ کے شہر پراگ میں بھی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔ ان دو شہروں میں آپ نے مقامی پریس اور انٹرویوز کے ذریعہ بڑی تبلیغ کی اور تقاریر بھی کیں۔

ایاز صاحب ان نوجوانوں میں سے ہیں جنہوں نے یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی زندگی کو خدمتِ اسلام کے لیے وقف کر دیا اور حضرت امیر المومنین کی تحریک پر احمدیت کی تبلیغ کے لیے 1935ء میں اپنے کام کا آغاز کیا۔

> ایاز صاحب خدا کے فضل سے پہلے مجاہد ہیں جنہوں نے مختلف ممالک میں جہاں پر ابھی تک کوئی مبلغ نہیں گیا تھا، خدمات سرانجام دیں۔ وہ یہ کام بڑی جرأت اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔ یہ خصوصیات ان میں اس لیے پیدا ہوئیں کہ وہ اپنی جماعت احمدیہ کے عقیدت مند رکن ہیں۔ قارئین ان کے کارہائے نمایاں کی وجہ سے اچھی طرح واقف ہوں گے کیونکہ ہنگری میں قیام کے دوران ان کے مضامین اکثر اوقات ”سن رائز“ رسالے میں چھپتے رہتے تھے۔
>
> بیرونی ممالک میں جانے سے پہلے وہ ”احمدیہ والنٹیر کور“ میں سالارِ جیش اور قائد کے عہدوں پر فائز رہے۔ اس کور کے نوجوانوں نے یونیفارم پہن کر ریلوے اسٹیشن پر ان کا استقبال کیا اور موسم کی خرابی کے باوجود جماعت کے بہت سے احباب بھی وہاں پر حاضر تھے جنہوں نے گاڑی سے اترنے کے بعد ایاز صاحب کا شاندار استقبال کیا۔ افسر انچارج تحریک جدید اور دیگر احباب نے انہیں ہار پہنائے۔ انہوں نے تمام احباب کے ساتھ مصافحہ کیا اور قادیان شہر کے لیے روانہ ہو گئے جہاں پہنچ کر سب سے پہلے انہوں نے مسجد مبارک میں شکرانے کے نوافل ادا کئے بعد ازاں حضرت مسیح موعودؑ کے مزار پر جا کر دعا کی اور پھر حضرت امیرالمومنین سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔“

اس وقت سے اب تک ایاز صاحب کھاریاں (پاکستان) میں رہائش پذیر ہیں اور گزشتہ دس سال انہوں نے بری فوج میں بحیثیت ایک افسر کے خدمت کی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے وکالت اور کاروبار میں اپنے آپ کو مصروف رکھا۔ اس دوران ہمیشہ انہوں نے خود کو دل سے ایک ہنگیرین متصور کیا۔ ان کا گھر جو ”بوڈا پسٹ وِلا“ (Budapest Villa) کہلاتا ہے، گل بابا ہل کے اوپر واقع ہے اور ایک چھوٹی سی ندی ان کے باغ کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ ایک حصہ کا نام ”پسٹ“ ہے اور دوسرے کا نام ”بوڈا“ ہے۔ ان کے بیٹے کا نام ”کسابا“ (Csaba) ہے جو ”ہن“ اٹیلا (Attila the Hun) کے بیٹے کے نام پر رکھا گیا۔

راولپنڈی (پاکستان) میں انہوں نے ”پاک ہنگری فرینڈ شپ سوسائٹی“ قائم کر رکھی ہے۔ ان کے خطوط لکھنے کا پیڈ ہنگری کے تین قومی رنگوں سے مزین ہے۔ پاکستان میں انہوں نے ہنگیرین رشتہ داروں کو ڈھونڈ نکالا ہے۔

اِس وقت وہ اَسّی سال کے عمر رسیدہ ہیں اور پچاس سال (نصف صدی) سے وہ ہنگری کی ترقیات اور تبدیلیوں کا مطالعہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ ہنگری کی بے شمار تنظیموں کے وہ اعزازی رکن رہے ہے اسی بناء پر 1971ء میں انہیں ”ورلڈ فیڈریشن آف ہنگیریز“ نے ایک ڈیکوریشن کا اعزاز بھی دیا۔ اس سرگزشت میں ان کی شخصیت نے دوسروں کو مات کر دیا اور اب اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ انہوں نے بوڈاپسٹ میں رہ کر اپنی مصروفیات کو خود

کوئی اہمیت نہ دی ہو اور کم تر جانا ہو۔ ہندوستان اور ہنگری کے ’’زرد صفحات‘‘ اس بات کے شاہد ہیں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اس لحاظ سے وہ اہالیانِ ہنگری اور احمدی احباب کی طرف سے عزت افزائی کے مستحق ہیں۔ اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ جماعت احمدیہ کے موجودہ امام (حضرت) مرزا طاہر احمد صاحب بھی ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

قارئین کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کی بنیاد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام (1835-1908) نے 1889ء میں رکھی۔ آپ پر ایمان لانے والوں نے آپؑ کو مسیح موعود و مہدی گردانا۔ دوسرے مسلمانوں سے ان کا یہی اختلاف ہے۔ احمدی احباب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدل و جان خاتم النبین ﷺ مانتے ہیں۔

1914ء میں حضرت احمدؑ کے پہلے خلیفہ حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب فوت ہوئے جن کے بعد حضرت احمدؑ کے فرزند ارجمند خلیفہ ثانی ہوئے۔

ہندو پاک جنگ 1947ء کے بعد قادیان بین الاقوامی حد کے مشرق میں واقع ہونے کے باعث بھارت میں شامل کیا گیا اور احمدیوں نے پاکستان میں ربوہ کے مقام پر ایک نیا مرکز بنایا جو لاہور سے 95 میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

1954ء میں ربوہ میں ہی ایک حملہ آور نے خلیفہ ثانی کو زخمی کر دیا تھا۔ اس حملہ میں آپ کی جان تو بچ گئی لیکن اس سے پہنچنے والے زخموں کے اثرات تا دمِ آخر ان پر قائم رہے۔

خلیفہ ثانی کی وفات پر آپؓ کے بیٹے اور بانیٔ سلسلہ کے پوتے (حضرت حافظ مرزا ناصر احمد۔ مترجم) بحیثیت خلیفہ سوم کے تختِ خلافت پر متمکن ہوئے۔

1982ء میں خلیفہ سوم کے چھوٹے بھائی مرزا طاہر احمد صاحب نے جماعت احمدیہ کی امامت سنبھالی، آپ 1928ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔

1984ء میں ضیاء الحق کی اذیت ناک پریشانیوں کی وجہ سے ہجرت کر کے لندن آ گئے۔ اس امر سے سبھی آگاہ ہیں کہ پاکستان میں بسنے والے دیگر مسلمان، احمدیوں کے خلاف ہیں کیونکہ وہ اِنہیں مسلمان خیال نہیں کرتے۔ مثلاً یہ کہ احمدی حج نہیں کر سکتے، علاوہ ازیں احمدیوں پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے جہاد کو متروک قرار دے رکھا ہے۔ اسی طرح کے دیگر الزامات بھی احمدیوں پر عائد کئے جاتے ہیں لیکن اتنی مخالفت کے باوجود جماعت احمدیہ روز افزوں ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ اس وقت وہ اپنی تعداد کو ایک کروڑ گردانتے ہیں (جو اَب خدا کے فضل سے بڑھ کر کئی کروڑ ہو چکی ہے الحمدللہ۔ مترجم)۔

جماعت احمدیہ کی مختلف جماعتیں یا شاخیں مغربی یورپ کے اکثر دارالحکومتوں میں قائم ہیں۔ مشرقی یورپ میں ان کی شاخیں پریسٹینا اور وارسا میں قائم ہیں۔

الغرض ایاز صاحب نے 26/دسمبر 1936ء کو "Sunrise" (سن رائز) میں یہ لکھا کہ:-

> ’’اسلامی دنیا کی توجہ بوڈاپسٹ کی طرف زیادہ سے زیادہ مبذول ہوتی جارہی ہے جو کہ ہنگری کا دارالحکومت ہے۔ خدا کے فضل سے بوڈا اسلام کا متبرک شہر ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کی دُور افتادہ سرحدی چوکی جو ہر اعتبار سے عظیم ہے۔‘‘

ابن آدم راولپنڈی

مجاہد ہنگری کی یاد میں

ایک پرانی کتاب مجاہد ہنگری پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ غیر متوقع خوشی محسوس ہوئی کہ کسی مبلغ نے اپنے فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ تاریخ کا قرض بھی چکایا ہے ورنہ اکثریت ایسے احباب کی ہے جنہوں نے دور دراز علاقوں میں نہایت گراں قدر خدمات سرانجام دیں لیکن اپنی یادداشتیں قلم بند نہ کیں جس کی وجہ سے ان کی خدمات اور جدوجہد کے بے شمار ایمان افروز پہلو مخفی ہی رہ گئے۔

مجاہد ہنگری ایک نامور مبلغ حاجی احمد خان ایاز کی خودنوشت ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1935ء سے 1937ء کے دوران ہنگری، پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں جماعت کے مشن قائم کیے۔ کتاب پڑھنے کے بعد مجھے ایاز صاحب سے ملنے کی شدید خواہش پیدا ہوئی اور میں اپنی پہلی ہی فرصت میں ایاز باغ کھاریاں پہنچ گیا۔ ایاز صاحب کو دیکھا تو اندازہ ہوا کہ ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں۔

میں نے جب انہیں بتایا کہ میں آپ کی کتاب پڑھ کر آپ سے ملاقات کے لیے راولپنڈی سے آیا ہوں تو ان کے چہرے پر ایسی خوشگوار کیفیت ابھری کہ الفاظ میں اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اپنی تحریر کی طرح بڑے کھلے ذہن کے مالک تھے اور طبیعت میں مومنانہ بشاشت تروتازہ تھی۔

روایتی تمہید کے بعد میں نے ایاز صاحب سے کہا کہ آپ کی کتاب زیست کے اب تو کئی نئے باب قائم ہو چکے ہوں گے بہتر ہے کہ مجاہد ہنگری کو جدید اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع کریں۔ اگر آپ کو اس سلسلہ میں میری معاونت کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں۔ ایاز صاحب نے میری طرف غور سے دیکھا اور زبان حال سے گویا ہوئے

؎ نہ جانا کہ جاتا ہے کوئی جہاں سے
بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے

میری تاخیر کو نظرانداز کرتے ہوئے انہوں نے مجھے اپنی دو تین پرانی ڈائریاں دیں اور کہا کہ اگر ان میں سے آپ کچھ اخذ کرسکیں تو لے جائیں۔ دوران ملاقات انہوں نے مجھ سے میرا مزاحیہ کلام بھی سنا اور خوب داد دی، خصوصاً میری ”ناقابل اشاعت“ مثنوی سن کر تو میری بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور کہنے لگے کہ یہ ہمارے لٹریچر میں بڑا اچھوتا اور انمول ضافہ ہے۔ ایاز صاحب اعلیٰ ادبی ذوق رکھتے تھے، سنا ہے کہ شعر بھی کہتے تھے۔ اگر ان کا کلام

محفوظ ہوتو منظر عام پر آنا چاہئے۔

خاکسار نے اپنی خودنوشت سوانح عمری ''لے سانس بھی آہستہ'' میں ایاز صاحب کو ان احباب میں شامل کیا ہے جن سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔

حقیقت ہے کہ ایاز صاحب نے راولپنڈی میں 1961ء سے 1971ء تک جو عرصہ گزارا ہے وہ تاریخ کا ایک نہایت اہم باب ہے۔ آج بھی ہنگری کے سفارت خانہ کے ریکارڈ میں ان کی خدمات کا اعتراف موجود ہے۔ پاکستان میں ہنگری کے پہلے سفیر کی خدمت میں استقبالیہ خطاب کرنے والوں میں ایاز صاحب بھی شامل تھے۔ سفیر ہنگری ہز ایکسیلنسی Dr. Cipka Jozsef سے ان کی ملاقاتیں جاری رہیں اور ایاز صاحب نے انہیں دعوت اسلام بھی دی۔

1985ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایاز صاحب کو دوبارہ ہنگری بھجوایا تو وہاں اپنے سفیر دوست سے ان کی ملاقاتیں بڑی یادگار رہیں جو ایاز صاحب کی وفات تک بذریعہ خط و کتابت جاری رہیں۔ بعد از وفات سفیر صاحب نے یوسف ایاز صاحب کو تعزیتی خط بھی لکھا۔

راولپنڈی میں اپنے دس سالہ قیام کے دوران پاک فرینڈز آف ہنگری کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔

صدر ایوب کے دور صدارت میں اسلام آباد میں جس قدر بھی اسلامی کانفرنسیں منعقد ہوئیں ایاز صاحب نے ان میں شامل ہونے والے مندوبین سے مل کر انہیں پیغام حق پہنچایا۔ پاکستان میں ہر جگہ سے آنے والے کم و بیش تمام ملکوں کے سفیروں سے آپ کے قریبی تعلقات قائم رہے۔

آپ کے مضامین ہفت روزہ انصاف اور THE FREEDOM میں اکثر ہنگری، کشمیر اور فلسطین کی آزادی پر شائع ہوتے رہے۔

بطور ایک مخلص احمدی ایاز صاحب راولپنڈی کے سابق امیر ضلع مکرم چودھری احمد جان صاحب کے دست راست کے طور پر جانے جاتے تھے۔ انہوں نے جماعتی فرائض اور معاملات کو ہمیشہ اپنی پیشہ وارانہ سرگرمیوں پر ترجیح دی۔ ''مجلس انتخاب خلافت'' کے ممبر ہونے کے ناطے تیسری اور چوتھی خلافت کے انتخاب کے موقع پر انتخاب میں حصہ بھی لیا۔

ایاز صاحب ایک ذی وقار، ہردلعزیز اور پرجوش مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ مشرقی یورپ جیسے مذہب سے بیزار معاشرہ میں ایک کامیاب مبلغ کے طور پر ابھرے جہاں آپ کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

آپ کی وفات پر ملال پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہٗ اللہ تعالیٰ نے شاندار الفاظ میں آپ کی دینی خدمات کو سراہا۔

آج کے دور میں تحقیق و جستجو کرنے والے وجود خال خال ہی دکھائی دیتے ہیں، طباعت و اشاعت پر برا وقت آیا ہوا ہے۔ اس برق رفتار مشینی دور میں کتاب اور قاری کے درمیان فاصلے بڑی تیزی سے بڑھتے جا رہے ہیں۔

ایاز باغ کھاریاں والی ملاقات کے دوران معلوم ہوا کہ ایاز صاحب بہت اعلیٰ ادبی ذوق رکھتے ہیں انہوں نے مزید بتایا کہ وہ بھی کبھی کبھار شعر کہہ لیتے ہیں۔

مرحوم اپنے عزیزوں، دوستوں اور چاہنے والوں کے لیے اپنی یادوں کے انمٹ نقوش چھوڑ کر گئے ہیں۔ ان کی شرافت، وضع داری اور سادگی کا ایک زمانہ معترف تھا، ہے اور رہے گا۔ ہر ایک کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتے اور مسلسل جدوجہد سے اپنا مقام پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی قربت خاص سے نوازے۔ ہم دست بہ دعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے ان کے لیے یہی صدا بلند ہو کہ:

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ
فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ.

چودھری بشارت احمد صاحب ایڈووکیٹ کھاریاں

ایامِ گزشتہ

میں آج ان گزرے ہوئے لمحات کو ماضی کے بکھرے ہوئے اوراق کو پھر سمیٹنے کی کوشش کر رہا ہوں تو ذہن میں تصورات کی پرچھائیاں اُبھر رہی ہیں۔ مجھے یاد آ رہا ہے کہ بچپن میں جب بھی سکول جایا کرتے تھے تو ہمارے سکول کے رستہ میں ایک مکان پڑتا تھا جس کے دروازے پر لکھا ہوا ہوتا تھا: ''ایاز باغ''

ہم نے باغ کا تصور رہائشوں کے ساتھ اس وقت نہ سوچا تھا تو ہماری اکثر یہ خواہش ہوتی تھی کہ اس مکان کے اندر داخل ہو کر دیکھیں کہ یہ باغ کیسا ہے؟ اور پھر ایک دن وہ دروازہ کھلا تو ہم نے وہ باغ دیکھا۔ پھلدار پودوں سے لدا پھندا اور پھولوں سے بھری کیاریاں چاروں طرف خوشبوئیں بکھیر رہی تھیں۔ جب بھی ہمارا کوئی رزلٹ نکلتا، پاس ہوتے تو ہمیں پھولوں کی ضرورت پڑتی، ہم اس باغ سے پھول چنتے، مالا بناتے اور اپنے اساتذہ کو پیش کرتے۔

میں نے پرائمری تک تعلیم تعلیم الاسلام ہائی سکول کھاریاں میں حاصل کی۔ ایاز باغ میں موتیے کے پھول کثرت سے کھلتے تھے اور موتیے کی خوشبو اپنے موسم میں جوبن پر ہوتی تھی اور اکثر تحفہ کے طور پر یہ پھول تمام بستی میں تقسیم کیے جاتے تھے جس سے محبت اور پیار کی فضا مزید معطر ہو جاتی۔ اُس وقت شاید ہمیں اس چیز کا احساس نہیں تھا کہ اس خوب صورت تصویر کے پیچھے موجود شخصیت بذات خود کتنی خوب صورت ہوگی! وہ جس نے اس چھوٹی سی بستی میں رہائش کے ساتھ باغ اور باغیچہ کا تصور اس زمانہ میں دیا جب لوگوں کے گھروں میں مویشی بندھے ہوتے تھے اور مویشیوں اور رہائشیوں کی چارپائیوں میں کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا تھا۔ اس دور میں رہائش کے ساتھ باغ کا تصور ایک منفرد سوچ کا حامل تصور تھا۔ اس تصور کو پیش کرنے والی شخصیت اور سوچ کتنی بالغ النظر اور جدید نظر سوچ کی حامل ہے۔ یہ سارا کریڈٹ کیپٹن حاجی ایاز احمد صاحب مرحوم کی شخصیت کو جاتا ہے جنہوں نے کھاریاں جیسی بستی میں یہ تصور متعارف کروایا۔

جب بھی میں کھاریاں کی تاریخ کے بارہ میں ورق الٹتا ہوں تو مجھے یہ کہنے میں یہ کوئی عار اور باک محسوس نہیں ہوتا کہ کیپٹن حاجی احمد ایاز صاحب جو پیشہ کے اعتبار سے ایک وکیل تھے، رائل آرمی میں براہ راست کمیشن حاصل کر کے کھاریاں کے پہلے کمیشنڈ آفیسر ہونے کا اعزاز بھی انہی کو حاصل تھا۔ حالانکہ اور بہت سی شخصیات بڑے بڑے عہدوں تک پہنچیں مگر وہ پروموٹڈ کیپٹن صاحب کی شخصیت ایک مسحور کر دینے والی شخصیت تھی۔

میں جب قانون کا امتحان پاس کر کے کھاریاں بار میں آیا تو کیپٹن صاحب کے ساتھ مل بیٹھنے کا موقع ملا۔ اکثر مجھ سے کہا کرتے تھے کہ شروع شروع میں وکالت کے دنوں میں چودھری فضل الٰہی سابق صدر پاکستان ہمارے ساتھ یہیں بیٹھا کرتے تھے۔

کیپٹن صاحب خوش پوشاک، خوش خوراک، خوش مزاج، خوش اخلاق اور خوش طبع شخصیت کے مالک تھے۔ بار کے لیے وہ رُوح رواں کی حیثیت رکھتے تھے۔ بار کے کسی بھی پروگرام میں ان کی غیر موجودگی کسی اہم چیز کی کمی کا احساس دلاتی اور جس محفل میں وہ ہوتے اس میں جان پڑ جاتی تھی گویا شمع محفل اور جان محفل وہی ہوتے تھے۔

میں نے بار فورم پر بھی ایک یا دو مرتبہ بار کے اجلاس سے قبل تلاوت کلام پاک کرتے ہوئے سنا۔ کیا زبردست آواز تھی! اور کیسا پیارا انداز تھا! زبان میں کیا حلاوت تھی اور کیسے خشوع وخضوع سے وہ کلام پاک کی تلاوت کرتے تھے! ان کی تلاوت سنتے ہوئے انسان پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔

1970ء میں جب کھاریاں سب ڈویژن بنا تو عدالتوں کی منتقلی کے مرحلہ میں جو سب سے بڑی مشکل پیش آرہی تھی وہ ججوں کی عدالتوں اور رہائش کے مسائل تھے۔ کیپٹن صاحب نے ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے نہ صرف ذاتی مکان عدالتوں کے لیے مہیا کئے بلکہ ججوں کی رہائش کا انتظام بھی اپنے ذمہ لے لیا کہ کہیں حکومت پنجاب اور حکومت پاکستان ان مسائل کو بہانہ بنا کر کھاریاں سب ڈویژن میں عدالتوں کا قیام التوا میں نہ ڈال دیں۔

ہر تقریب میں کیپٹن صاحب کی گفتگو بار ممبران کے لیے خصوصی دلچسپی کا مرکز اور محور ہوتی۔ اب تو جب میں بار میں دیکھتا ہوں تو وہ کلاس نظر ہی نہیں آتی۔ نہ کیپٹن ایاز رہے نہ رحیم داد، نہ میاں اسلم نہ ملک ربانی رہے، نہ چودھری غلام احمد رہے اور نہ چودھری غلام محی الدین۔ ایک خوبصورت اور بارآور فصل تھی جو آہستہ آہستہ کٹ گئی۔ اب تو بار میں صرف ان کی یادیں رہ گئی ہیں۔ ان شخصیات کے بارہ میں جب نئی نسل سے گفتگو کی جاتی ہے تو وہ ہمہ تن گوش ہو کر سنتے ہیں کہ کیا کھاریاں بار میں کوئی ایسا اور بھی رہا جہاں اتنی بڑی بڑی شخصیات اکٹھی بیٹھ کر آنے والی نسلوں کے لیے کثیر المقاصد بنیاد فراہم کر گئیں؟ آج ان کے لگائے ہوئے پودے شجر سایہ دار بن چکے ہیں جن کی ٹھنڈی چھاؤں سے آنے والی نسلیں مستفید ہو رہی ہیں۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول کھاریاں میں جب ہم پڑھا کرتے تھے جس سال ہم نے پرائمری پاس کیا اسی سال سے اس سکول میں چھٹی کلاس کا آغاز کیا گیا۔ پہلے مڈل اور پھر اسے ہائی سکول کا درجہ دے دیا گیا۔

یہ سکول صدر انجمن احمدیہ کے زیر اہتمام چل رہا تھا پھر گلیانہ روڈ پر خالصہ سکول کی پرانی جگہ جماعت احمدیہ نے تعلیم الاسلام سکول کے لیے جگہ لے کر ہائی سکول کی تعمیر نو کا آغاز ہوا اس میں بھی کیپٹن ایاز صاحب کا

بہت بڑا ہاتھ تھا۔ انہوں نے اس تعلیمی ادارے کی بنیادیں بھی اپنے خون پسینے سے اُٹھائیں اور کھاریاں کو ایک ایسی درس گاہ مہیا کی جس سے آج تک سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں طلبا علم کے نور سے منور ہو رہے ہیں۔

کیپٹن صاحب کی خدمات تعلیمی دنیا میں تو ناقابل فراموش ہیں ہی اس کے ساتھ ساتھ بار ایسوسی ایشن کے فورم پر، سماجی کارکن کی حیثیت سے اور جماعت احمدیہ کے پلیٹ فارم پر بھی ان کی خدمات منفرد اور نمایاں مقام کی حامل ہیں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ جماعت احمدیہ کے چوتھے امام حضرت مرزا طاہر احمد جب کھاریاں تشریف لائے تو کیپٹن صاحب نے خصوصی طور پر اس تقریب میں ہم سب کو مدعو کیا اور جناب مرزا طاہر احمد صاحب سے ہماری خصوصی ملاقات کروائی۔ ہمارا طالب علمی کا دور تھا۔ کھانے کے بعد جب ہم نے اجازت چاہی تو مرزا صاحب نے خصوصی طور پر اپنے پاس، ربوہ آنے کی دعوت دی۔

کیپٹن صاحب نے اپنی زندگی اپنی جماعت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ وہ اکثر ہمیں بتایا کرتے تھے کہ انہوں نے جماعت کے ایک مبلغ کی حیثیت سے یورپ کے مختلف ممالک میں خدمات سرانجام دیں، خصوصاً ہنگری اور پولینڈ میں ان کی خدمات قابل ذکر، لائق تحسین اور قابل ستائش ہیں۔ مجاہدِ ہنگری کا خطاب بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہنگری میں ان کی خدمات کو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ دفتر بار ایسوسی ایشن میں اکثر ان کی ڈاک ہنگری کے سفارت خانہ سے آتی تو ہم پر کمال مہربانی کرتے ہوئے ہمیں وہ لٹریچر مہیا کرتے تاکہ ہم بھی اس کا مطالعہ کر سکیں۔

جناب کیپٹن حاجی احمد خان ایاز صاحب نے جی ٹی روڈ پر واقع اپنی زمین پر ایک نئی بستی ایاز نگر کی بنیاد رکھی اور وہاں پہاڑی کے اوپر ایک خوبصورت عمارت تعمیر کروائی جس کا نام انہوں نے "**بوڈاپسٹ ولا**" رکھا جس سے ہنگری کے ساتھ ان کی والہانہ محبت کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس وِلا کی تعمیر کی وجہ سے اس علاقے آبادی بڑھنا شروع ہوئی اور یہ سلسلہ اب تک جاری وساری ہے۔ یوں ایاز نگر وسعت پذیر ہے۔

کیپٹنِ ایاز صاحب نے زندگی کو ہمیشہ مثبت انداز میں لیا۔ وہ ایک روشن خیال، جدت پسند، رجائیت پسند، بہت اعلیٰ اور اچھی سوچ کے مالک اعلیٰ پائے کے انسان تھے۔ میں نے کبھی انہیں پریشان نہیں دیکھا بلکہ بہت سے پریشان حال لوگ جب ان کی محفل سے اُٹھ کر آتے تو ان کے چہرے پر بشاشت ہوتی۔

کیپٹن صاحب رستے میں ملنے والوں کے ساتھ سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے۔ ان کی جیب میں ہمیشہ کشمش، پستہ، بادام، خشک فروٹ ہوتا جو راہ چلتے ملنے والے اکثر دوستوں کو پیش کرتے۔ ساون کے موسم میں ججوں کے گھروں پر اور دفاتر میں ایاز باغ سے موتیے کے پھول خصوصی طور پر بھجواتے جن کی خوشبو سارے ماحول کو

معطر کرتی اور فضا کو مہکا دیتی۔

کیپٹن صاحب کو تقریبات کے اہتمام کا بہت شوق تھا وہ دوستوں کو اکثر اپنے ہاں مدعو کرتے اور تقریبات کا اہتمام کرتے۔ چونکہ وہ ہم سے بہت سینئر اور ہمارے بزرگ تھے اس لیے ان کی خوبصورت زندگی کا بہت بڑا حصہ ہماری یادوں میں محفوظ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ خود بھی جب کبھی ہمارے پاس آتے یا ہم ان کے ہاں جاتے تو وہ گزرے ہوئے لمحات کو یاد کرتے، انہیں دہراتے اور اکثر اپنی البمز ضرور دکھاتے۔

جناب حسین شہید سہروردی، جناب خواجہ ناظم الدین اور جناب چودھری محمد علی کے سیاسی ادوار کیپٹن صاحب نے قریب سے دیکھے بلکہ ان لوگوں کے ساتھ کیپٹن صاحب کے ذاتی مراسم بھی تھے۔ پاکستان کی سیاسی زندگی میں بھی کیپٹن صاحب کا مطالعہ بڑا دقیق اور تبصرہ بہت حقیقت پسندانہ ہوا کرتا تھا۔

آخری ایام میں جب ان کی صحت خراب ہوگئی اور انہوں نے کچہری جانا بند کر دیا تو میں اکثر شام کو ان کے ہاں ایاز باغ جایا کرتا تھا۔ کبھی کبھی بھائی یوسف صاحب اور بھائی عادل صاحب کی موجودگی میں بھی نشست ہوتی۔ کیپٹن صاحب کی باتیں ہمارے لیے یوں بھی دلچسپی کا باعث تھیں کہ وہ کھاریاں پر ایک زندہ تاریخ کی حیثیت رکھتے تھے۔ جب میں نے کھاریاں کی تاریخ مرتب کی تو علمی اور عملی طور پر میری سب سے زیادہ مدد کیپٹن صاحب نے کی۔ وہ واقعتاً تاریخ ساز شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک جیتی جاگتی تاریخ بھی تھے۔ ان کی ہمہ جہت شخصیت کے جس پہلو پر بھی گفتگو کی جائے بندہ سوچتا ہی رہ جاتا ہے کہ کس کس انداز سے روشنی ڈالی جائے۔

ساحر لدھیانوی نے شاید انہی جذبات اور انہی احساسات کی بنا پر الفاظ کو یہ روپ دیا تھا:

چند کلیاں نشاط کی چن کر، مدتوں محو یاس رہتا ہوں
تیرا ملنا خوشی کی بات سہی تجھ سے مل کر اداس رہتا ہوں

کیپٹن صاحب کی شخصیت کو میں جب بھی دیکھتا ہوں تو کبھی وہ مجھے بطور استاد تعلیمی ادارے میں نوجوانوں کو علم کے نور سے منور کرتے دکھائی دیتے ہیں تو کبھی قانون کی دنیا میں وہ عدالت میں کھڑے دل نشین اور نہایت پیارے انداز میں اپنے کیس کی پیروی کرتے ہوئے قانون کے طلبا کے لیے ایک منجھے ہوئے استاد کی طرح مشعل راہ دکھائی دیتے ہیں۔ بطور ایک سرکاری ملازم کے جب میں ان کا کردار دیکھتا ہوں تو وہ ایک روشن ستارہ کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ جب میں جماعت احمدیہ کے لیے ان کی خدمات دیکھتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے جماعت کے لیے خود کو بدل وجان وقف کر رکھا ہو گویا کھاریاں کی سیاسی زندگی ہو یا سماجی پہلو، معاشرتی آہنگ ہو یا آئینی رنگ کیپٹن صاحب ہر جگہ نمایاں کردار ادا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اکثر مجھ سے کہا کرتے تھے کہ کھاریاں میں عبدالغفار خان عرف باچا خان کو میں ہی لے کر آیا تھا۔ اس وقت خان عبدالغفار خان کی

تحریک ''خدائی خدمت گار'' اپنے عروج پر تھی۔

کیپٹن صاحب زندگی کو بھرپور انداز میں گزارنے کے قائل اور عادی تھے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ:

یہی انداز ہے اعجاز مسیحائی کا
جہاں بھی گئے داستاں چھوڑ آئے

وہ زندگی کے ہر پہلو میں نفاست کا خصوصی خیال کرتے تھے۔ ان کے سر پر پگڑی نہ صرف جچتی بلکہ بہت سجتی تھی۔ کلاہ پر پگڑی باندھنا ان کا خصوصی شوق تھا۔ شہر کے اکثر معززین جنہیں کلاہ پہننے کا بہت شوق تھا مگر کلاہ پر پگڑی باندھنی نہیں آتی تھی وہ کیپٹن صاحب سے ہی کلاہ پر پگڑی بندھواتے۔ جب اس پگڑی کو ہاتھوں میں سجائے کیپٹن صاحب کے گھر سے نکلتے تو یہ منظر بھی قابل دید ہوتا تھا۔

گزشتہ دنوں میں اس گلی سے گزرا تو دیکھا کہ دروازے پر اب بھی ایاز باغ کا بورڈ آویزاں ہے۔ ان کے بیٹے جناب محمد یوسف ایاز صاحب نے ان کے تعلیمی مشن کو جاری رکھتے ہوئے گھر میں ہی ایک تعلیمی ادارہ کھولا ہوا ہے کیپٹن صاحب کی بڑی بہو اور یوسف بھائی کی اہلیہ شب و روز محنت کر کے کیپٹن صاحب کے مشن کو آگے بڑھا رہی ہیں۔ بستی کے معصوم بچے اس تعلیمی ادارے سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ سب کچھ ہے مگر سامنے برآمدے میں کیپٹن صاحب کا پلنگ نہیں، ان کے کمرے میں اسی طرح کتابیں سجی ہوئی ہیں لیکن ان کا قاری اب موجود نہیں ہے۔ ان کے زیر استعمال رہنے والی اشیا بالکل اسی طرح پڑی ہوئی ہیں لیکن ان کا استعمال کرنے والا جا چکا ہے۔ میں بعض اوقات سوچتا ہوں کہ کیا ان بے جان اشیا کی زندگی انسان کی زندگی سے لمبی ہے؟ میں برآمدے سے گھوم کر نکل تو آیا گو ظاہری طور پر کیپٹن صاحب دکھائی نہ دیئے لیکن مجھے ان کی روح اسی طرح باغ میں چہل قدمی کرتی محسوس ہو رہی تھی۔ ہوا کی سرسراہٹ، پرندوں کی چہچہاہٹ، پھولوں کی مہکار مجھ سے سرگوشیاں کر رہی تھی کہ:

؎ دائم آباد رہے گی دنیا ہم نہ ہوں گے تو کوئی ہم سا ہو گا

پس زندگی کا سفر جاری و ساری ہے جانے والے اپنی یادوں کے انمٹ نقوش اس طرح چھوڑ جاتے ہیں کہ وہ ابدالآباد تک زندہ تابندہ رہیں گے تو پھر دل کیسے تسلیم کرے کہ مرنے والے ہم سے جدا ہو جاتے ہیں؟ بقول کسے:

؎ مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

کیپٹن صاحب کی شخصیت کھاریاں کے تاریخی اوراق میں ایک زندہ تابندہ شخصیت کے روپ میں ہمیشہ

موجود رہے گی اور لوگ انہیں یاد رکھیں گے کہ گزرے ہوئے وقتوں میں بھی آنے والے کل کے خواب دیکھنے والے یہی لوگ تھے اور خداوند کریم نے ان کو ایک ایسی آنکھ دی تھی کہ وہ آنے والی دَور کی تصویر دیکھتے تھے۔

پاکستان سے ان کی محبت بلا مبالغہ قابل رشک تھی۔ پاک وطن کی اس مٹی سے انہیں بہت پیار تھا۔ اس دیس پہ کبھی کوئی بحران کا وقت آیا یا مشکل حالات آئے تو قوم نے انہیں ہمیشہ وطن کے وفاداروں کی اگلی صفوں میں پایا۔ اب تو ان کی یادیں ہی رہ گئی ہیں ایسی یادیں جو ذہن کے دریچوں سے ہر وقت جھانکتی رہتی ہیں اور پھر تصورات کی پرچھائیاں اُبھرنے لگتی ہیں جو ہم سے کچھ تقاضا کرتی ہیں وطن پرستی کا، دین سے محبت کا، احترام آدمیت کا اور پاس انسانیت کا۔

حکیم افتخار الدین اُلفت کھاریاں

ایک نابغۂ روزگار شخصیت

کیپٹن حاجی احمد خان ایاز ایک خوش طبع انسان تھے۔ انہوں نے کبھی کسی کی دلآزاری نہیں کی۔ میرے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم عرصۂ دراز سے تھے۔ میں نے ان کی شخصیت میں کسی قسم کا غرور اور تکبر نہیں دیکھا۔ وہ بلاتفریق امیر غریب سب میں یکساں مقبول تھے۔ وہ ایک غریب نواز آدمی تھے اور حقیقت میں ایک شفیق انسان تھے۔ مخلوق خدا سے پیار کرنا ان کی شخصیت کی ایک اضافی خوبی تھی۔

حاجی احمد خان ایک کامیاب وکیل اور حق پرست انسان تھے کبھی کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہونے دی۔

مصنف کتاب مجاہد ہنگری کے ساتھ